نام کتاب : سراج العوارف فی الوصایا والمعارف
اُردو ترجمہ.....نورٌ علیٰ نور
مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور
طبع بار اول : ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء
طبع بار دوم : ربیع الاول ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۴ء
ہدیہ : -/۸۱ روپے

یاربّ یاربّ یاربّ

گرچہ من سر بسر گنہ کردم
نامۂ عمر خود سیہ کردم
تو بریں نامۂ سیاہ مبیں
کرم خویش بیں، گناہ مبیں

بر عمل خویش نہ دارم امید
بر کرم تُست مرا اعتمید
چارۂ من ساز کہ بے چارہ ام
گر تو نہ سازی بکہ رو آورم

اجمالی فہرست مطالب ومضامین کتاب مستطاب

تقریظ وخلاصہ تاریخ طبع کتاب مستطاب سراج العوارف

از برکات مجدد دین وملت، امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ العزیز، خلیفۂ اعظم واکرم، مقتدی الواصلین مولی الکاملین حضرت سید شاہ آل رسول صاحب مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ومقرب بارگاہ باجاہ حضرت امام العارفین سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مصنف کتاب سراج العوارف فی الوصایا والمعارف۔

فقد دهی من العلوم غرر الفرائد، واهدی للفهوم درر الفرائد کتابٌ باهر، أم صواب زاهر، أم عبابٌ زاخر، بل سحاب ماطر، بل فوق ماتکتنهه الاوهام والخواطر، فقد حل محل البدر فی ظلم الدجی یاجر، ووقع موقع القطر فی ظماء الهواجر، وسترٰی ذالك إن کنت هنالك، ولولا ضیق نطاق النطق عما فیه من محاسن حق ومناصب صدق، لاریناك ما نقربه الأعیان، واسمعناك ما تلذ الاعیان وفهمناك ما تستلذ الأذهان ولکن فی طلعة الشمس ما یغنیك عن وصف یعینك، فلنقتصر علی تسمیته للطبع، انشأنا الآن فی تاریخ الطبع وان کان یکفی ما هتف هاتف، إذ تأتی فتال یعنی ویلاطف اجاء سراج العوارف فی الوصایا والمعارف ١٣١٣ھ داعین لهذا السید الجلیل بامتداد ظله الجمیل الظلیل وحامدین لله علی ما اولی والمصلین بالصلوٰة علی اکرم مولی، وآله وصحبه الکرام العلی، وهی هذه علی ماتری، والحمد لله العلی الاعلی۔

ایا سیدی یا ابن غر غطارف … ویا احمد النور نور الاعارف
[illegible] نور بهاء السلاسل … وشهد مصفی عن المزایغ صارف
وتعلن ترویح کشف القلوب … دلیل الیقین سراج العوارف
ویا [illegible] جاء منك سراج … فانك نوری نادی المعارف
[illegible] سراجك باللیل شمسا … وشمس بلیل عجیب وطارف
[illegible] البدر یهدی ویهدی ویبدی … سراۃ ولمعا وزرعا لعارف
هو الصبح یجلو ویجلو ویجلو … لعین وغینا وعن شین تارف
[illegible] فی تلید وطارف … واین فاین تراه الطوارف
[illegible] الکتاب فقیه مفیض … لجرٌ لعارف وبحرٌ لغارف
[illegible] هنالك بتاریخ طبعه … نقلت وفی الخلد خلد الرفارف

سراج العوارف نور سنه
نکنت سناء سراج العوارف

١٣١٣

مناقب اسوۃ المحققین الکرام ابوالحسین احمد نوری قدس سرہٗ

قصیدۂ مبارکہ مدحیہ مشرقستانِ اقدس سے چند اشعار

از قلم حق رقم

مجدد دین وملت امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی قدس سرہٗ

ماہ سیما ہے احمد نوری — مہر جلوا ہے احمدِ نوری
نور والا ہے احمد نوری — نورِ والا ہے احمدِ نوری
نور سینہ ہے احمد نوری — طورِ سینا ہے احمدِ نوری
برکاتی جہاں بھی ہو برات — اس میں دولہا ہے احمدِ نوری
شمس دین کی شعاعوں کا نیرے — سر پہ سہرا ہے احمدِ نوری
میرا مرشد ہے مصحفِ ناطق ؛ — نوری آیہ ہے احمدِ نوری
نام بھی نور، حسین نام بھی نور — نور دونا ہے احمدِ نوری
لاولد رہتے ہیں تمام ابدال ؛ — فرد و تنہا ہے احمدِ نوری
شکل دیکھو تو نور کی تصویر — نوری پتلا ہے احمدِ نوری
طالبانِ حریم حق کے لیے — راست قبلہ ہے احمدِ نوری
گُل بغداد کی مہک میں بسا — بھینا بھینا ہے احمدِ نوری
وہ عوارت کا نور بار سراج — جگ اجالا ہے احمدِ نوری
آلِ احمد ہیں مصطفےٰ کے چاند — ماہ پارا ہے احمدِ نوری
خسروِ اولیاء ہیں آلِ رسول — شاہزادہ ہے احمدِ نوری
میرے آقا کا لاڈلا بیٹا — نازوں پالا ہے احمدِ نوری
شبِ بدعت سے کیسے ہو کافور — نور افزا ہے احمدِ نوری

تیری نسبت پہ، تیری رحمت پر — میرا دعویٰ ہے احمدِ نوری
جس کا میں خانہ زاد تو اس کا — پیارا بیٹا ہے احمدِ نوری
میرے آقا کا تجھ پہ، اور تیرا — مجھ پہ سایہ ہے احمدِ نوری
نورِ احمد مجھے بھی چمکا دے — نام تیرا ہے احمدِ نوری

اتنا کہہ دے، رضا ہمارا ہے
پار بیڑا ہے احمد نوری !

بشارت جلیلہ :۔ اس قصیدہ مبارکہ کو استماع فرما کر حضور ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہ العزیز کو [illegible] عمامہ معطر و معنبر عطا فرمایا اور اپنے دست اقدس سے آپکے سر مبارک پر [illegible] اعلیٰ حضرت مولانا مطیع الرسول محمد عبد المقتدر صاحب قادری بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس عطیہ بہیہ کی تاریخ فی البدیہہ تاج الفخر فرمائی
۱۳۱۵

(بحوالہ مشرقستان اقدس مطبوعہ بریلی)

مختصر سوانح حیات

حضرت نور العارفین الکرام، سلالۃ الواصلین العظام، حامیٔ شرع مبین، رکن رکین دین متین، سیدنا وسندنا، مولانا ومقتدانا السید الشاہ ابوالحسین احمد نوری الملقب بہ میاں صاحب۔ قادری برکاتی آلِ رسولی تاجدارِ مسند مارہرہ مطہرہ قدس سرہٗ۔

خاندان برکاتیہ عالیہ کا آغاز سرزمین مارہرہ میں ۱۰۱۷ ہجری، عہد جہانگیر میں مقدام العارفین حضرت سید شاہ عبد الجلیل خلف اکبر سند المحققین حضرت میر سید شاہ عبد الواحد بلگرامی، قدس سرہما کے یہاں تشریف لانے اور مستقل قیام فرمانے سے ہوا۔ جسے اب قریباً چار سو سال ہونے آتے ہیں۔ اس خاندانِ فضل وکمال سے عرفان و ہدایت وارشاد وولایت کے بہت سے مہرِ درخشاں، ماہِ تاباں طالع ہوئے۔ جن کے انوار نہ صرف مارہرہ اور اس کے مضافات کو منور فرماتے رہے، بلکہ ان کی روشنی حدودِ ہند سے گزر کر اطراف عالم میں دور دراز تک پہنچی۔ قطب العارفین شمس الدین حضرت سیدنا الشاہ آل احمد اچھے میاں صاحب قدس سرہ کا نام نامی اسم گرامی، اس باب میں سند والی ہے۔ آپ کے کشف وکرامات وخوارقِ عادات زبان زد خواص وعوام ہیں۔ مختصر یہ کہ آپ مظہر جناب غوثیت مآب تھے۔

حضرت سید شاہ آل برکات ستھرے میاں قدس سرہٗ کہ حضرت اچھے میاں قدس سرہٗ کے برادر خورد ہیں۔ ان کے ایک صاحبزادے حضرت السید الشاہ آل رسول قدس سرہٗ ہیں، آپ کی ولادت کریمہ ۱۲۰۹ھ کو مارہرہ شریف میں ہوئی۔ آپ نے اپنے عم مکرم حضرت سید شاہ آل احمد اچھے میاں صاحب قدس سرہٗ کے خلفاء مولانا الشاہ عبد المجید صاحب اور حضرت مولانا الشاہ سلامت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما علوم ظاہری کی ابتدا فرمائی اور حضرت مولانا نور و مولانا انوار فرنگی محلی اور حضرت مولانا الشاہ عبد العزیز

[illegible] اکابر علماء سے تکمیل کو پہنچایا۔

آپ کے ایک صاحب زادے سید شاہ ظہور حسن صاحب جن کی ولادت ۱۲۲۹ھ [illegible] والد ماجد ہیں حضرت قدوۃ الکاملین زبدۃ العارفین حضرت سیدنا السید الشاہ ابوالحسین نوری کے۔ سید ابوالحسین احمد نوری کی ولادت ۱۲۵۵ھ ہے۔ آپ نے دو عقد فرمائے [illegible] ولادت ہوئی۔ خلافت وبیعت آپ کو اپنے جدِ امجد سے تھی۔ علوم ظاہری کی تکمیل [illegible] مولانا نور احمد صاحب بدایونی، مولانا محمد سعید صاحب بدایونی، حضرت مولانا عبد القادر صاحب بدایونی، حضرت مولانا فضل رسول بدایونی اور مولانا احمد حسن صاحب صوفی مراد آبادی [illegible] اور تربیت وتعلیم علوم باطنی اپنے جدِ امجد اور اپنے گھر کے اکابر خلفاء مثل مولانا الشاہ [illegible] رسول صاحب بدایونی اور شاہ شمس الحق تنکا شاہ صاحب بخاری سے پائی۔ آپ کے [illegible] اور ہزار ہا مرید ہیں۔ آپ کا وصال شریف مارہرہ میں گیارہ رجب المرجب ۱۳۲۴ھ میں ہوا اور دالانِ پائیں گنبد حضرت سید شاہ برکت اللہ قدس سرہٗ میں دفن ہوئے۔ آپ کی تصانیف وتالیف سے چند رسائل [illegible] و عقاید و آداب مریدین و اوراد و اذکار و اشغال و اعمالِ نفعہ میں ہیں۔ سراج العوارف مطبوعہ کا ترجمہ آپ کے [illegible] ہے۔ آپ شعر بھی کہتے تھے، اول تخلص سعید فرماتے تھے، پھر نوری کر لیا تھا۔

(تاریخ خاندان برکات)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ساری خوبیاں اللہ کو جس نے اپنی معرفت کے چراغ، اپنے شناساؤں کے دلوں میں روشن فرمائے۔ پھر اپنے (پسندیدہ) دین کی راہیں، ان لوگوں پر واضح کر دیں جن کی آنکھیں دلیل یقین سے منور ہیں، اور شریعت (محمدیہ) کو، راست روؤں کے لیے کشادہ راہ بنایا کہ ملحدوں کے شبہات، اس کے قریب جاتے ہی کمزور پڑجاتے ہیں، اسی نے حقیقتِ حقہ کے لیے ظاہر و باطن بنایا اور اسی نے چشمۂ شریعت کو (پیاسوں کے لیے) مرجع و مصدر بنایا (کہ لوٹ لوٹ کر اسی گھاٹ سے سیراب ہوتے ہیں) تو (خدائے تعالیٰ تک رسائی کے) اس کے سوا سارے دروازے بند ہیں اور وہ حقیقت جسے شریعت محمدیہ رد فرما دے الحاد اور مردودِ بارگاہ ہے۔

اسی نے اپنے فضل سے سلوک (و قربت) کی راہ ہویدا کی کہ غلاموں کو (جو فقر کی راہوں پر گامزن ہیں) بادشاہوں کی مجلسوں تک پہنچاتی ہے (اور وہ سلاطین ان درویشوں کو عزت و احترام کا مقام دیتے ہیں)

اسی نے تصوف کو (کہ نفسانی آلائشوں سے صفائی کا اعلیٰ ذریعہ ہے) اتباعِ شریعت کی زینت سے آراستہ کیا، اور اس کے ارد گرد کے مقامات کو قبیح بدعتوں کے عیبوں سے (بچا کر) اپنی حفاظت میں لے لیا۔

ولہذا اپنے قرب و ولایت کی نعمتوں سے اہل سنت کو مخصوص فرمایا، جو (کسی امام مجتہد کے) فقہ کے پابند اور اس کی رہنمائی میں آگے بڑھتے ہیں۔ وہی اس کے

اہل ہیں کہ ان کی اقتدا کی جائے، اور انہیں کے نور سے ہدایت لی جائے تو جو ان کے نقش قدم پر چلتا ہے کا ہرگز ہلاکت میں نہ پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں ان کی وجاہتوں کے طفیل، ہمیں بھی انہیں بامرادوں میں بنائے جو عرفان و یقین کی نعمتوں میں فائز المرام ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کی فاضل ترین صلوات و کامل ترین تسلیمات اور پاکیزہ ترین تحیات اور افزوں ترین برکات، بہترین مخلوقات پر جو افق کائنات کے روشن سورج ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے معدن وہ کہ جن سے کائنات کی ابتدا ہوئی اور انہیں پر انتہا، وہ ہر ذریعہ معرفت ہیں اور وہی منتہیٰ، بلکہ سب کچھ انہیں کے وسیلہ سے ظہور میں آیا اور سب کچھ انہیں میں مخفی ہے، انہیں سے ہر شئے کی تجلی ہے اور ہر چیز انہیں میں گم ہے، تمام کا تمام انہیں کے وسیلے سے ہے اور تمام کا تمام انہیں میں پوشیدہ، تمام کا تمام انہیں سے ہے اور تمام کا تمام انہیں کا، تمام کا تمام انہیں کی طرف متوجہ ہے اور انہیں کی مرضی پر تمام نور ہی کل ہیں، انہیں سے جود نے فیض پایا اور انہیں سے وجود نے فیضان لیا۔ انہیں کے جود سے شریعت و طریقت کے پھلوں میں پختگی آئی اور انہیں کی عطا سے معرفت و حقیقت کے درختوں نے پتے دیئے۔

وہی نورِ حق، وہی ظلِ رب ہے انہیں سے سب ہے انہیں کا سب
نہیں ان کی ملک میں آسماں کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں

(امام احمد رضا)

ان کی کرامت مآب آل اور عظمت مآب صحابہ پر، اور ان کی امت کے اولیاء پر جو کاملین کے سرتاج ہیں اور ان کی ملت کے علماء پر، جو عاملین کے قائد رہنما ہیں۔ (درود و سلام)

خصوصاً مرکزِ دائرۂ ولایت، قطب مدارِ عرفان و ہدایت، پر جو اس کے اطراف کو محیط اور اس کی جوانب پر گرفت رکھنے والے ہیں۔ یہ وہ ہیں کہ انہیں سے ابتدائے ولایت ہے اور انہیں پر اس کا اختتام۔ انہیں پر اس کا ورود ہوتا ہے اور

انہیں کے ہاتھوں اس کی تقسیم۔ تو اس عالم میں کوئی ولی ایسا نہیں جو ان کی طرف
احتیاج نہ رکھتا ہو اور ان کے حضور اپنے اسرار میں با ادب نہ ہو۔ ایسے بلند حوصلہ
کہ تمکین ہیں ان سب سے بالا، اور ساری گردنیں ان کے روبرو، ادب سے
جھکی ہوئی ہیں۔ (وہ کون)

ہمارے آقا، ہمارے مولیٰ، غوث الثقلین، غیاث الکونین، مغیث المومنین
ولی الاولیاء و افراد الاصفیاء و قطب ربانی ابی محمد سید الشیخ الامام عبدالقادر جیلانی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنّا۔

قیامت کے روز مولیٰ تبارک و تعالیٰ ہمارا حشر ان کے خدام میں فرمائے جس دن
ان کے پیش خدمت اُن کے ساتھ اور ان کی حمایت میں ہوں گے۔

اور ان سب کے ساتھ اُن سب کے طفیل، اُن سب کے وسیلے، ہم سب پر بھی
(درود و سلام)

۱۔ جب تک اسرار معرفت کی تابشیں
۲۔ اور مشرقستان غیب سے تجلیوں کی شعاعیں
۳۔ دلوں کے مطلعوں پر جلوہ فگن
۴۔ نور بار رہیں۔

آمین آمین آمین۔ یا ارحم الراحمین

بعدہٗ عرض گزار ہے یہ فقیر سید ابوالحسین احمد نوری ملقب بہ میاں صاحب
مارہروی قادری برکاتی (چشتی نظامی) اللہ تعالیٰ اسے اُس کے اسلاف کرام کے طریق و
روش پر ثابت قدم رکھے اور ان سے، اور اُن کے طفیل اس بندہ سے بھی تا قیام قیامت
راضی رہے "کہ دنیا گذشتنی و گذاشتنی اور بالآخر کام سر انجام پانا ہے۔ اس حی و قیوم
کے ساتھ (کیونکہ قانون قدرت ہے، کہ جیسے لذت کام و دہن کے لیے دنیاوی زندگی
کا شربت خوشگوار پاتے ہیں، لامحالہ اسے ایک روز موت کا بے ذائقہ جام بھی چکھتے
ہیں (اور وہ جان و جہان سے گزر جاتا ہے) خواہ اسے گوارا ہو یا گوارا نہ ہو

... نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ (جو اللہ سے ملنا پسند
... اللہ اس کو ملنا پسند فرمائے گا اور جو اللہ سے ملنے کو مکروہ رکھے گا، اللہ
... رکھے گا۔ (صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ! ہم میں کون ایسا ہے
... مکروہ نہ رکھے۔ فرمایا یہ مراد نہیں بلکہ (جس وقت دم سینہ پر آئے اس
... نہیں ہے۔"

... ہر متنفس پر ایسی چیز کی تلاش لازم ہے جس کی بدولت وہ کڑوا گھونٹ
... میٹھا اس سے بڑھ کر میٹھا ہو جائے اور جان کنی کے وقت اُسے اپنے
... سے ملنے کا ایسا اشتیاق ہو جیسے تپتی دوپہر کا پیاسا، سورج کی تمازت
... اور گرم ہواؤں کے جھونکوں کے وقت، سرد ٹھنڈے خوشگوار اور میٹھے
... کا ہوتا ہے بلکہ اس سے بڑھ کر۔ چونکہ جب یہ شوق ملاقات اس
... کا ہو تو بحکم حدیث شریف وہ یکتا و منفرد بھی اس بندہ سے ملنا پسند فرمائے گا
... سے ملنا، اللہ عزوجل کو محبوب اور اس کی رضا سے ہو تو نتیجہ صاف ظاہر ہے
... انعامات جنت اور ملائکہ رحمت بلکہ خود حضرت رسالت مآب علیہ افضل الصلوٰت
... اس سے مل کر مسرور و دلشاد ہوں گے اور یہی معنی وہ ہیں جو
... اشتاقت الجنۃ الی اربعۃ کہ جنت خود مشتاق ہے چار بندوں کی
... شریف یا لیتنی رأیت اخوانی کاش میں اپنے بھائیوں کو دیکھ
... سکتا ہے، مگر یہ مقام اُس وقت تک میسر نہیں تا جب تک کہ دل عقائد
... اور [illegible] ہو۔ حدیث شریف میں ہے فرمایا کہ اهل البدع شر
الخلق والخلیقۃ (بدعتی لوگ تمام جہان سے بدتر ہیں) اور دوسری حدیث
... اصحاب البدع کلاب اهل النار (دارقطنی) اہل بدعت دوزخیوں کے
... ہیں، تو یہ بات کیونکر ممکن ہے کہ حق جل و علا اور اس کے محبوبان برحق اور اس
... [illegible] کہ جنہیں [illegible] ہیں۔ ان لوگوں کو اپنا دوست بنائیں
... سے ملنا پسند کریں جو بدترین خلائق ہیں اور جہنمیوں کے کتے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

(صبح قیامت کو) روزِ روشن کی طرح یہ بات تجھ پر عیاں ہو جائے گی کہ رات کے
اندھیرے میں عشق کس سے لڑایا
لہٰذا فقیر نے ایسے حالات میں کہ آفات و آلام کا ہجوم ہے اور قسم قسم کی بیماریوں
کا اثر دائم اپنی یادگار اور اپنے پسماندگان و متوسلین خاندان کے لیے بطور نمونہ یہ ایک
مختصر کتاب جو ساٹھ لمعات وصایا، عقائد، تصوف، سلوک، فقہیات، اخلاق و دیگر فنون
مختلفہ پر مشتمل ہے، ترتیب دی اور اس کا نام بلحاظ تاریخ رکھا۔

سراج العوارف فی الوصایا والمعارف ۱۴۰۹ھ

میں بارگاہِ الٰہی سے سوال کرتا ہوں کہ اسے اپنے وجہِ کریم کے لیے خالص بنا
دے اور اس کتاب سے اس فقیر کو، اس کے پڑھنے والوں اور کاتب و ناظرین کو
نفع بخشے، اُس روز کہ نہ کسی کا مال کام آئے گا نہ اولاد مگر ہاں جو بچا دل سلامت لے
اللہ تعالیٰ کے حضور آئے۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ
اجمعین الی یوم الدین والحمد للہ رب العٰلمین۔

پہلا لمعہ تا تیس وصیتوں کے بیان میں

... یقینی ... دیکھ کر اس فقیر کو سفرِ آخرت درپیش ہے لہٰذا قریب
... بڑی عظیم، حقیقیہ و لشادر کی تعلیمیں اور اپنے اسلاف کرام و آباء و اجداد
... وصایا میں مشغول ہوں اور دنیائے دنی سے پناہ دل پھیرے ہوئے۔
... اور نافرمانیوں سے توبہ کرتا ہوں اور آئندہ کے لیے جب تک زندگی
... سے دور رہنے کا عزم کرتا ہوں۔ مولیٰ تعالیٰ جل جلالہ و عم نوالہ اُس
... فرما کر بخشے، اور سلسلہ عالیہ قادریہ کے مرشدانِ طریقت کے طفیل میری
... مومنین و مومنات کی بخشش فرمائے اور اولیائے کے عالی درجات اور بلند
... فرمائے اور انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین کے جوارِ اقدس میں
... کرے جو بہترین رفیق ہیں۔ آمین یا رب العٰلمین۔

... وصیت یہ ہے کہ

... اسلام کو قبول کرنے کے بعد مذہب اہل سنت و جماعت پر
... اور صوفی مسلک ذوق اور مشرب کے مطابق اپنا ظاہر و باطن آراستہ
... باعتبار دیگر اپنا ظاہر شریعت غرّا روشن و تابناک کے موافق
... عالیہ کے مطابق بنائیں، شریعت میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کوفی
... عنہ کے مقلد رہیں اور طریقت میں حضور پُرنور حضرت غوث اعظم
... تعالیٰ عنہ کے متبع و فرماں بردار رہیں۔ تمام احکام اسلام کی تعمیل پیری
... جائیں، علماء و فقراء کا ادب ملحوظ رکھیں، خانقاہ و درگاہ شریف کی خدمت

(صبحِ قیامت کو روزِ روشن کی طرح یہ بات تجھ پر عیاں ہو جائے گی کہ رات کے اندھیرے میں عشق کس سے لڑایا)

لہٰذا فقیر نے ایسے حالات میں کہ آفات و آلام کا ہجوم ہے، اور قسم قسم کی بیماریوں کا اژدہام اپنی یادگار اور اپنے پسماندگان و متوسلین خاندان کے لیے بطور نمونہ یہ ایک مختصر کتاب جو ست لمعات وصایا، عقائد، تصوف، سلوک، فقہیات، اخلاق اور فوائد مختلفہ پر مشتمل ہے، ترتیب دی اور اس کا نام بہ لحاظ تاریخ رکھا۔

سراج العوارف فی الوصایا والمعارف ۱۳۰۵ھ

میں بارگاہِ الٰہی سے سوال کرتا ہوں کہ اسے اپنے وجہِ کریم کے لیے خالص بنائے اور اس کتاب سے اس فقیر کو، اس کے پڑھنے والوں اور کاتب و ناظرین کو نفع بخشے اس روز کہ نہ کسی کا مال کام آئے گا نہ اولاد، مگر ہاں جو اپنا دل سلامت لے اللہ تعالیٰ کے حضور آئے۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد وآلہٖ وصحبہٖ اجمعین الیٰ یوم الدین والحمد للہ رب العٰلمین۔

پہلا لمعہ (تالیس وصیتوں کے بیان میں

[illegible] : یاد رکھو کہ اس فقیر کو سفرِ آخرت در پیش ہے بلکہ قریب [illegible] تحیۃ و شادی کی تعلیمیں اور اپنے سلف کرام و آباء و اجداد [illegible] میں مشغول ہوں اور اپنے دل سے پناول پھیرے ہوئے۔ [illegible] نافرمانیوں سے توبہ کرتا ہوں اور آئندہ کے لیے جب تک زندگی [illegible] سے دور رہنے کا عزم کرتا ہوں، مولیٰ تعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ اس [illegible] کر بخشے۔ اور سلسلہ علیہ قادریہ کے مرشدانِ طریقت کے طفیل میری [illegible] کی بخشش فرمائے اور دنیا ئے کے عالی درجات اور بلند [illegible] انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین کے جوار [illegible] میں [illegible] کر دی بہترین رفیق میں۔ آمین یا رب العٰلمین۔

[illegible] وصیت یہ ہے کہ

[illegible] اسلام کو قبول کرنے کے بعد مذہب اہل سنت وجماعت پر [illegible] سنی مسلک و ذوق و مشرب کے مطابق بلحاظ ظاہر و باطن آراستہ [illegible] باعتبار دیگر اپنا ظاہر شریعتِ غرّا اور روشن و تابناک کے موافق [illegible] کے مطابق بنائیں۔ شریعت میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کوفی [illegible] اللہ عنہ کے مقلد رہیں اور طریقت میں حضور پُرنور حضرت غوث اعظم [illegible] تعالیٰ عنہ کے متبع و فرمانبردار رہیں۔ تمام احکام اسلام کی تعمیل و پیروی [illegible] بنیں۔ علماء و فقراء کا ادب ملحوظ رکھیں۔ خانقاہ و درگاہ شریعت کی خدمت

بجا لاتے رہیں۔ نماز پنجگانہ کے لیے مسجد کی حاضری اور نماز باجماعت اختیار کریں۔ خصوصاً والدین اور اپنے شیخ طریقت اور علوم دینیہ کے اساتذہ اور ان کی اولاد کی خدمت گزاری میں کوشش کرتے رہیں۔ اپنے شیخ طریقت کو، اپنے زمانہ کے تمام مشائخ سے اپنے حق میں برتر و بالا جانیں۔ اپنے آپ کو تمام مخلوقات الٰہی سے ذلیل و بے قدر سمجھیں، اور ہمیشہ ہمیشہ تواضع پسند اور منکسر المزاج رہیں۔

دوسری وصیت یہ ہے کہ شریعت محمدیہ کی جملہ اقوال و افعال میں اتباع اور احکام طریقت کی بجا آوری کے بعد ایسے پیر کے ہاتھ پر بیعت ہوں جس میں یہ تین شرطیں بخوب تحقیق و تفتیش کے بعد دیکھ لیں۔

۱۔ وہ صحیح العقیدہ سنی مسلمان ہو۔

۲۔ شریعت مطہرہ کے احکام پر کاربند ہو۔

۳۔ اس کا مسلک بھی صحیح ہو۔ یعنی اسلام میں مذہب اہلسنت و جماعت کا پابند ہو۔

یعنی جو شریعت کا اتباع کرتا ہو اور طریقت میں کسی ایسے شیخ کا مرید ہو جس کا سلسلہ صحیح و ثابت ہو۔ یہ نہ ہو کہ کسی ارادت و بیعت اور خلافت کے بغیر خود بخود، بلا اجازت شیخ، دوسروں کو مرید کرے اور لوگوں کو فریب دے کر اپنے دام تزویر میں پھنساتا ہو۔ الٰہی ہمیں ہمارے اعمال کی ندامت سے بچا۔

لہٰذا خوب واضح رہے کہ ایسے شیخ کے ہاتھ پر جو ان شرائط پر پورا اترتا ہو، بیعت کے بعد اس کے پاس حاضر رہ کر، کچھ روز قیام کریں۔ اور مجاہدۂ باطن کی طرف متوجہ ہوں پھر اس راہ کی طرف حصولِ نسبت، بلکہ منصبِ خلافت پانے کے بعد بھی ہمیشہ ہمیش یاد الٰہی میں مشغول رہیں اور خدا سے بجز خدا کچھ اور طلب نہ کریں کہ جب خدا مل گیا تو خدائی ہاتھ آگئی، ہر چیز مل گئی، اس لیے کہ ماسویٰ اللہ کوئی چیز نہیں۔ جو کچھ ہے وہی ہے۔ یعنی تنہا وہی ہے کہ وجود اسی کے لیے ہے باقی سب ظلال و پرتو)

الا کل شیء ما خلا اللہ باطل

کل ھالک الا وجھہ وکل من علیھا فان وکل نفس ذائقۃ الموت)

پھر اس سے اس کے غیر کی طلب بے ہودہ ہو، تو ایک لمحہ ایک آن مولا تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ رہیں۔ اور ایک سانس بے کار نہ جانے دیں۔ اور خود کو یاد ہی میں مشغول رکھیں کہ کسی اور کام کی فرصت ہی نہ پائیں۔

تیسری وصیت یہ ہے کہ اپنے خاندانی شیخ یا اس خاندان کے شیخ کی اولاد، جنہیں اپنے آباؤ اجداد سے بیعت و خلافت حاصل ہو یا اپنے شیخ کے خلفاء کے علاوہ کسی اور خاندان میں بیعت نہ ہوں اور حتی الامکان جہاں تک بس چلے، اپنے خاندان کے شیخ کی غلامی نہ چھوڑیں۔ اور اپنے پیر کے علاوہ، ان کے ہمسر و ہم عصر پیروں سے کوئی سروکار اس باب میں نہ رکھیں ؎

باغ ما را چہ حاجت سرو و صنوبر است
شمشاد خانہ پرور ما از کہ کمتر است

یعنی ہمارے باغ کو کسی سرو و صنوبر کی کیا حاجت ہے کہ ہمارے گھر کا پرورش پایا بلند و خوشنما درخت شمشاد، آخر کس بات میں، دوسروں سے کم ہے۔ ؎

ہم تمہارے ہو کے کس کے پاس جائیں — آپ ہم پر تو رحمت کیجئے

عزیز بیٹے، جب تو نے ایک پیر کے ہاتھ پر جو جامع شرائط بیعت ہے، بیعت کر لی تو دوسرے پیر کی طرف نظر بھی نہ دوڑا تاکہ تو ہرجائی نہ مشہور ہو جائے الا ماشاء اللہ کہ ضرورتیں ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں۔ (الضرورات تبیح المحظورات)

اور یہ وصیت گرچہ باعتبار عموم الفاظ، عام ہے لیکن اس کا خصوصی تعلق درگاہ مارہرہ شریف کے خاندانی برکات کی اولاد سے ہے۔

چوتھی نصیحت یہ ہے کہ بقدر ضرورت، کتاب و سنت سے علم دین کی تحصیل میں

پوری پوری جد و جہد کریں۔ اور اس فریضہ کو دوسرے تمام امور پر مقدم رکھیں۔ اس سے
فراغت پاکر پھر طریقۂ باطنی (سلوک و تصوف) میں قدم رکھیں۔ اس لیے کہ جاہل صوفی
اور ناواقف عبادت گزار شیطان کا مسخرہ ہے وہ محض ناکارہ اور ناقابلِ قبول۔

اس کے علاوہ درجات کی ترقی، مراتب کی بلندی، اور ملکات کی دریافت۔ اس راہ
میں صرف عالم دین کو حاصل ہوتی ہے، جاہل کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔ اور وہ جلوہ سامانی
اور نکتہ بینی کہ صاحبِ علم، سالک کو میسر آتی ہے، کسی بے علم کا اس میں کوئی نصیبہ نہیں۔
ہاں مشیت ایزدی شاملِ حال ہو اور مولا تعالیٰ اُسے اپنے فضل سے نواز کر کسی مرتبۂ
اعلیٰ تک پہنچا دے اور کسی صاحبِ علم کا ہم مرتبہ و ہم پایہ بنا دے تو یہ محال و ناممکن
تو نہیں، البتہ اس کا وقوع بہت نادر ہے اور نادر معدوم کی مانند ہے۔

الٰہی ہمیں علمِ نافع، فہمِ کامل اور عرفانِ تام عطا فرما۔ اور ہمیں جہالت و غفلت میں
ہلاک نہ کر۔ بے شک تو پروردگارِ داتا ہے اور میں بندۂ نادان و غافل۔

برحمتک یا ارحم الراحمین

اس مقام کی مناسبت سے ایک حکایت یاد آئی جسے لکھنا مفید معلوم ہوتا ہے
یہ حکایت میں نے جدی و مرشدی حضرت سید شاہ آلِ رسول احمدی
(مرشدِ گرامی امام اہلسنت امام احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ العزیز)
کی زبانِ فیض ترجمان سے سنی تھی کہ

ایک روز حضرت مودود چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شہر میں ایک
درویش وارد ہوا جس کی نسبت قوی اور حالت اچھی تھی، یہاں تک کہ شہریوں کا ایک
بڑا گروہ، اُن کے کمالات کا معتقد و گرویدہ ہو کر ان کی طرف رجوع ہوا۔ ادھر شہر
کے ایک بڑے طبقہ نے ان صاحبزادے کو برانگیختہ کیا کہ فلاں درویش آخر ہمارے
آیا ہی کیوں؟ اور آیا تو اب ہمارے شہریوں کو اپنے کمالات کی طرف کیوں رجھاتا

ہے۔ لہٰذا مناسب یہی ہے کہ اُسے اس شہر سے باہر نکال دیا جائے۔
یہ مشورہ دے کر اُن لوگوں نے صاحبزادہ کو اپنی موافقت پر آمادہ کر لیا اور
مخالف ہوتے گئے۔ لیکن وہ نووارد درویش چونکہ ایک کامل بزرگ تھے، اس لیے یہ
لوگ ان کی ایذا رسانی پر قدرت نہ پا سکے۔ اور صاحبزادہ صاحب چونکہ اس وقت کم سن
تھے اور محض شہریوں کی انگیخت پر اُن درویش کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے تھے، لہٰذا
ان درویش صاحب نے صاحبزادہ کو اپنے پاس بلایا، شفقت سے پیش آئے، مہربانی
کا سلوک فرمایا اور نصیحت فرمائی کہ بابا پہلے علمِ دین پڑھو۔ اس کے بعد فقیری کا دعویٰ
کرو، اس لیے کہ جاہل عبادت گزار شیطان کا مسخرہ ہے۔ اور چونکہ صاحبزادہ کا [illegible]
عالم ہونا مقدراتِ الٰہیہ سے تھا۔ اس لیے آپ نے ان بزرگ کی نصیحت پر عمل
کیا، کہ جس بلند مرتبہ پر پہنچنا تھا اس پر پہنچے۔

پانچویں نصیحت یہ ہے کہ دنیا ہی میں سے اگر کوئی منظر میں آئے تو تمہارا
دستِ عقیدت ہو اور اس کا دامن تھامے تو تند مزاجی سے پیش آئیں اور اس کی
خدمت کو دارین کی سعادت جانیں۔ لیکن اس مقام پر اپنا قدم پوری پوری ہوشیاری
و توجہ و آگاہی کے ساتھ جمائیں۔ اس لیے کہ اس دور میں اس کام کی اصلیت مفقود
ہے اور ظاہری ہم جنسی موجود۔ کسی کی چرب زبانی اور شیریں بیانی پر فریفتہ نہ ہوں کہ
مردانِ خدا اس دور میں کبریتِ احمر خالص سونے سے زیادہ نایاب ہوتے ہیں۔
کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی کے دامِ فریب میں گرفتار ہو جائیں۔

لہٰذا گوشۂ عافیت میں بیٹھ کر عبادت ہی میں مشغول رہیں، اور آنے جانے والوں
سے بقدرِ مقدرت اگرچہ جو کچھ بھی میسر آئے تواضع و خدمت کریں۔ سائل کو
بھی مقدور بھر محروم نہ لوٹائیں، اور اپنے ذاتی کام کے لیے، کسی دنیادار کی چاپلوسی و خوشامد
نہ کریں۔ اس لیے کہ یہاں بھی بہ مدد غیب کارسازِ حقیقی ہی کام بناتا ہے۔ ہاں دوسروں کی کوئی

ایسی جائز حاجت در پیش آ جائے خصوصاً اپنے دینی و یقینی بھائیوں کی تو دلداری
کے ہر طریقہ مثلاً سفارش مدد وغیرہ کو عمل میں لائیں اور اپنی مقدرت بھر حتی الامکان اس
میں اس میں کوشاں رہیں۔ اگرچہ اس میں خود اپنا نقصان اور ضرر ہو۔ اسے پس پشت نہ
ڈالیں کہ حکم یوں ہی ہے۔ اور اے میرے بھائیو! اس کام میں تم پر کوئی وبال و عتاب نہ
ہوگا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

چھٹی نصیحت یہ ہے کہ آیۂ کریمہ اَطِیْعُوا اللّٰہَ و اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ کے معنی یعنی
ہر حال میں اللہ کی طاعت کرو اور رسول کی طاعت کرو بطوع و رغبت کے
بلکہ یہی آیت ہمارے شیخ کی جامع و مانع وصیت ہے، اپنی خصومتوں کی اصلاح،
اور مقدمات کے تنازع نپٹانے کے لیے زمانۂ حال کے ملکوں کی طرف رجوع نہ ہو
بلکہ کتاب اللہ یعنی قرآن شریف اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت و
شریعت یعنی حدیث و فقہ و اصول و تفسیر کی طرف رجوع ہوں اور اپنے تنازعے ان
کی بارگاہوں میں پیش کریں اور انہیں کی جانب متوجہ رہیں جیسا کہ اس آیت کے
بعد دوسری آیت میں آیا کہ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ۔
لہٰذا شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ و سلام کی طرف رجوع لائیں
اور متوجہ ہوں۔ اسی کو اپنے اوپر لازم جانیں کہ یہی عین ایمان ہے۔
میں اسی فکر و اندیشہ میں تھا کہ میرے دل نے مجھ پر عتاب کیا اور میری جان نے
بڑا پیچ و تاب کھایا کہ بقول مشہور ع خود را فضیحت و دیگراں را نصیحت

اوروں کی بڑی بات تو جاتی نہیں تم کو
پر اپنی بُرائی نظر آتی نہیں تم کو

ارے روسیاہ! تو نے خود کون کون سی نیکی کی ہے کہ دوسروں کو نصیحت کرتا
ہے اور اپنے آپ کو پند و نصیحت کے اہل افراد میں شمار کرکے، پند و نصیحت کا

... زمان کی بلندی تک پہنچاتا ہے یہ سب کچھ شیطانی وسوسہ ہے کہ تیرے دل
میں آیا ہے اور تجھے دوسروں کو نصیحت پر ابھارتا ہے۔ تجھے اس کے کید و مکر
اور فریبوں کے ڈھنگ نہیں معلوم۔ ایسا نہ ہو کہ تجھے وہ نقصان پہنچائے۔ آیۂ کریمہ
وَیُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا (جو چاہتے ہیں کہ بے کیے ان کی تعریف ہو)
اور آیۂ کریمہ لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (وہ کیوں کہتے ہو جو خود کرتے نہیں)
کا مضمون کہ ایسے لوگ قابل مذمت ہیں اپنے ذہن میں رکھ۔ اور شیطان کے کہنے
پر جو کرتا ہے وہی کہہ اور جو کہتا ہے وہی کر۔ تاکہ مخلوق بھی انہیں میں تیری
تعریف و توصیف کرے جو تو کرتا ہے، نہ یہ کہ اس کے برخلاف تیری تعریف کریں
اور تو اس پر پھول جائے۔ یہ حرکت تو اچھی نہیں۔"
لیکن اس سب کچھ کے باوجود کرنا کیا چاہیے۔ بس یہی کہ یہی اچھا ہے کہ تو توبہ
کو نہ دیکھ کر کہ سراپا گنہگار ہیں۔ ہمارے اس قول کو دیکھ کہ ہم شرمسار ہیں۔ الٰہی!
باپ اگر خراب و آوارہ ہو جائے تاہم وہ بیٹے کی آوارگی کا روادار نہیں ہوتا۔ ع

گر گوہر طاعتت نہ سفتم ہرگز — ور گرد گنہ ز رخ نرفتم ہرگز
نومید نیم ز آستان کرمت — زیرا کہ یکے را دو نگفتم ہرگز

یعنی میں اگرچہ تیری بندگی کے موتی نہ پرو سکا اور گناہوں کے خس و خاشاک
یا اس کے قرب و نزدیکی سے اپنا منہ نہ پھیر سکا۔ پھر بھی میں تیرے کرم والے
آستان سے ناامید نہیں اس لیے کہ میں نے تجھ ایک خدا کو کبھی دو نہ کہا۔

ساتویں نصیحت یہ ہے کہ اپنے دین و عقائد پر ایسے سخت اور مضبوط رہیں کہ
دوسرے متعصب سمجھیں۔ اس لیے کہ دین حق و عقائد حقہ میں تعصب مقبولیت
کی علامت ہے۔ اور محمود و پسندیدہ۔ اور دین باطل میں غلو و غالی ہونا اور الجھنا بدبختی
کی نشانی ہے اور مذموم و ناپسندیدہ۔

فرمائیں، لیکن شیخ نے صاف انکار کر دیا اور فرمایا کہ میرے نزدیک، کوئی مال حلال اور پاکیزہ نہیں، مگر میرے والد ماجد کا ترکہ، جس سے کتنا پیتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ وہ میری تمام عمر کے لیے کافی ہے۔ اور بالفرض اگر وہ تمام مال خرچ ہو گیا اور میں زندہ رہا تو اپنے استاذ محترم یعنی امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مال سے قرض لے کر اپنی گزر اوقات کروں گا کہ ان کے مال کو بھی میں اپنے والد ماجد کے مال کی طرح حلال و پاکیزہ سمجھتا ہوں، تو اس سے بقدر سدرمق (کہ زندگی کا سہارا رہے) کھا پی کر زندگی گزار دوں گا۔ یہ فرما کر ملاقات ختم کی، بادشاہ کو اجازت رخصت دی اور خود بندگی میں مشغول ہو گئے۔

برادر عزیز! اللہ تعالیٰ نے دنیا پیدا فرمائی مگر روز پیدائش سے کبھی اس کی طرف نہ دیکھا۔ لہٰذا مخلوق خدا پر بھی اپنے خالق کی فرمانبرداری لازم ہے اور یہ اس وقت پوری طرح میسر آئی ہے کہ دنیا سے دل نہ لگائیں۔ اسے جی بھر کر نہ دیکھیں، نہ آنکھیں بند کر کے اسے برتیں، اور بالکل اسی طرح یہ بھی لازم ہے کہ دنیاداروں سے خلط ملط نہ رکھیں، اور ان سے مانوس نہ ہوں۔ مگر اسی قدر کہ حق تعالیٰ کے لیے جو اور شریعت محمدیہ اس کی اجازت دے تو بس حاجت شرعیہ کے وقت بقدر حاجت معاملہ روا جانیں، کہ یہ دنیاداری نہیں اور نہ درحقیقت یہ دنیا سازی ہے۔

یہ ایسے ہی ہے جیسے غربا و مساکین کے لیے مال کا روک لینا، یا سفر حج کے انتظام اور حقوق اللہ کی ادائیگی مثلاً زکوٰۃ وغیرہ میں دینے یا حقوق عباد مثلاً اہل و عیال کے نفقہ اور ذوی القربیٰ اور یتیموں مسکینوں کی مالی امداد، یا خود اپنے قابل تعلیم تر خوراک کے لیے مال کا جمع کرنا کہ فرض ہے، اور کہیں واجب، کہیں مستحب اور کہیں موافق سنت، یہ ہرگز دنیاداری نہیں، اور نہ اس کا نام دنیاداری ہے۔ بولانا رومی فرماتے ہیں ؎

چیست دنیا؟ از خدا غافل بدن ۔۔۔ نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

(دنیا کیا ہے؟ خدا سے غافل رہنا۔ نہ اسباب خانہ، نہ چاندی اور نہ اہل و عیال)

الغرض، اللہ تعالیٰ کی راہ میں غفلت و تساہل نہ برتیں کہ یہی غفلت عین دنیا ہے، اور دنیا کی محبت تمام خطاؤں کی اساس، لہٰذا اس سے ہمیشہ نفرت رکھنا چاہیے۔

آٹھویں نصیحت یہ ہے کہ خلق خدا کو آزار نہ پہنچائیں تاکہ خود ایذا نہ پائیں، اور بمصداق احادیث کریمہ کہ

الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ ارْحَمُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ

رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے۔ زمین والوں پر تم رحم کرو، تم پر وہ رحم فرمائے گا، جس کی حکومت آسمان میں ہے۔ (ابو داؤد، ترمذی)

ارْحَمُوا تُرْحَمُوا (تم دوسروں پر رحم کرو، دوسرے تم پر رحم کریں گے)

تمام عزیز و اقارب یتامیٰ و مساکین اور غریب الوطن اشخاص اور زن و فرزند بلکہ ہر صاحب ایمان اہل اسلام مرد و عورت کے حقوق، جیسا کہ خدا و رسول نے مقرر فرمائے ہیں ان کی نگہداشت اور ان کے ساتھ احسان و مدارات کا سلوک کریں، خود کو پسندیدہ اخلاق مثلاً محبت و اخلاص موافقت و محبت و مروت وغیرہ سے آراستہ کریں، اور بری عادتوں مثلاً بغض و عناد، نفاق و دورخی، غرور و تکبر، کذب و زنا اور لواطت جیسی بے ہودہ حرکتوں سے اپنا دامن پاک و صاف رکھیں تاکہ صفات ملکوتی فرشتوں کی صفات سے متشکل ہوں، اور حیوانی و بہیمی اور شیطانی خصلتیں زائل ہو جائیں۔

گناہ صغیرہ و کبیرہ اور حکم صغیرہ و کبیرہ پر اصرار یعنی ان کی عادت ڈالنے سے پرہیز کریں کہ گناہ صغیرہ پر اصرار سے وہ گناہ کبیرہ ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے اعلان کی ہے، نافرمانی میں غرق رہنے والے از نگاہ شریعت بدترین لوگوں سے ہیں، اور اس میں معاذ اللہ اندیشہ ہے بد انجام کا کہ مرتے وقت ایمان سلب ہو جائے، یہی بری موت ہے۔ بد مذہب بدعتیوں اور دین میں نو پیدا باتوں سے جو اصول شرع کے خلاف ہیں ان کے مرتکب نہ ہوں اس لیے کہ ایسی بدعات میں ملوث رہنے والے فاسق معلن سے بھی بدتر ہیں اور ان کے پیچھے نماز جائز نہیں۔

نویں نصیحت یہ ہے کہ اس فقر کی سادگی تحریر جسے عرف عام میں اس

کہا جاتا ہے ہرگز ہرگز تکلف سے نہ کریں۔ اس لیے کہ تکلف شریعت میں ممنوع ہے اور فقیر جیسے تکلف کا روادار نہیں ہے۔ بقدرِ قلیل جو کچھ میسر آئے اُسی میں سے اپنی مقدرت کے مطابق صرف کریں۔ کسی کے مقروض نہ ہوں۔ اور فکر و تشویش کی بلا سے آزاد رہیں۔

اور اس جگہ یعنی عرس میں تلاوت قرآن کریم و قرأت حدیث شریف و درود اور کلمہ طیبہ کے ورد اور ذکرِ الٰہی کے علاوہ کوئی اور چیز، بدعات سیئہ سے نہ ہونی چاہیے اور جیسا کہ اب ہمارے زمانہ میں بدعات رواج پا رہی ہیں۔ ایسی کوئی چیز ہرگز ہرگز نہ کریں۔ مثلاً بے غرض و فضول روشنی کی کثرت، آتش بازی اور ناجائز وغیر مشروع مزامیر اور قوالوں کا اہتمام خصوصاً۔ جبکہ سننے والے نااہل ہوں ہرگز ہرگز روا نہ رکھیں۔

اسی طرح دوسرے بے جا صرفوں سے بموجب حکم قرآنی؛

كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ

(اور کھاؤ پیو اور فضول خرچ نہ کرو بے شک وہ فضول خرچ کرنے والوں کو محبوب نہیں رکھتا) اعراض کریں اور جس چیز کی شرعاً اجازت نہیں انہیں یک لخت چھوڑ دیں۔

اور یہ فقیر گرچہ اس طور پر کہ مشائخ چشت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں معمول رہا، سماع کا منکر نہیں بلکہ کبھی کبھی تو مروّت جیسی کی مجالس میں حاضر رہ کر سماع میں شریک بھی ہوا ہے مگر چونکہ اس زمانہ میں سماع کی عام مجلسیں ان شرائط سے جو سماع کو مباح و حلال کرتی ہیں خالی نظر آتی ہیں لہٰذا اس مجبوری، سوائے ترک کے کچھ اور کچھ ممدوح نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ سماع سننے کی اہلیت اس پُرآشوب دور میں مفقود ہے، اور دوسری شرائط بھی معدوم ہیں۔ اس لیے سماع کا چھوڑ دینا ہی لازم و واجب ہے ورنہ بوقتِ ضرورت اہلِ خصوصیت کے لیے جواز بھی رکھا گیا ہے۔

دسویں وصیت یہ ہے کہ خانقاہ اور درگاہ کے اوراد و وظائف، تلاوت

قرآن کریم و قرأت درود شریف خصوصاً دلائل الخیرات و حصن حصین و حرز یمانی و حزب البحر و اسمائے اربعین و دعائے تسبیح وغیرہا کو خاندانی برکات کے معمولات کے مطابق ہمیشہ کے لیے اپنا معمول بنائیں۔ مسجد کی حاضری ترک نہ کریں اور پنجگانہ نمازیں باجماعت ادا کریں۔ اور ذکر و شغل و مراقبہ وغیرہا پر کاربند رہیں اور خاندانی برکات کے ان معمولات کو ہرگز پس پشت نہ ڈالیں۔ اپنا ظاہر شریعت مطہرہ کے موافق اور اپنا باطن صوفیائے کرام کے مطابق بنائیں۔ اور ہرگز ہرگز نماز باجماعت اور رمضان المبارک کے روزے ناغہ نہ کریں اور بلا عذر شرعی نہیں نہ چھوڑیں۔ اور اپنے شیخ طریقت کی تعظیم و تکریم، بلکہ شیخ کی اولاد، اُن کے بھائیوں، قرابت داروں، غلاموں، خدمت گاروں اور ان کے ہم وطنوں کا اکرام و احترام اپنے اوپر لازم جانیں۔

اسی طرح اپنے والدین اور اساتذہ سے پیش آئیں اور حتی الامکان اُن سے نیکی و احسان کا سلوک کریں اور اپنے حق میں اُن سے دعا لیں۔ یوں ہی جو عمر، علم و عمل و فضل میں اپنے سے بڑا اور برگزیدہ ہو اس سے آگے آگے نہ چلیں۔ جب تک کہ کوئی ضرورت یا واقعی مجبوری نہ ہو مثلاً نماز باجماعت میں تکبیر اولیٰ کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو یا کوئی ایسی ہی بات ہو تو اجازت ہے کہ ہمراہی کی بجائے پیش قدمی کرے اور اس میں شامل ہو جائے۔

یوں ہی اگر کوئی پراگندہ حال یا غریب الوطن تمہارے پاس آئے اور اپنی ضرورت اپنا حال بیان کرے تو پوری دلی توجہ سے سنیں اور اس سے نرمی و خوش اخلاقی سے پیش آئیں اُس سے نفرت آمیز سلوک نہ کریں اور پیشانی پر بل نہ آنے دیں۔

مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے قریب اور گناہ و نافرمانی سے دور رہیں خصوصاً غیبت یعنی کسی کی غیر موجودگی میں اس کی برائی بیان کرنے کے گناہ سے پوری پوری طرح اجتناب و پرہیز کریں کہ یہ بدترین گناہ ہے اور سخت ترین وعیدوں کی آماجگاہ۔

گیارہویں وصیت یہ ہے کہ یتیموں، غریبوں، مسافروں، کنیزوں، غلاموں ناتوانوں، بوڑھوں اور معذوروں جیسے لوگوں سے محبت کا برتاؤ کریں۔ ان پر احسان

اگر ان کی اعتبار بھی ہو تو اس مقولہ میں مطلقاً اولیاء اللہ سے مراد آپ کے ہم عصر اولیاء ہیں۔
بلکہ وہ اولیاء جو اس وقت حاضر مجلس تھے، اولیائے غائبین بھی اس زمرے میں داخل نہیں۔
در حق بات یہ ہے کہ یہ لوگ کسی ضرورت کے بغیر تعمیم میں تخصیص، اور عموم میں خصوص کے دعویدار
ہیں چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ اگر اس قول میں عموم کو تسلیم کر لیا جائے تو لازم آئے گا کہ غوث اعظم
رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان حضرات سے بھی افضل و برتر ہوں جو یقیناً آپ سے افضل ترین ہیں
اور یہ اس لیے کہ متقدمین میں حضرات انبیائے کرام کے استثناء کے بعد، کہ وہ تو بالاجماع
تمام عالم سے افضل ہیں، خواہ وہ ملائکہ ہوں یا جن و انس آپ کی افضلیت تمام صحابہ کرام،
اہل بیت عظام، اور مشہور ائمہ اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر ثابت ہوتی ہے اور
متاخرین میں حضرت امام مہدی علیٰ جدہٖ و علیہ السلام کہ اخبار و آثار کی رو سے آپ سے افضل
ہیں، ان پر بھی غوث اعظم کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ اولیاء اللہ
سے آپ کے ہم عصر اولیاء مراد لیے جائیں یا وہ جو اس وقت مجلس مبارک میں حاضر تھے
تاکہ اس حد تک ماننے سے خدشے و شبہات حاصل ہوں۔

لیکن میں کہتا ہوں کہ ان لوگوں کی یہ ساری تاویلیں مردود ہیں بلکہ حماقت، گمراہی
اور گستاخی و بے ادبی پر مشتمل۔ اور حق تو یہ ہے کہ ان لوگوں کا درایت خاصہ میں کوئی حصہ
نہیں اور گمان میں کہ انہیں درایت سے کوئی حصہ ملا ہے تب بھی وہ اس مقولہ کا ذکر
کی موجودگی میں اندیشہ ہے کہ ان کی درایت سلب کر لی جائے جیسا کہ شیخ صنعاء وغیرہ
کا واقعہ موجود ہے اور اگر کسی کو اس میں شبہ ہو اور یہ کہے کہ اس قسم کا کلام دوسرے بزرگوں
سے بھی وقوع میں آیا ہے تو اس میں غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کیا تخصیص ہے؟
تو میں کہتا ہوں کہ اول تو ایسا مقولہ کسی ولی کی زبان سے بحالت "صحو" سرزد ہی نہ
ہو اور نہ سرزد ہوگا کہ یہ تو صرف آپ ہی کے ساتھ مخصوص ہے اور متقدمین میں جو بڑی
کے علماء اور قابل، عظیم بڑے فضلاء ہیں سے کسی نے صراحتہً ایسی بات نقل نہیں کی
دوم، متقدمین کے مقابلہ میں ان متاخرین کی قامت و عدالت کا حال معلوم ہو کہ وہ
نسبت بھی نہیں جو ذرے کو آفتاب سے ہوتی ہے تو ایسی حالت میں ان متاخرین کے

اقوال کی صداقت پر کیسے یقین کیا جا سکتا ہے۔ پھر بالفرض یہ بات مان بھی لی جائے تو ہم
کہیں گے کہ اول تو یہ نقل حد تواتر تک نہیں پہنچی اور نہ اس مقولہ نے جمہور
اولیاء اللہ کے یہاں درجہ قبولیت پایا۔ لہذا اس قابل نہیں کہ اسے صحت استدلال بنایا
جائے یا وثوق اور پورے اعتقاد سے اسے اپنایا جائے۔
برخلاف حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول مبارک کے
کہ حد تواتر تک بھی اسے رسائی ملی اور جمہور اولیاء اللہ نے اسے تسلیم بھی کیا بالخصوص
خواجہ خواجگان سلطان الہند خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیری سنجری رضی اللہ تعالیٰ کہ
بالاتفاق تمام اولیاء ہند و پاکستان میں سب سے زیادہ شرف و بزرگی کے مالک اور
تمام اولیاء میں فضل و کرامت سے ممتاز ہیں، لیکن جب آپ نے یہ کلمہ طیبہ حضور کا سنا
اسی وقت حضرت اور پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہوئی اور اسی عالم میں فرمایا "بل
علی راسی و عینی" بلکہ آپ کا قدم میرے سر اور میری آنکھوں پر۔
اور مشرق سے مغرب تک، جنوب سے شمال تک، تمام اولیاء اللہ نے آپ کا
وہ قول مبارک سنا۔ اس کے اعتراف میں رطب اللسان (تر زبان) ہوتے سر تسلیم خم کیا
اور کسی نے اس راہ سے سرمو تجاوز نہ کیا۔
لہذا ماننا پڑے گا کہ تمام اولیائے کرام بالخصوص سلطان الہند رضی اللہ تعالیٰ عنہم
اجمعین کی تصدیق و تائید میں عقیدہ کو حاصل ہے کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ
عنہ تمام اولیاء اللہ سے یقیناً افضل و اعلیٰ ہیں۔

فائدہ: اس مقولہ کی سند کے بیان میں حضور سلطان الہند سے، اور کتاب
"تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ عبد القادر" سے
اس کتاب حضرت عبد القادر بن محی الدین اربلی نے جو شیخ و مرشد برحق سید
عبد القادر عرب اللہ بن السید عبد جمیل الحسنی، الحسینی کے حکم سے شہر [illegible] میں لکھی
اور اس کے گیارہویں باب کا عنوان باندھا کہ اس بات [illegible] کہ حضور
[illegible] معین الحق والدین نے حضرت غوث اعظم سے [illegible] پھر اس میں لکھا کہ قدمی ہذہ

وقطب طرائق امیر محمد الحسنی نے اپنی کتاب "لطائف غرائب عن سادات قطب الاعلام نصیر الدین محمود نور معجزۃ المودود" میں ذکر کیا کہ جب حضور سیدنا الغوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باذن الٰہی یہ قول اپنی زبان سے ادا کیا کہ "قدمی ھٰذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ" تو تمام اولیائے کرام نے اپنی اپنی گردنیں جھکا دیں اور قدم پاک اپنی گردن پر لیا۔ حضرت خواجہ معین الحق والدین اس وقت جوان تھے اور خراسان کے کسی پہاڑ کے غار میں مجاہدہ و ریاضت میں مشغول۔

لیکن آپ اس ارشاد پر جیسے ہی مطلع ہوئے تمام اولیاء اللہ پر سر جھکانے میں (سبقت) فرماتے ہوئے آپ نے اپنا سر مبارک زمین پر رکھا اور فرمایا "بل علیٰ رأسی" (میری گردن پر بلکہ آپ کا قدم پاک میرے سر پر)

ادھر اللہ تعالیٰ نے بحال حضور سیدنا الغوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کشف فرمایا، آپ نے حضور سیدنا سلطان الہند کے حق میں، اولیاء اللہ کے بھرے مجمع میں اعلان فرمایا کہ غیاث الدین کے نور نظر معین الدین نے اللہ تعالیٰ کے دوستوں اور محبوبوں پر اپنی گردن جھکانے میں سبقت فرمائی ہے۔ ان کے اس تواضع اور حسن ادب کی بدولت انہیں محبوب خاص بنا دیا، اللہ و رسول کے پیارے ہیں۔ اور عنقریب مملکت ہندوستان میں انصاف کی باگ ڈور انہیں سونپ دی جائے گی۔

چنانچہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جیسا فرمایا تھا ویسا ہی وقوع میں آیا۔
حضرت مولانا شیخ محمد حبیب الدین سہروردی نے "سیر العارفین" میں فرمایا کہ حضرت معین الحق والدین چشتی اور حضور پرنور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں کی ملاقات ایک پہاڑ پر ہوئی تو حضرت خواجہ غریب نواز نے آپ کی ہم نشینی و صحبت گزینی میں پانچ روز و شب گزارے اور اس جناب پاک کی بارگاہ سے سر نو عطا کے فیوض و برکات ظاہری و باطنی قلبی و کمال حاصل کیے۔ اس بعد آذر الحسنی نے "نکات و اسرار" میں فرمایا کہ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک مجلس مبارک میں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول کا ذکر چھڑا کہ "قدمی ھٰذہ علیٰ رقبۃ

کل ولی اللہ" تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں اس زمانہ میں ہوتا تو ان کا قدم فخریہ طور پر اپنی گردن پر لیتا۔ اور آج بھی میں بوجہ فخر و افتخار کہتا ہوں کہ ان کا قدم پاک میری آنکھوں کی پتلیوں پر۔ اس لیے کہ شیخ معین الدین سلطان الہند، جن میں ہیں جنہوں نے ان کا قدم پاک اپنی گردن پر لیا۔ تو میرا منصب یہ ہے کہ ان کا قدم مبارک قدم اپنی آنکھوں کی پتلیوں پر رکھوں۔"

حضرت شیخ نور اللہ ہے جو حضرت فقیہ شیخ حسن سقطی کی اولاد میں ہیں لطائف میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ ابو الحسین معین الحق والدین حسنی نے حضور غوث اعظم سے زیارت عراق کی استدعا کی، تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ عراق تو ہم شہاب الدین عمر سہروردی کو دے چکے ہیں اور ولایت ہند مرحمت فرماتے ہیں رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین" انتہی۔

خاندان قادریہ چشتیہ کے بزرگوں میں سے ایک ارجمند نے اس قول مبارک کے دوران ایک روز فقیر سے کہا کہ اس صاحب ولی اللہ کی نسبت پر اس قول کے وہی معنی مراد بہتر ہیں کہ تمام افراد جزئیہ کو شامل ہوں۔ یعنی تمام اولیاء اللہ خواہ وہ رحلت فرما چکے یا آپ کے ہمعصر تھے یا آپ کے بعد ظہور فرمائیں گے اس زمرہ میں شامل ہیں، سوا ان حضرات کے جو باجماع مستثنیٰ ہیں، یعنی ان میں سے تمام انبیاء علیہم السلام مع حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہ دوبارہ تشریف فرما ہوں گے، اور یہ تمام حضرات باتفاق تمام مخلوق پر فضیلت رکھتے ہیں۔ اس سے مستثنیٰ قرار دیئے جائیں صحابہ و اہل بیت و ائمہ کرام وہ اس کے عموم میں داخل ہیں اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اور یہ ایسا ہی ہے جیسے بڑے بیٹے کا قدم اپنے بوڑھے والے باپ پر اور آپ کے ہم عصر بلکہ تمام متاخرین اولیاء اللہ کے اوپر آپ کا قدم مبارک ایسے ہے جیسے باپ کا قدم بیٹے پر۔

یعنی پہلی صورت میں قدم پاک کو یوں تصور کرے جیسے کوئی مشفق باپ ازراہ شفقت سے اپنے سعادت مند اور نیک بخت بیٹے کو اپنے کاندھے پر

بٹھالے، کہ اس صورت میں باپ پر بیٹے کی فضیلت کا خیال بھی نہیں آتا۔ چنانچہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے حضرت مولی علی رضی اللہ تعالے عنہ کو اپنے دوشِ مبارک پر اٹھایا تاکہ خانہ کعبہ کے اندر موجود بتوں کو توڑ پھوڑ دیں اور امام حسن و حسین رضی اللہ تعالے عنہما کو اپنے دوشِ مبارک پر بار بار بٹھایا۔ اور یہ روایات ہماری اُس تاویل کے بالکل مطابق ہیں۔

اور دوسری صورت میں یہ خیال کرے کہ جیسے کوئی شخص درجات کی رفعت و مرتب کی سربلندی و مرتبت کے باعث اپنے والد کا قدم اپنے سر پر رکھ لے تاکہ اس کی تعظیم و تکریم بجالائے۔ اور اس صورت میں شبہہ باپ کی بیٹے پر فضیلت ثابت ہوتی ہے اور یہی یہاں ہمارا مقصود ہے۔ اور اس تاویل کے بعد اس قول کو اپنے عموم پر باقی رکھنے میں کوئی قباحت نہیں" انتہی قول عزیز۔

لیکن میں کہتا ہوں کہ اگرچہ یہ تاویل بھی ممکن ہے مگر نہ اس کی حاجت ہے اور نہ وہ قول مبارک کسی تاویل و تغییر و تبدیل کا محتاج۔ اس لیے کہ قول مبارک قدمی ہذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ میں لفظ ولی اللہ ہی تمام اولیاء اللہ کے استثناء اور اس طرح کے سوال کے دفع کے لیے کافی ہے اس لیے کہ تمام پیغمبروں پر جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی داخل ہیں، انبیاء و مرسلین کا اطلاق کیا جاتا ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو صحابہ کہا جاتا ہے، اہل بیت عظام اہل بیت کے نام سے مشہور ہیں اور ائمہ اہل بیت علیٰ جدہم و علیہم السلام پر لفظ امام کا استعمال مشہور و مروّج ہے۔ لہٰذا کلمہ ولی اللہ کا اطلاق ان تمام حضرات کے علاوہ اللہ کے دوسرے برگزیدہ بندوں پر ہوتا ہے۔ نفحات الانس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد عام مسلمانوں نے صحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو ان پر ہر اعتبار سے فضیلت و فوقیت رکھتے تھے، سوائے صحابہ و صحبت یافتہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کوئی اور نام نہ دیا۔ الغرض یہ ایک مخصوص طبقہ ہوا۔

اس کے بعد وہ طبقہ ہے جو صحابہ کرام کی صحبت گزینی سے مشرف ہوا اور تابعین

سے مشہور ہوا۔ اور اس طبقہ کے بعد جو طبقہ اہل اسلام میں پیدا ہوا، اس کا نام تبع تابعین پڑا۔ ان سب کے بعد امت کی برگزیدہ ہستیاں زاہدوں، عبادت گزاروں سے موسوم ہوئیں۔ ان میں بھی جو خصوصیت رکھتے تھے، انہیں صوفیائے کرام اور ارباب کا نام دیا گیا اور یہ سب ہی میں منفرد و یکتائے روزگار ہوتے۔ اس لقب کا ان حضرات پر ۲۰۰ھ کے بعد وقوع میں آیا اور سب سے پہلے جو بزرگ اس نام سے پکارے گئے وہ "ابوہاشم" تھے۔

اس لیے لفظ ولی اللہ سے یہ تمام طبقے خود بخود مستثنیٰ ہوگئے، اور کسی تاویل و تبدیل کے بغیر قول سے اپنے سے افضل اکابر صحابہ پر تفضیل لازم نہیں آتی۔

تنبیہ: بعض ناواقف حضرت محبوب الٰہی قدس اللہ سرہ العزیز کو حضور محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل بتاتے ہیں اور دلیل یہ لاتے ہیں کہ وہاں کی جانب منسوب ہے اور یہ صفت حق کی جانب۔

اقول: حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لقب پاک "روح اللہ" ہے اور حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لقب قدس "روح الحق" ہے، یہ لوگ یہاں کیا کہیں گے؟

جبکہ حق یہ ہے کہ محبوبیت بالذات کا مقام حضور اقدس سید محبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفت پاک ہے۔ دوسروں نے جو مقام اعلیٰ دربار سے کوئی حصہ پایا وہ حضور اقدس محبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کی محبوبیت کا عکس و پرتو ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لقب پاک حبیبُ اللہ ہے، یعنی ذاتِ باری حق کی جانب منسوب۔ جب اس لقب کریم کا جلوہ ہمارے آقا حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جلوہ گستر ہوا تو اس جناب کا لقب "محبوب سبحانی" اور جو رمز اس میں پنہاں ہے وہ کسی عارف پر پوشیدہ نہیں۔

پھر حضور محبوب سبحانی کے وصال شریف کے بعد جب حضرت محبوب الٰہی قدس اللہ سرہ العزیز بھی اس بحر رحمت سے فیضیاب و سیراب ہوئے تو آپ کی نسبت، صفات باری تعالیٰ کی طرف منظور نہ ہوئی تاکہ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مساوات

برابری کا احتمال نہ پیدا ہو بلکہ ذات کبریا کی طرف انتساب کیا گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی مساوات و ہمسری کا خیال، ہرگز کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا۔

اس کی نظیر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منبر پر بحالت خطبہ قیام ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بالائی حصے پر قیام فرما ہوتے۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسرے حصہ پر قیام پسند فرمایا اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیسرے حصہ پر قیام پذیر رہے۔ لیکن جب زمانہ آیا حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا تو آپ نے بالائی حصہ پر قیام کیا۔ حاضرین نے اس بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ تیسرے درجہ سے نیچے کوئی اور درجہ تھا نہیں۔ اگر میں تیسرے حصہ پر کھڑا ہوتا تو فاروق اعظم سے برابری کا وہم گزرتا، اور دوسرے درجہ پر صدیق اکبر سے۔ اور اب کہ میں سب سے بلند درجہ پر ہوں کوئی شخص سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے برابری کا وہم و گمان بھی نہیں کر سکتا۔ علاوہ بریں چونکہ صوفیائے کرام کے نزدیک صفات باری تعالیٰ عین ذات ہیں تو نسبت ذات کی طرف ہو خواہ صفات کی جانب، ماحصل ایک ہی ہے۔

بالجملہ اس قسم کی معلومات کے سہارے حضرت محبوب نبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور پرنور محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کلی فضیلت دینا انتہائی عجیب ہے اس لیے کہ جمہور اولیائے قدست اسرارہم کا اس امر پر اجماع ہے کہ حضور سیدنا غوث اعظم تمام اولیاء اللہ پر فضیلت تامہ رکھتے ہیں۔

تو اولیائے کرام کے ایسے اجماع کو ایسی خام خیالیوں سے نہیں توڑا جا سکتا جیسا کہ ان القاب عالیہ کی بدولت ان محبوبان بارگاہ الٰہی کو صحابہ کرام و اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم پر فضیلت نہیں دی جا سکتی کہ ان کے لیے تو یہ القاب کہیں منقول نہیں۔ نہ ذات باری تعالیٰ کی جانب منسوب اور نہ صفات کی طرف منتسب۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

دوسرا لمعہ (تابش ۲)

عقائد اہل سنت وجماعت کا اجمالی بیان

میرے عزیز! اللہ تعالیٰ تمہیں صالح بنائے یہ بات ہمیشہ ذہن نشین رکھو کہ عقیدہ ہی دین کی اصل کار ہے اسی پر تمام اعمال صالحہ کا دارومدار اور عقیدہ کا فساد بگاڑ غضب جبار کا موجب اور دخول نار (جہنم میں داخلہ) کا باعث ہے والعیاذ باللہ العزیز الغفار۔ **فاسد عقیدہ** والا روئے زمین پر خواہ کتنا ہی عبادت گزار تارک دنیا شمار کیا جائے منزل کا سراغ نہیں پا سکتا اسے یوں سمجھو کہ کعبہ معظمہ کا قصد و ارادہ رکھنے والا جب اس سمت پشت پر رکھ کر آگے قدم بڑھائے گا تو جتنا دوڑے گا اتنا ہی خانہ کعبہ سے دور ہوگا۔ اس لیے یہ بات لازم ہے کہ اولاً اپنے تمام عقائد مذہب مہذب اہل سنت وجماعت علیہم اللہ تعالیٰ اللہ انہیں اپنی حفاظت میں رکھے کے مطابق درست کر کے سچا سنی بنے کہ اس کا سنی ہونا اپنوں اور غیروں میں مسلم ہو۔ اس کے بعد صالح اعمال کی جانب متوجہ ہو کر اس راہ میں قدم رکھے اس لیے کہ معرفت الٰہی عقیدہ سنت اختیار کیے بغیر ناممکن ہے۔

اس فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اس باب میں ایک جامع و نافع مختصر رسالہ ترتیب دیا ہے جس کا نام ہے۔

العسل المصفّٰی فی عقائد ارباب سنۃ المصطفیٰ

ہم اس مقام پر تبرک اور اس کے عنوان سے تکمیل بیان مصنف حضرت شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ سے منتخب چند امور بیان کرتے دوسرے امور "نور" کے عنوان سے بیان کریں گے تاکہ یہ کتاب اس اہم فرض کے بیان سے خالی نہ رہے

نور ۱ حقائق اشیاء ثابت ہیں عالم حادث ہے اور قابل فنا۔

ساری کائنات کا پیدا کرنے والا قدیم و واجب الوجود ہے (یعنی ازلی، ابدی ہے. ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا. اس کا وجود ضروری ہے، اور عدم محال) وہ ایک ہے اور حی یعنی خود زندہ ہے اور سب کی زندگی اس کے دست قدرت میں ہے (حیات، قدرت، سننا، دیکھنا، کلام، علم، ارادہ، اس کے صفات ذاتیہ ہیں، اور اس کی ذات کی طرح اس کی تمام صفات بھی قدیم (ازلی ابدی) ہیں۔

کسی حادث کے لیے اس کی ذات قوام نہیں، نہ وہ جسم ہے اور نہ جوہر، نہ وہ عرض ہے نہ اس کی کوئی شبیہ و تصویر اور شکل و صورت اور نہ مرکب نہ متعدد ہے کہ گنتی شمار میں آسکے، اور نہ محدود ہے کہ کسی حد میں سما سکے نہ اس کے لیے مکان ہے اور نہ زمان۔

نہ اس کا کوئی مماثل ہے نہ مشابہ، نہ کوئی مقابل ہے اور نہ کوئی ہمسر، نہ کوئی اس کا معین و مشیر ہے اور نہ کوئی معاون و وزیر، اور نہ وہ کسی سے متحد (اگر وہ اور یہ دونوں ایک ہو گئے) وہ تمام صفات کمال کا جامع ہے اور ہر اس چیز سے جس میں عیب و نقص ہو یا وہ زوال پذیر ہو منزہ و پاک ہے۔ اس کا دیدار، آخرت میں ہر صاحب ایمان (سنی مسلمان) کے لیے ممکن بلکہ واقع ہے۔ وہی ہر چیز کا خالق ہے ذوات ہوں خواہ افعال، اور وہی ساری کائنات کا تدبیر فرمانے والا. اس پر کچھ واجب نہیں، نہ ثواب و عذاب، نہ بندوں کے ساتھ لطف یا اس کے ساتھ وہ کرنا جو اس کے حق میں بہتر ہو. اس کے سوا کوئی حاکم نہیں (مالک کل و خلاق ہے جو چاہے کرے اور جو چاہے حکم دے، اور اس کے کسی فعل کے لیے کوئی غرض نہیں۔

حسن ہر وہ شے ہے جسے شریعت اچھا بتائے اور قبیح ہر وہ امر ہے جس کو شریعت قبیح و برا بتلائے.

اللہ تعالی نے فرشتے پیدا فرمائے. ان کے دو دو تین تین اور چار چار بازو ہیں ان میں جبرئیل و میکائیل و عزرائیل و اسرافیل علیہم السلام ہیں (جو سب فرشتوں پر فضیلت رکھتے ہیں). ان میں سے ہر ایک کا مقام متعین ہے، وہ وہی کرتے ہیں جو حکم ہوتا ہے خدا کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتے،

اس نے نبیوں پر اللہ تعالی نے آسمانی کتابیں اتاریں، ان میں چار کتابیں بہت بڑی ہیں: توریت، انجیل، زبور اور قرآن عظیم۔

اللہ تعالی کے تمام اسماء توقیفیہ ہیں (وُرود شرع پر موقوف). اللہ تعالی ہی بندوں کے افعال کا خالق ہے۔ لہذا کفر و معصیت بھی اسی کے ارادہ و تقدیر سے ہے، البتہ بندوں سے کفر پر وہ راضی نہیں (تو کفر و معصیت کی تقدیر اور چیز ہے اور اس پر رضا اور چیز)۔

جس کو چاہے وہ سیدھی راہ پر لائے اور جسے چاہے راہ راست سے الگ کر دے وہ فاسق و فاجر کے لیے نیک عذاب اور اہل طاعت کے لیے نعمت و ثواب وہ خوب جانتا ہے اور اس چیز کو بھی جس کا وہ ارادہ فرمائے. حق ہے، اور دلائل سے ثابت.

یوں ہی منکر نکیر کا سوال حق ہے۔ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنا حق ہے۔ وزن اعمال حق ہے حساب کتاب حق ہے، حشر (میں اعمال سے متعلق) سوال حق ہے. حوض حق ہے پل صراط حق ہے. شفاعت حق ہے۔ جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے.

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے علامات قیامت اور احوال آخرت کے بارے میں جو کچھ فرمایا حق ہے.

قبض روح یعنی جان کنی کے وقت کا ایمان مقبول نہیں (اس لیے کہ حکم ایمان بالغیب کا ہے اور اب غیب نہ رہا بلکہ یہ چیزیں مشاہدہ میں آگئیں،

گناہ کبیرہ سے آدمی ایمان سے خارج نہیں ہوتا تو مرتکب کبیرہ مسلمان ہے، اور مسلمانوں میں جو کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں نہیں رہیں گے، اگرچہ بلا توبہ دنیا سے گزر گئے ہیں. خود قرآن عظیم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالی شرک کو نہ بخشے گا باقی سب گناہ اس کی مشیت پر ہیں جسے چاہے بخش دے، لہذا مرتکب کبائر مسلمان بھی آخر کار جنت میں جائے گا. خواہ اللہ عزوجل اپنے فضل سے اس کی مغفرت فرما دے، یا حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی شفاعت کے بعد یا اپنے

گئے تو اُس کی سزا پا کر اس کے بعد کبھی جنت سے نہ نکلے گا۔ اور اللہ تعالیٰ چاہے تو گناہ صغیرہ پر بھی مواخذہ فرمالے۔

اللہ تعالیٰ نے بندوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے، انہیں میں سے کچھ برگزیدہ ہستیوں کو نبی و رسول بنا کر بندوں کی طرف بھیجا، وہ خوش خبریاں سناتے اور عذاب سے ڈراتے تشریف لاتے رہے، اور دین و شریعت کے اُن تمام امور کو وضاحت سے بیان کیا جس کی جانب بندوں کو احتیاج ہوتی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام ان میں سب سے پہلے نبی ہیں اور حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے آخری نبی ہیں، ان کے بعد کوئی نیا نبی نہیں۔ صلی اللہ علیہم وسلم۔

انبیاء کی کوئی تعداد مقرر کرنا کہ نہ اس سے کم ہیں نہ زیادہ جائز نہیں۔ اب یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ تمام انبیاء علیہم السلام نے وہ تمام احکام بندوں تک پہنچا دیئے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے نازل فرمائے۔ ان میں ہر نبی صادق و راست باز ہے۔ گناہ قصداً ارادہ سے گناہ صغیرہ سے بھی معصوم۔ اور عصمت انبیاء کے یہ معنیٰ ہیں کہ ان کے لیے حفظِ الٰہی کا وعدہ ہو لیا جس کے سبب ان سے صدورِ گناہ شرعاً محال ہے۔ نیز یہ کہ کسی نبی کی نبوت نہ ان سے سلب کی گئی نہ وہ اس منصب سے معزول ہوئے۔

انبیاء میں سب سے افضل ہمارے آقا و مولیٰ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ کی بعثت تمام مخلوق انسان و جن بلکہ ملائکہ حیوانات جمادات، سب کی طرف ہے۔ آپ کی شریعت تمام سابقہ شریعتوں سے کامل ترین اور آپ کا دین تمام گزشتہ دینوں کا ناسخ ہے اور آپ کی امت آپ کے طفیل اگلی تمام امتوں سے زیادہ عزت و فضیلت والی۔

آپ کے خصائص سے ہے معراج شریف کہ حضور حالتِ بیداری میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک، اور وہاں سے ساتوں آسمان اور کرسی و عرش تک بلکہ

بالائے عرش، جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا رات کے ایک خفیف حصہ میں مع جسم تشریف لے گئے اور تمام ملکوت سموات و ارض کو بالتفصیل ذرہ ذرہ ملاحظہ فرمایا اور یہ سب کچھ حق و ثابت ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ اربعہ یعنی خلفائے راشدین تمام امت سے زیادہ فضل و کرامت والے ہیں اور ان کی خلافت بترتیب افضلیت ہے یعنی جو عند اللہ افضل و اعلیٰ و اکرم تھا، وہی پہلے خلافت پاتا گیا، نہ کہ فضیلت بترتیب خلافت۔ اور فضیلت سے مراد ہے کثرتِ ثواب یعنی اللہ عزوجل کے یہاں زیادہ عزت و منزلت والا ہونا۔

خلفائے راشدین کے بعد بقیہ عشرہ مبشرہ ہیں یعنی وہ دس صحابہ جنہیں جیتے جی جنت کی بشارت دی گئی۔ ان میں خلفائے اربعہ یعنی صدیق اکبر، فاروق اعظم، عثمان غنی، مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد ہیں حضرت ابوعبیدہ بن جراح، سعید بن زید، سعد بن ابی وقاص، عبد الرحمن بن عوف، زبیر بن عوام اور طلحہ بن عبید اللہ، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

ان کے بعد مرتبہ ہے اصحابِ بدر کا، پھر اصحابِ اُحد کا اور پھر بیعتِ رضوان کا شرف پانے والوں کا۔ حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء بھی قطعی جنتی ہیں اور حسنین کریمین حضرت سیدنا امام حسن و سیدنا امام حسین تمام جوانانِ جنت کے سردار ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد منہاجِ نبوت پر خلافتِ حقہ راشدہ تیس سال رہی۔ اس کے بعد بادشاہی و امارت آگئی۔

تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اہل خیر و صلاح ہیں اور عادل، ان کا جب ذکر کیا جائے تو خیر ہی کے ساتھ ہونا فرض ہے۔ ان میں اہل اجتہاد بھی تھے۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت سیدنا امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے اختلاف اسی قسم کی خطا کا تھا اور فیصلہ وہ جو خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

کر مولیٰ علی کی ڈگری ورامیر معاویہ کی مغفرت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین انبیائے کرام تمام مخلوق یہاں تک کہ رسل ملائکہ سے افضل ہیں اور رسل ملائکہ عامۂ بشر پر فضیلت رکھتے ہیں،

ولیائے کرام کی کرامات حق ہیں اور ولی کتنے ہی بڑے مرتبہ والا ہو کسی نبی کے برابر نہیں ہو سکتا۔

احکام شرعیہ کی پابندی سے کوئی ولی کیسا ہی عظیم ہو سبکدوش نہیں ہو سکتا ور وہ نہ بندہ کو یہ مقام حاصل ہو سکتا ہے کہ اس سے شریعت کے امر و نہی ساقط ہو جائیں البتہ اگر مجذوبیت سے عقل تکلیفی زائل ہو گئی ہو جیسے غشی والا، تو اس سے قلم شریعت اٹھ جائے گا۔ مگر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جو اس قسم کا ہوگا وہ شریعت کا مقابلہ کبھی نہ کرے گا۔)

شریعت مطہرہ کے نصوص (یعنی وہ احکام جو نص سے ثابت ہیں) اپنے ظاہری معنی پر محمول ہوں گے۔ انہیں چھوڑ کر معنی باطنی کا دعویٰ کرنا، جیسا کہ فرقہ باطنیہ مدعی ہے الحاد و زندقہ ہے اور کھلی گمراہی۔ زندوں کی دعاؤں اور ان کے صدقہ و خیرات سے مسلمان مُردوں کو فائدہ پہنچتا ہے (اسی کا نام ایصال ثواب ہے)

یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ دعاؤں کو قبول، اور حاجتوں کو پورا فرمانے والا ہے۔ اور یہ کہ نماز ہر نیک و بد کے پیچھے جائز ہے (اگرچہ فاسق و معلن کی اقتداء گناہ اور نماز مکروہ تحریمی کہ اعادہ واجب ہے) یوں ہی وضو و غسل کرنے والے کی نماز اس مسلمان کی اقتداء میں درست ہے جو موزوں پر مسح کیے ہوئے ہو، سفر میں ہو یا حضر میں، مقیم ہو خواہ مسافر،

کسی گناہ کو کبیرہ ہو خواہ صغیرہ، حلال جاننا دل سے حقیر و ہلکا کفر ہے یونہی شریعت کا مذاق اڑانا، یا اس کی اہانت کرنا بھی کفر ہے۔ اور دل لگی میں کلمات کفر کہنا، نجومیوں کی غیبی خبروں کی تصدیق کرنا، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو جانا یا عذاب ہی سے مامون رہنا بھی کفر ہے۔ ایمان خوف و رجا کے مابین ہے اور یہ بھی

مومن کہ اللہ کا عذاب بڑا شدید ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے بخشنے والا مہربان ہے،

نور ۲ :- ہم سُنیوں کا اعتقاد ہے کہ علم غیب بالاستقلال یعنی ذاتی، اللہ تعالیٰ کی جناب پاک سے خاص ہے اس کی کوئی صفت و کمال عطائی یعنی کسی کا دیا ہوا نہیں اور انبیاء کرام و اولیائے عظام کو جو غیوب پر اطلاع ہے وہ ذاتی نہیں بلکہ عطائی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی عطا سے ان کے دیئے سے، نیز ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر پست سے پست آواز کو سنتا اور ہر باریک سے باریک چیز کو کہ خوردبین سے محسوس نہ ہو دیکھتا ہے مگر اس کا سننا دیکھنا کان آنکھ و جبڑہ آلات سے نہیں اس لئے کہ یہ سب اجسام ہیں اور اجسام سے وہ پاک

نور ۳ :- ہم سُنیوں کا عقیدہ ہے کہ بنی آدم میں انبیائے کرام کے سوا کوئی اور کوئی معصوم نہیں۔ اگرچہ وہ اولیاء اللہ ہوں اگرچہ مرتبہ قطبیت و درجہ غوثیت پر فائز ہوں۔ یہاں تک کہ صحابہ کرام اور اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم یہ حضرات عالی درجات اور اولیاء کرام لفظ "محفوظ" سے موسوم ہیں کہ اللہ عزوجل انہیں محفوظ رکھتا ہے۔

اور عصمت انبیاء کے اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ ان کے لیے حفظ الٰہی کا وعدہ ہو لیا، وعدہ الٰہی کا خلاف ہرگز معقول نہیں، اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور اسی وعدہ حفاظت

ان کے سبب ان سے کسی گناہ کا صدور شرعاً محال ہے (حتیٰ کہ قصد و ارادہ سے صغائر کا صدور بھی) گناہ ان کے سراپردہ ناموس و عزت کے گرد نہیں پھٹکتا۔ اور بنی آدم میں یہ عصمت خاصہ ہے حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا۔ جو شخص نوع بشر میں انبیاء کی سی عصمت اور معصومیت کسی اور کے لیے ثابت مانے وہ گمراہ و بددین ہے۔

نور ۴ :- نبی نے غیب و شہادت کی جو خبریں دیں، وہ اسی طرح مورث یقین ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی خبریں۔ ان سب کی تصدیق ہی دین و ایمان کا حاصل ہے۔ جو ان کی بتائی ہوئی کسی خبر کو نہ مانے

وہ کافر ہے۔ بشرطیکہ اس کا ثبوت نبی سے ثابت و ضروری ہو۔ البتہ ولی اللہ کی خبر کا یہ
مقام نہیں۔ اور انکار اس کا بھی جبکہ ثبوت صحیح ہو زہر قاتل ہے لیکن کفر و ارتداد نہیں۔
ایک فرق ان دونوں کے خبروں میں یہ بھی ہے کہ نبی کی خبر قطعاً حق ہے اور کسی قسم کی کوتاہی
و خطا کا اس میں احتمال نہیں۔ برخلاف خبرِ ولی کے کہ وہ معصوم نہیں۔

نُور ۵:- ہر وہ امر جو سالک کو خواب میں یا بطور کشف و الہام یا واقعہ و مراقبہ میں معلوم ہو لازم ہے کہ اُسے کتاب و سنت پر پیش کرے۔
اگر مطابق پائیں، اس پر یقین رکھیں ورنہ اس سے اعراض کریں۔ اس کی جانب کوئی توجہ نہ
دیں اور پراگندہ خواب یا شیطانی وسوسے سمجھیں۔

نُور ۶:- کسی بھی شخص پر نام لے کر ہرگز لعنت نہ کریں۔ اگرچہ وہ مشرک و کافر ہو۔ اس لیے کہ اس کے خاتمہ کا حال معلوم نہیں، کہ کفر پر
ہو یا ایمان پر۔ اگر موت آجانے کے بعد وہ خدا کا مستحق لعنت ہے اور تم نے اس
پر لعنت کی، تو ٹھیک ہے بقدر ... ورنہ بصورت دیگر تیری لعنت خود تجھ پر
پلٹے گی۔ ہم نے مانا کہ کافر و مشرک پر لعنت کرنا مباح ہے نہ عذاب کا باعث نہ
ثواب کی موجب، لیکن سوال تو اس کی موت کا ہے۔ یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ اس کا
خاتمہ کفر و شرک ہی پر ہوا۔ لہٰذا اس پر لعنت دو۔ وحی منقطع ہو چکی اور یقینی علم کا
کوئی اور ذریعہ باقی نہ رہا، تو تجھے کیسے معلوم ہوا کہ فلاں شخص کفر و شرک پر مرا۔
یہی کہا جائے گا کہ تم نے یہ بات اٹکل سے جوڑی اور کہہ دی۔ تو ایسی باتوں کا کیا
اعتبار۔ نہ عند الناس معتبر۔ نہ عند الشرع مقبول۔
تو کہنا یہ ہے کہ نامزد کر کے کسی پر لعنت کرنا سخت ممنوع ہے۔ خدا و رسول جل
جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم نے جن لوگوں کے بارے میں یہ بات صاف و شگاف فرما دیا۔
کہ ان کا خاتمہ کفر و شرک پر ہوا۔ جیسے ابلیس، ابوجہل، فرعون، ہامان اور ان جیسے دوسرے
کفار و مشرکین، ان پر نامزد کر کے لعنت میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں لعنت اور
اس کے شر سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

جاننا چاہیے کہ لعنت کے معنی یہ ہیں کہ خدایا فلاں کو اپنی رحمت سے دُور رکھ
اور اسے محض بے بہرہ بنا کر اس کا تیری رحمت میں بروزِ قیامت کوئی حصہ نہ رہے۔"
اور یہاں معنی رحمت الٰہی سے دوری و محرومی، مشرکین و کفار ہی کے لیے ہے۔ تو ایسی
صورت میں کہ اس کے خاتمہ کا ہمیں علم نہیں کہ وہ کافر مرا یا مسلمان، اس پر لعنت کی جرأت
کس طرح کی جا سکتی ہے۔

نُور ۷:- ارکانِ اسلام سے خود کو بناؤ سنوارو۔ یعنی نماز روزہ و حج و زکوٰۃ بجا لاؤ، اور عقائد اہلِ سنت و جماعت پر ثابت قدم رہو
کہ اس امت کے تہتر فرقوں میں سے صرف ایک ہی فرقہ ناجی (نجات پانے والا)
ہے اور باقی سب ناری جہنمی۔
امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ اہلسنت
و جماعت کی شناخت کیا ہے؟ فرمایا یہ کہ تم شیخین ابوبکر صدیق و عمر فاروق اعظم کو
دوسروں سے افضل جانو۔ اور ختنین (حضور کے دونوں خویش حضرت عثمان غنی و مولا علی)
رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے محبت کرو اور موزوں پر مسح جائز جانو۔ یعنی ختنین کی فضیلت
شیخین کی فضیلت سے کمتر ہے، کسی نقصان و فتور کے بغیر اور شیخین سے محبت، ختنین سے
محبت کے برابر ہے کسی تفاوت و قصور کے بغیر۔
ہمارے جدِ امجد حضرت حضرت سیدنا السید عبد الواحد قدس سرہٗ نے سبع سنابل میں
یہی بیان فرمایا ہے

نُور ۸:- تحقیق بات یہ ہے کہ تمام اہلِ حق کا اجماع ہے کہ تمام انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم قبل نبوت بھی شرک و کفر اور کذب و خیانت وغیرہا
صفاتِ ذمیمہ، جو خلق کے لیے باعثِ نفرت اور وجاہت و مروت کے خلاف ہیں معصوم
ہیں۔ اور بعد نبوت کبائر سے بھی معصوم ہیں، اور تعمد صغائر سے بھی کہ قصداً صغیرہ بھی نہیں
کرتے، اور حق یہ ہے کہ تعمدِ صغائر سے بھی قبل نبوت اور بعد نبوت معصوم ہیں البتہ احکام
تبلیغیہ میں بھی سہو و نسیان سے معصوم ہیں صلوٰۃ اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم اجمعین۔

نور ۹:- کوئی ولی نہ ہرگز کسی نبی کے مرتبہ تک پہنچا اور نہ ہرگز پہنچ سکتا ہے نہ زنہار زنہار پہنچ سکے گا، اگرچہ وہ قطب، اقطاب یا غوث یا صدیق ہو۔

یونہی کوئی مکلّف کہ عاقل بالغ ہو، موت درپیش آنے سے پہلے تکلیفات اور احکام شرعیہ سے سبکدوش اور آزاد نہیں ہو سکتا اگرچہ وہ ولی بلکہ نبی و مرسل ہو۔

قرآن کریم کی آیہ کریمہ واعبد ربك حتی یاتیك الیقین اور مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت میں رہو اسی مضمون سے آگاہ کر رہی ہے، اس لیے کہ علمائے دین نے یہاں یقین سے معنی موت ہی مراد لیے ہیں، اس لیے کہ موت آجانے کے بعد ہی وہ یقین حاصل ہوتا ہے جو آزادی و سبکدوشی کا موجب ہے، اور تکلیفات شرعیہ سے انسان سے ساقط فرماتا ہے۔

صوفیائے کرام بھی عقائد کے بارے میں علمائے ظاہر کا خلاف نہیں کرتے بلکہ ان کے نزدیک بھی تصوف کی شرط اول یہ ہے کہ آدمی تمام عقائد اہلسنت کا معتقد ہو۔

ہاں وہ بات جو بعض صوفی نما جاہل کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ مقام یقین، دنیاوی زندگی میں بھی حاصل ہو جاتا ہے اور انہیں احکام شریعت کی پابندی سے سبکدوش کر دیتا ہے، یہ محض ایک شیطانی وسوسہ ہے اور محض عدم واقفیت و جہالت، گمراہی و خود بینی اور خود نمائی و خود رائی اس کا منشا۔

لہذا جو لوگ سلف صالحین کے اقوال کو چھوڑ کر شیطان کے مشوروں پر عمل کرتے رہ بیٹھتے اور روزہ نماز وغیرہ ارکان اسلام سے خود کو مستغنی و بے نیاز سمجھتے ہیں وہ گمراہی و بے دینی کے جال کا شکار ہیں۔

مسلمان کو تو یہ دیکھنا چاہیے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ تمام مخلوق خدا سے برتر و بالا اور ملائکہ خواہ جن و انسان، سب سے افضل و اکمل، اعلیٰ و اولیٰ ہیں، اپنے اس عظیم ترین مرتبے اور فضیلت و کرامت کے باوجود، اس دنیاوی زندگی میں تکالیف شرعیہ سے سبکدوشی کے خواستگار نہ ہوئے، تو دوسرے کو جو وہ نسبت بھی نہیں رکھتے جو یک ذرہ کو

[illegible] ہے، یہ لاف و گزاف اور شیخی بگھارنا، ڈینگیں مارنا کسی طرح روا ہو سکتا ہے [illegible] نہیں عقل و شعور بخشا) اور یہ تکالیف شرعیہ سے آزاد ہو کر، مجنون و لایعقل بنتے ہیں۔ [illegible] شیطان کے شر سے اور اس کے وسوسوں سے اپنی پناہ میں رکھے، برحمتك [illegible] آمین۔

نور ۱۰:- تمام فرشتے خواہ وہ سماوی ہوں جیسے جبریل و میکائیل و اسرافیل و عزرائیل اور حاملان عرش، اور ملائکہ مقربین و اسافیل کہ آسمان دنیا میں اور دوسرے فرشتے کہ ان کا شمار اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور ان یشاء [illegible] یا زمینی ہوں جیسے کراماً کاتبین اور محافظ فرشتے کہ انسان کی جن اور بلاؤں سے حفاظت پر مامور من اللہ ہیں جیسا کہ اللہ عزوجل نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا۔

لہ معقبات من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ

(آدمی کے لیے بدلی والے فرشتے ہیں، اس کے آگے پیچھے، بحکم خدا اس کی حفاظت کرتے ہیں)

یہ سب کے سب ہر قسم کے گناہ سے معصوم ہیں، ان سے گناہوں کا صدور محال، خود [illegible] گواہی دیتا ہے کہ لا یعصون اللہ ما امرہم ویفعلون ما یؤمرون (جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں)

اور ہاروت و ماروت کی جو حکایتیں عوام میں بیان ہوتی ہیں اور بعض "ماسیر" میں بھی مذکور ہیں [illegible] محققین کے نزدیک وہ سب بے اصل و بے ہیں، چنانچہ امام قاضی عیاض کی شفا اور اس کی شرح سے یہ بات معلوم کی جا سکتی ہے۔ اور حضرت [illegible] سید شاہ حمزہ [illegible] کی بیاض فتح الکلمات میں بحوالہ تفسیر زاہدی جو یہ قول منقول ہے کہ ملائکہ دو قسم ہیں، نوری و ناری، ان میں سے قسم اول یعنی ملائکہ نوری، گناہ و نافرمانی سے معصوم ہیں اور قسم دوم یعنی ناری ملائکہ سے گناہ کا صدور ہو سکتا ہے۔ تو یہ قول [illegible] اصطلاح [illegible] ہے کہ کچھ لوگوں نے قوم جن کو بھی ملائکہ فرمایا ہے۔

اور یہی اصطلاح مجہول ہے، وہ قول جو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

سے منقول ہے کہ ابلیس گروہ ملائکہ میں تھا اگرچہ وہ گروہ ملائکہ سے ہرگز نہ تھا بلکہ کثرت عبادت و زہد کی بدولت گروہ ملائکہ میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ اس باب میں قرآن کریم کی نص قطعی موجود ہے کہ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّہٖ (ابلیس قوم جن سے تھا تو اپنے رب کے حکم سے نکل گیا)

نور ۱۱:- محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انبیاء و رسل سے افضل ہیں۔ آپ کے بعد ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے بعد ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام یہی قول مشہور ہے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام، ان حضرات کو مرسلین اولوالعزم کہتے ہیں۔ اور یہ پانچوں حضرات باقی تمام انبیاء و مرسلین انس و جن و ملک و جمیع مخلوقاتِ الٰہی سے افضل ہیں۔ پھر تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام جملہ ملائکہ سے افضل ہیں۔ یہی مذہب ہے جمہور علمائے اہل سنت و جماعت کا اور یہی مذہب معتبر ہے۔

اور افضلیت کے معنی یہ ہیں کہ ثواب و کرامت اور قرب الٰہی میں دوسرے سے اعلیٰ مقام رکھتے ہیں شرح مقاصد وغیرہ میں بھی یہی مذکور ہے۔

پھر رسل ملائکہ افضل ہیں اولیائے بنی آدم سے اور اولیائے بنی آدم افضل ہیں عام ملائکہ سے۔

اور آداب المریدین میں ہے کہ تمام صوفیائے کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ رسل بنی آدم افضل ہیں تمام ملائکہ سے۔ البتہ اس میں قدرے اختلاف ہے کہ عام ملائکہ عام مسلمین سے افضل ہیں یا نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ اب یہ بات یقینی ہے کہ بعد انبیاء و مرسلین تمام مخلوقات الٰہی انس و جن و ملک سے افضل صدیق اکبر ہیں پھر عمر فاروق پھر عثمان غنی پھر مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اسی ترتیب و افضلیت پر ان کی خلافت واقع ہے۔ (الکم تقدم)

نور ۱۲:- اہل جنت کی عورتوں میں حضرت فاطمۃ الزہرا، حضرت خدیجہ، حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت مریم و آسیہ ہیں رضی اللہ تعالیٰ

[illegible] میں ہے کہ شیخ تقی الدین کے نزدیک حضرت فاطمہ افضل ہیں پھر حضرت خدیجہ، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن

بلکہ ایک جماعت کا قول ہے کہ حضرت عائشہ سب سے افضل ہیں۔ اور ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں فرمایا گیا کہ عائشہ کو تمام عورتوں سے ویسی ہی فضیلت حاصل ہے جیسی ثرید کو دوسرے کھانوں پر۔

اور ایک جماعت نے حضرت خدیجہ کو افضل بتایا کہ بیبیوں میں پہلی ہیں جو حضور پر ایمان لائیں۔

اور ایک جماعت حضرت مریم کی فضیلت کی قائل ہے۔ اور ان کی دلیل ہے وہ آیہ وَاصْطَفٰکِ عَلٰی نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ۔ تجھے تمام جہان کی عورتوں پر فضیلت دی۔ لیکن یہ ہے ان میں سے کوئی دلیل قطعی نہیں۔ لہٰذا سلامتی کی راہ یہی ہے کہ ان سب کو باقی دوسری بیبیوں پر فضیلت دی جائے۔ لیکن خود ان میں باہمی تفضیل کے قول سے اجتناب برتا جائے۔

نور ۱۳:- جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ خلفائے راشدین میں باہمی افضلیت برترتیب خلافت ہے اگر ان میں ملک داری و ملک گیری میں جسے جتنی دانائی دیکھی خلیفہ بنایا گیا اور افضل قرار پایا یہ محض غلط ہے۔ بلکہ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا خلافت برترتیب افضلیت ہے۔ اسی ترتیب افضلیت پر ان کی خلافت عمل میں آئی یعنی جو عند اللہ افضل و اعلیٰ و اکرم تھا وہی پہلے خلافت پاتا گیا۔ اور دلیل قوی پر یہ امر ہے کہ ان میں باہمی افضلیت اسی ترتیب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں متحقق و معروف ہو چکی تھی، حالانکہ آپ کے عہد مبارک میں ان میں سے کوئی خلیفہ نہ تھا۔ چنانچہ وفات اقدس کے بعد جب اسی ترتیب افضلیت سے ان کی خلافتیں وقوع میں آئیں تو یہ بات خود بخود روشن ہو گئی کہ خلافت برترتیب افضلیت ہوئی نہ کہ افضلیت برترتیب خلافت۔

اس بات کو خوب ذہن نشین کر لیں۔ مولائے کریم ہمیں ہدایت دے اور بدعقیدگیوں سے بچائے آمین۔

نورِ ۱۴:- دین کا مذاق نہ اڑائیں کہ کفر ہے، یوں ہی احکامِ شریعت کو بہ نظرِ حقارت دیکھنا بھی کفر ہے۔ جیسا کہ آجکل بے قید نو درویشوں سے دیکھنے میں آیا ہے کہ داڑھی و عمامہ پر پھبتیاں کستے ہیں۔ نعوذ باللہ من سوء الاعمال

نورِ ۱۵:- ہمارے اس دور میں ۱۲۲۹ھ سے آغاز ہے، ایک گمراہ ترین فرقہ جس کا آغاز بدعت در مابین المسلمین رخنہ ڈالنا اور ابحاث علاوہ زندقہ ہے، ہندوستان میں نمودار ہو چکا ہے اسی فرقہ کو اہلِ عرب، بلکہ تمام عجمی بھی وہابی کہتے ہیں، یہ فرقہ عبدالوہاب نجدی کی طرف منسوب ہے جو عرب شریف میں پیدا ہوا۔ اس گمراہ فرقے سے ہرگز ہرگز خلط ملط کو روا نہ رکھیں۔ اس ننگِ روزگار و ناشغر رہا کی شناخت کے لیے یہی ایک کلمہ جو میں کہتا ہوں، کافی ہے کہ یہ فرقہ رافضیوں کا بھی بڑا باپ ہے۔ بالخصوص صحابہ کرام کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں۔ تو بہ لطف خود جنابِ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جنابِ پاک، بلکہ بارگاہِ الٰہی میں گستاخیاں اور بے ادبیاں کرتا ہے۔ یہی ہے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی جنابِ پاک کی طرف امکانِ کذب کی نسبت کرتے ہیں۔

اگر خدا جھوٹ بول سکتا ہے مسلمانو! جب اللہ ہی کا جھوٹا ہونا ممکن ہوا، پھر اس کی کونسی بات کا اعتبار رہا، دین ایمان سب ہاتھ سے گیا، اب نہ قرآن رہا، نہ قرآن پر یقین سمجھو، وہابیہ کا یہ ادنیٰ کرشمہ ہے کہ ایک ہی لفظ میں تمام دین و ایمان و نبی و قرآن پر پانی پھیر دیا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

اسی طرح یہ وہابیہ اللہ تعالیٰ کے علم و صدق وغیرہ صفات کو اختیاری مانتے ہیں اگر چاہے یہ صفات فی الحال اس کے لیے ثابت نہیں، وہ جب چاہے تو ثابت ہو جائیں۔ دلیب ربانہ اس گمراہ فرقے کی تمام تر کوششوں کا ماحصل وہی ہے جو فرقہ نیچریہ کا ہے اور کہنا چاہیے کہ یہیں کی مادرِ ضلالت سے ایک لڑکی پیدا ہوئی کہ جب تک کم سن رہتی، اس نے وہابیت کا نام پایا جب حدِ بلوغ کو پہنچی اور خونِ لاوے نے جوش مارا اور والدہ کو منہ اسے دیکھی تو نیچریت کے نام سے موسوم ہوئی۔

مان کو ان دونوں ہی گمراہ فرقوں سے دور سے دور تر رہنا چاہیے کہ وہ ان سیاہ راہ ہیں (کہ ڈستے اور راہِ حق سے بہکاتے ہیں۔)
مولیٰ تعالیٰ ایسے گمراہوں کی صحبت سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین

نورِ ۱۶:- خرقِ عادت ایسی بات کو کہتے ہیں جو معمولاتِ الٰہیہ اور عادتِ جاریہ کے برخلاف ظہور میں آئے، مثلاً انسان کی عادتِ جاریہ یہ ہے مثلاً کسی سیڑھی یا زینے کے ذریعہ بالائی حصہ پر پہنچے لیکن اگر کوئی بندۂ خدا اس سبب کے بغیر ہی وہاں پہنچ جائے تو کہا جائے گا کہ اس سے خرقِ عادت کی چند ہیں۔

معجزہ، ارہاص، کرامت، معونت، استدراج، اہانت

یہ کہ خرقِ عادت کا ظہور یا کسی مسلمان کے ہاتھوں ہوگا یا کافر سے۔ پہلی صورت صاحبِ ایمان نبی ہوگا یا ولی، یا عام مومنین سے۔ اگر اس کا صدور نبی سے اور زمانہ میں ہو تو اس کا نام معجزہ ہے اور جو بات خلافِ عادت قبل نبوت ظاہر ہو اسے کہتے ہیں، اور ولی سے کوئی بات ظاہر ہو تو اسے کرامت کہا جاتا ہے اور عام مومنین ہو تو اسے معونت کا نام دیا جاتا ہے۔

خرقِ عادت کافروں اور بے باک فاجروں سے اُن کے موافق ظاہر ہو تو اسے کہتے ہیں اور ان کے خلاف ظاہر ہو تو اہانت ہے چنانچہ مسیلمہ کذاب ملعون جس نبوت کیا تھا، اس سے لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہے اپنا دستِ مبارک جس بچے کے سر پر پھیر دیتے ہیں، اس کے سر سے مشک کی خوشبو ہے۔ اس نامراد نے بھی ایک بچے کے سر پر ہاتھ پھیرا تو وہ گنجا ہو گیا۔

یونہی اس ملعون سے لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنا لعاب اقدس کھاری کنوئیں میں ڈال دیتے ہیں تو پورا کنواں میٹھا ہو جاتا ہے، اس مردک نے میٹھے پانی کے کنوئیں میں تھوک دیا، سارا کا سارا پانی کھاری ہو گیا۔ اس ملعون نے سنا کہ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک ایک نابینا کی آنکھوں پر پھیرا

لوگوں کے ذہن نشین رہے اور وہ کسی مغالطہ کا شکار نہ ہوں۔ و باللہ التوفیق۔

فقیر برکاتی یہاں اپنے جد مجدد و مرشد برحق کی دو بیّن چشم دید کرامتیں لکھتا ہے۔ ان میں سے ایک کرامت یہ ہے کہ جب آپ کی روح مبارک عالم بالا کی طرف پرواز کرنے کے بعد بھی لب ہائے مبارک کی حرکت بند نہ ہوئی اور وہی کیفیت تھی جیسی کہ اسم ذات کے شغل کے باعث عموماً دیکھنے میں آتی تھی اور عالم حیات ظاہری میں آپ کی عادت گرامی تھی۔ اور باوجودیکہ میں سر مبارک اور ٹھوڑی کو اپنی سی پوری کوشش سے رومال باندھتا لیکن سود مند نہ ہوتا۔ آخر کار میں نے دونوں ہاتھ حضرت کی جانب متوجہ کیا اور جو عرض کرنا تھا عرض کر دیا۔ اسی وقت حرکت بند ہو گئی پھر جب غسل دینے کا وقت آیا تو پھر ہونٹوں پر وہی جنبش نمودار ہوئی۔ میں نے پھر دوبارہ بطلب دل جو عرض کرنا تھا عرض کیا۔ وہ جنبش پھر ختم ہو گئی پھر جب دفن کا وقت آیا اور ہم نے چہرہ مبارکہ دیدار کے لیے کھولا ہونٹوں پر وہ جنبش مائل تھی فقیر نے پھر وہی عرض داشت پیش کی تو وہ جنبش ختم ہو گئی۔ اس کے علاوہ اور بہت سی کرامتیں آپ سے ظہور میں آئیں جن کا تحریر میں لانا مختصر کتاب کی تطویل کا باعث ہے، جبکہ ہمارے مدنظر ہے اختصار۔

نور ۱۷: نبی وہ بشر ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے اس کے نفس کی تکمیل کے لیے اس کی طرف وحی بھیجی، خواہ نئی شریعت لائے خواہ سابقہ شریعت پر آئے۔ لیکن رسول اس بشر کو کہتے ہیں کہ اس کی تکمیل نفس کے بعد احکام ہی کی تبلیغ کے لیے اسے بندوں کی طرف بھیجا جائے۔ یہاں بھی نئی شریعت کی کوئی تخصیص نہیں۔ دریں مسئلہ ما نحن فیہ کا تعلق اس سے ہے کہ وحی منزل انبیائے کرام علیہم السلام کے علاوہ کسی اور کی طرف نہیں آتی۔ ہاں اس امت کو ایک درجہ پر سرفراز فرمایا جاتا ہے جسے الہام کہتے ہیں۔

نور ۱۸: ایمان بالغیب اگرچہ مقربان بارگاہ کا حصہ اور فضل عظیم و شرف مسلم کا مسئلہ ہے لیکن [illegible] اگرچہ [illegible] ہوں، محض اعتقاد ہی نہیں کر [illegible] اس کی شان ہی نرالی ہے۔ کیونکہ [illegible] کی بدولت ایمان بالغیب ایمان بالغیب [illegible] سے محسوس [illegible]

[illegible] پر ایمان شہودی ہے اور ہمارا ایمان بالغیب۔ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام [illegible] پر نزول کتب پر اور نزول وحی پر ایمان باعث عزت ہے اور ہمارا ایمان ایمان بالغیب [illegible] ہے کہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے معجزات جلیلہ پر ایمان بالشہود ہے وہ نہیں ایمان بالغیب اور یہ ایک فضل جزئی ہے جو ہمیں ملنے کو اور [illegible] کہ حضرت خواجہ کو اپنے نعیم قیامت الجزئی فضیلت حاصل ہے۔ لیکن وہ فضیلت کلی [illegible] ہے اکثریت ثواب اور خاص حضوری بارگاہ رب الارباب [illegible] صحابہ کرام ہی کا حصہ ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور فضیلت جزئی فضیلت کلی کا [illegible] مقابلہ کر سکتی ہے یہ بات خوب ذہن نشین کریں۔

میں نے یہ مسئلہ حضرت جدی و مرشدی السید شاہ آل رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا تھا ایک روز آپ بطور وعظ بیان فرما رہے تھے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو مخاطب فرما کر دریافت فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ ایمان والوں میں ان لوگوں کا ایمان زیادہ محبوب ہے؟

صحابۂ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ، ملائکہ و انبیائے کرام کا ایمان
ارشاد فرمایا کہ "نہیں، اس لیے کہ وہ حضوری ذات اور منزلات وحی میں ہیں"
"عرض کیا، پھر تو ہمارا ایمان زیادہ محبوب ہو"
ارشاد ہوا "نہیں، کہ میں خود بہ نفس نفیس تم میں تشریف فرما ہوں"
صحابہ کرام نے عرض کیا "پھر تو خود رسول ہی خوب جانتے ہیں"
اس پر ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کا ایمان کہ میرے بعد پیدا ہوں گے اور اسلامی شریعت، کتابوں کے اوراق میں لکھی پائیں گے، ہر چیز ان کے شہود سے دور ہوگی پھر بھی وہ اس پر ایمان لائیں گے۔

میں نے اس پر عرض کیا کہ اس عطائے عظیم کی بخشش، ہماری فضیلت جزئی کی موجب ہوئی یا نہیں۔ اس پر وہی جواب ارشاد فرمایا جو ابھی مذکور ہوا۔

نور ۱۹: یزید پلید پر لعنت کرنے میں علمائے اہل سنت وجماعت

کے تین قول ہیں ۱. سکوت ۲. ممانعت اور ۳. جواز

سکوت ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ کوفی اور اس امام عالی مقام کے متبعین کا قول ہے اور یہی اسلم و احکم ہے۔ اور سلامتی کی راہ محکم کہ اس سے فسق و فجور متواتر ہیں۔ کفر متواتر نہیں۔ اور بحالِ احتمال البتہ کبیرہ بھی جائز نہیں نہ کہ لعن و تکفیر۔ مگر اس کے فسق و فجور سے انکار کرنا اور شہزادہ گلگوں قبا، شہید کرب و بلا، امام حسین مظلوم پر الزام رکھنا ضروریاتِ مذہب اہل سنت کے خلاف ہے اور ضلالت و گمراہی و شقاوت و بدبختی ہے۔ بلکہ انصافاً یہ اس قلب سے متصور نہیں جس میں محبت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شمہ ہو اس کا قائل ناصبی مردود اور اہل سنت کا عدو عنود ہے۔

ممانعت، کہ اس پر لعنت نہ کی جائے امام غزالی اور ان کے اتباع کا قول ہے اور

جواز، کہ بلا تردد اس پر لعنت جائز ہے۔ یہ مسلک ہے حضرت امام احمد بن حنبل اور ان سے موافقت کرنے والوں کا۔ علمائے متاخرین میں علامہ سعد الدین تفتازانی وغیرہ، بھی اسی راہ پر گامزن ہوئے۔ یہ تینوں فریق اہل سنت وجماعت سے ہیں۔ کوئی بھی سنی مسلمان ان تینوں مذہبوں میں سے کسی ایک مذہب کو اختیار کرتا ہے تو اس سے اس کی سنیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ وہ بدستور سنی المذہب ہی رہے گا۔

لیکن حق یہ ہے کہ وہ حسن احتیاط جو مذہب مہذب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے وہ حالہ غیر میں نہیں ہو سکتی۔ مختصر یوں سمجھیں کہ اگر بالفرض وہ یزید مستحق لعنت ہی ہے تو اسے ملعون ملعون کہنا اور اس پر لعنت کو اپنا وظیفہ بنا لینا، یہ کوئی باعثِ فضیلت امر تو نہیں

اور اگر وہ عند اللہ مستحق لعنت نہیں معاذ اللہ، اس لعنت کے پلٹنے کا اندیشہ ہے اس لیے کسی عاقل کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ ایسے کام میں منہمک و مشغول ہے کہ اس کا ایک پہلو کھلے ہوئے نقصان کا موجب ہو اور دوسرا پہلو نفع سے خالی۔

پھر یہ جواز و عدم جواز لعنت کا مسئلہ بھی ایک فقہی مسئلہ ہے اور ہم فقہ میں حضرت امام والا مقام کے مقلد ہیں تو اس مسئلہ خاص میں کیوں ان کی تقلید سے قدم باہر نکالیں

یا عداوت و بغض، لعنت کرنے ہی میں منحصر نہیں۔ اس کے اور بھی طریقے ہیں جو ہر ذی عقل پر روشن۔ تو صرف یہی طریقہ کیوں اختیار کیا جائے؟ کیا تم نے نہ دیکھا کہ علمائے کرام کسی کافر معین پر بھی نام لے کر لعنت کرنے کی اجازت نہیں دیتے تاوقتیکہ یقینی طور پر کفر پر اس کا انجام معلوم نہ ہو جائے۔ اور ذریعہ یقین ہے وحی الٰہی، جو اب منقطع ہو چکی۔ تو کیا کافروں کے ساتھ عداوت و بغض کا حکم نہیں، (ہے اور ضرور ہے)

ہاں اس خبیث مردود و پلید نامسعود سے جو بغض ہمیں ہے، اسے خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ لیکن الحمد للہ کہ ہم اس پر لعنت کو اپنا وظیفہ و شعار نہیں بناتے۔ بلکہ اس سے سروکار نہیں رکھتے، اور نہ کسی مسلمان کو لعنت کرنے والا اور فحش گو ہونا چاہیے۔ پھر بھی اگر کوئی اس پر لعنت کرتا ہے کرے۔ وہ جانے اور اس کا کام۔ زجر و توبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ ہم اس پر بھی روا نہیں رکھتے جیسا کہ ابھی گزرا۔ اور قبول حق کی توفیق اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے۔

نور ۲۰

ایک روز عصر و مغرب کے مابین حضرت رشید برحق کی خدمت میں حاضر تھا۔ انہیں ایام میں میں نے ایک کتاب ترتیب دی تھی جس میں جمل، صفین اور جنگ نہروان میں عملاً حصہ لینے والوں کے بارے میں اہل سنت وجماعت کے عقائد کا ذکر تھا۔ میں نے یہ کتاب اصلاح کی غرض سے ان کی نذر کیا اور کے سامنے رکھی۔ فرمایا "پڑھ کر سناؤ"۔ میں نے تھوڑا سا پڑھ کر سنایا۔ ارشاد فرمایا برخوردار مولوی عبد القادر بدایونی سلمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس رسالہ کو مطالعہ کیا ہے یا نہیں؟ میں نے عرض کیا کہ ساری بحث کا استنباط میں نے مولوی صاحب مذکور ہی سے کیا ہے۔ فرمایا "بس تو پھر یہی کافی ہے ان کا علم ماشاء اللہ ہے اور میں اس ادھیڑ عمری میں اتنی فرصت کہاں کہ کسی کتاب کی اصلاح یا تصنیف کی طرف متوجہ ہوں۔" میں نے پھر عرض کیا کہ اس مسئلہ میں مختصر طور پر کچھ ارشاد فرمائیں تاکہ میں اسے حرز جان و دل بناؤں اور اس کی پناہ میں رہوں۔

ارشاد فرمایا "وَنَكُفُّ عَنْ ذِكْرِ الصَّحَابَةِ إِلَّا بِخَيْرٍ" ہم صحابہ کا جب بھی ذکر

النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وثبت مع صدقہ فلو فقد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ذالک الوطن وحضر ابو بکر لقام فی ذالک المقام الذی اقیم فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لانہ لیس ثم احد اعلی منہ یحجبہ ذالک المقام فہو صادق ذالک الوقت وحکیمہ وما سواہ تحت حکمہ۔

(مترجم عرض کرتا ہے کہ یہ تصوف کی ایک خاص اصطلاح پر کلام ہے۔ اور عوام الناس کو اس کی حقیقت تک پہنچنا مشکل ہے لہٰذا ترجمہ ترک کر دیا گیا کہ خواص اس کے محتاج نہیں)

نور ۲۶:- اس زمانہ پر فتن میں بعض عوام اہل سنت رافضیوں کی صحبت و ہم نشینی اختیار کرنے کے باعث حضرت امیر معاویہ وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف سے سوء عقیدت اور بدگمانی میں مبتلا ہیں۔ اس لیے مناسب ہے کہ ہم اس سلسلہ میں خصوصاً امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باب میں ذکر کرتے چلیں۔ ہم حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء قدس سرہ کے ایک قول پر اکتفا کرتے ہیں کہ صوفیہ صافیہ کے لیے سند کافی و وافی ہے۔

چنانچہ حضرت والا کے ملفوظات "فوائد الفواد" میں ہے کہ بندہ نے عرض کیا کہ حضرت امیر معاویہ کے باب میں ہمارا عقیدہ کیا ہونا چاہیے؟ ارشاد فرمایا کہ آپ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خسر پورہ (یعنی سالے) ہیں۔ صاحب ایمان مسلمان ہیں اور صحابہ کرام سے ہیں آپ کی ایک ہمشیرہ تھیں ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حرم پاک و ازواج مطہرات میں شامل ہیں۔

اتو اس قدر قربت قریبہ کے بعد ان کی جناب پاک میں بدظنی و سوء عقیدت کیسی۔ اور سالے کا استعمال روزمرہ میں بطور گالی بھی رائج ہے۔ لہٰذا ان کی جناب میں یہ استعمال نہ کریں۔

نور ۲۷:- معدن اعمالی کے باب۔ ومہم میں صحابہ کرام کے تمام امت

سے افضل ہونے، ام المومنین صدیقہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مناقب، روضہ مبارکہ کی عمارت اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکر ہے۔ اس فقیر مسکین نے عرض کیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا تمام مسلمانوں سے افضل ہونا صرف شرف صحبت نبوی کی بنا پر ہے یا دوسرے مکارم اخلاق مثلاً علم و عبادات اور زہد و تقویٰ اور توکل وغیرہ میں بھی آپ کو سبقت حاصل ہے؟ بندگی دم معظم اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اس مسئلہ میں خلاصہ جواب یہ ہے کہ تمام مخلوق اولین و آخرین میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطلقاً افضل ترین ہیں اور آپ کے بعد تمام انبیاء و مرسلین تمام مخلوقات سے افضل ہیں۔ صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور انبیاء و مرسلین کے بعد حضور کے صدقہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت مرحومہ تمام امتوں سے افضل ہے اور امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ میں سب سے افضل صدیق اکبر ہیں۔ پھر عمر فاروق اعظم۔ پھر عثمان بن عفان۔ پھر علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم۔ یہاں یہ امر بھی ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ خواص بنی آدم یعنی انبیاء و مرسلین علیہم السلام افضل ہیں خواص ملائکہ سے اور خواص ملائکہ مثلاً جبرائیل، میکائیل، اسرافیل عزرائیل علیہم السلام افضل ہیں عوام بنی آدم سے اور عوام بنی آدم افضل ہیں عوام ملائکہ سے۔ یہ مذہب ہے جمہور اہل سنت و جماعت کا۔

اب ہم اصل مسئلہ کی طرف آتے ہیں تم نے پوچھا ہے کہ صحابہ کرام کی فضیلت کا مبنیٰ صرف شرف صحابیت ہے یا وہ دوسرے صفات عالیہ مثلاً علم و عبادت اور زہد و تقویٰ اور توکل وغیرہ میں بھی فضیلت رکھتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اھتدیتم (میرے تمام صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے) تو یہ ارشاد گرامی اپنے عموم پر ہے اس قول مبارک کے مصداق جس طرح خلفائے اربعہ ہیں اسی طرح باقی تمام صحابہ کرام بھی ہیں۔ تو صحابہ کرام سے مقتدائے متبوع کی ہدایت کا دار و مدار ہے ان کی اتباع و پیروی پر اور یہ حقیقت ہے لیکن

ظاہر ہے کہ مقتدا کو اپنے مقتدیوں سے تمام اوصاف میں فاضل تر ہونا چاہیے۔

لہٰذا صحابہ کرام کو جس طرح شرفِ صحابیت حاصل ہے یونہی اوصافِ جمیلہ میں بھی فضیلت و برتری حاصل ہے اور وہ اگرچہ تمام اوصافِ عالیہ مثلاً علم و تقویٰ، زہد و ورع اور توکل وغیرہ سے موصوف ہیں۔ لیکن ان تمام فواضل پر صحابی رسول ہونے کے ثمرات و فوائد بیش از بیش اور غالب تر ہیں اور ان تمام فضائل و فواضل کو صحابیت اپنے دامن میں سمیٹے ہوتے ہیں اس کے علاوہ کسی اور وصف کو یہ شرف و جامعیت حاصل نہیں یہی وجہ ہے کہ آپ کے صحابہ کو صرف لفظ صحابی سے یاد کیا جاتا ہے صوفی یا ولی کا لقب ان کو نہیں دیا جاتا۔ لہٰذا صحابہ کرام کے علاوہ اولیائے کرام کے لیے یہ بات ممکن اور جائز ہے کہ وہ صحابیت کے ماسوا دوسرے اوصاف سے متصف ہوں جیسا کہ صحابہ کرام ہیں لیکن وہ دولت و نعمت، جسے صحابیت اپنے ضمن میں لیے ہوئے ہے وہ کہاں حاصل ہو سکتی ہے۔ "بندگی مخدوم عظم اللہ تعالیٰ نے جب اس ارشاد گرامی سے فارغ ہوئے تو یہ شعر مبارک پڑھا۔

ماہ من گر تو مرا کس نہ کنی من چہ کنم
سنگ بے تربیتے لعل شدن نتواند

(اے میرے چاند اگر تو اپنی طرف سے مجھے کسی قابل نہیں بنا سکتا تو مجھے کیا کرنا، کدھر جاؤں، کوئی پتھر کسی تربیت و تراش کے بغیر لعل نہیں بن سکتا،

نور ۲۸: یاد رکھنا چاہیے کہ نبوت و رسالت کا منصب، کسی نبی و رسول سے سلب نہیں کیا جاتا۔ برخلاف مرتبۂ ولایت کے کہ یہ سلب ممکن ہے۔ اس لیے میرے عزیز، مرتبۂ ولایت کے حصول کے بعد بے خوف نہ ہو جانا، بلکہ ہمیشہ اس منصب کو باقی رکھنے کی کوشش میں لگے رہنا یہاں تک کہ یہاں سے رحلت کا وقت آ جائے۔ ورنہ خسر الدنیا والآخرہ کا مصداق بن جائے گا والعیاذ باللہ تعالیٰ

تیسرالمعہ (تا باشِ ۳)

تصوّف کے بیان میں

نور ۱: سوال تصوّف اور سلوک میں کیا فرق ہے؟

جواب ان دونوں کے مابین وہی فرق ہے جو فقہ و اصولِ فقہ کے درمیان ہے یعنی تصوف اصولِ فقہ کے مشابہ ہے اور سلوک فقہ کی مانند۔ تصوف میں علم شریف باطنی کے قواعد و اصول بیان ہوتے ہیں اور سلوک میں ان قواعد و اصول کی مدد سے اس راہ میں گامزن ہونے کے طریقے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

نور ۲: وحدت دو قسم پر ہے ایک وجودی، دوسری شہودی۔ وحدت وجودی کا ماحصل یہ ہے کہ سالک کے علم اور اس کی نگاہ سے ماسوی اللہ کا شعور ساقط ہو جائے۔ اور تمام ماسوی اللہ کے شعور فنا کے بعد اس کے علم و لحاظ میں ذات باری تعالیٰ ہی باقی رہے۔ اگر لا موجود الا اللہ، ان الباقی، فانی، خلاصہ کلام یہ کہ اس کے علم میں بھی صرف ایک موجود رہے اور اس کی نگاہ میں بھی صرف وہی وہ ہو یعنی بجز ذات وحدت کے سالک کے علم و نظر کے غبار سے اس کی یہ حالت ہو جانے کہ بجُز دیدن و بیکے دانستن اور جو باطنی یہی ہے کہ قلب و قالب، رذائل و ناقص حرکات سے متخلّی و تہی داماں، اور فضائل و مکارم اخلاق سے متجلّی و روشن کرکے حجاباتِ شرک خفی و جلی سے دور کیے جائیں یہاں تک کہ پھر لا مشہود الا اللہ اور لا موجود الا اللہ متجلی و جلوہ گستر ہو۔ یعنی دل ارادۂ غیر سے خالی ہو، پھر غیر نظر سے معدوم، پھر حق حقیقت جلوہ فرمائے کہ وجود اسی کے لیے ہے باقی سب ظلال و پرتو

(افاداتِ رضویہ)

یہی سالک کا نہائی مقام ہے۔ یعنی سالک کو جب اس مقام تک رسائی نصیب

ہوتی ہے تو وہ اسمِ ولی سے موسوم ہو جاتا ہے اور ختم سیر الی اللہ کے بھی یہی معنی
ہیں۔ اسی کو مقام لاہوت کہتے ہیں یہ مقام مقاماتِ سیر و سلوکِ قادریہ میں چوتھا مقام
ہے۔ اس کے بعد کہیں سیر فی اللہ ہے اور اس سے مراد ہے ذاتِ باری تعالیٰ میں زندگی
کا حصول۔ اس کی انتہا کوئی نہیں اور یہ ابتدا ختم سیر الی اللہ سے ہوتی ہے۔

اور وہ جو حدیث شریف میں وارد ہوا کہ مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ اس میں تو
عرفان میسر نہ ہو جیسا کہ معرفت کا حق ہے اس سے اسی مقام کا سراغ ملتا ہے اور یہی مسلک
ہے سلاسل قادریہ و چشتیہ و سہروردیہ وغیرہا کے تمام اولیائے کرام کا رضوان اللہ تعالیٰ
علیہم اجمعین۔ ہاں اقلیت گروہ جو وحدت شہود کا قائل ہے وہ اس مقام کو سالک کا
انتہائی مقام کہتا ہے۔

وحدت شہودی سے بھی بالفاظِ دیگر یہی معنی مراد ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ یہاں
تمام موجودات کی نفی صرف نظرِ سالک سے ہوتی ہے، اس کے علم سے نہیں، یعنی تمام
ماسوی اللہ تمامی موجودات علمِ سالک میں باقی رہتے ہیں صرف نظر سے معدوم ہو جاتے
ہیں، نظر میں صرف ایک ذاتِ باری تعالیٰ ہوتی ہے باقی سب پس پردہ اور نگاہوں سے
پوشیدہ جبکہ علمِ سالک میں ان کا وجود باقی رہتا ہے۔

اس کی مثال یہ دیتے ہیں کہ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو تمام ستارے
نگاہوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں نظروں میں صرف ایک آفتاب ہی کی روشنی ہوتی ہے
لیکن آدمی جانتا ہے کہ ستارے فنا نہیں ہوئے، موجود ہیں مگر نگاہ سے اوجھل۔

یوں ہی سالک کی نگاہوں میں تجلیات صرف ایک ہی ذاتِ کریمہ کی ہوتی ہیں
مگر اس کے علم میں یہ بات کہ دوسری موجودات بھی موجود ہیں (معدوم نہیں) اس
اعتبار سے کہا جا سکتا ہے کہ وحدتِ شہودی سے قوسین ایک متصل نظر آتے ہیں اور یہ
نقص ہی ہے کہ تمام موجودات علمِ سالک میں باقی و موجود رہتے ہیں اور یہ منافی ہے
فنائے مطلق کے، اسی لیے اس توحیدِ شہودی کے قائل حضرات صوفیہ صافیہ کا ایک
قلیل گروہ ہے۔ شیخ علاء الدولہ سمنانی اور شیخ روزبہان بقلی وغیرہا

…علمائے متاخرین میں حضرت احمد صاحب سرہندی اور آپ کے متبعین کہ
سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ ہیں اسی راہ پر گامزن ہیں بلکہ ان میں سے بعض حضرات تو توحید
…ے قائل ہو گئے۔ مثلاً شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کہ نقشبندی مجددی
…ے باوجود آپ نے اس مسئلہ میں چند ایسے مکاتیب شائع کر دیے تھے جو حضرت
…صاحب کے اقوال کی تائید پر مشتمل تھے جن کا پتہ ان مکتوبات سے چلتا ہے
…ے وحدت شہودی میں آپ نے تحریر فرمائے اور ان مکاتیب شاہ صاحب
…ی خواجہ یحییٰ صاحب نقشبندی مجددی مرزا مظہر جانِ جاناں صاحب نے
…ب مبسوط رسالہ تحریر کیا۔ پھر اس کا رد مولوی رفیع الدین صاحب ولد شاہ
…صاحب محدث دہلوی برادر حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی
…نے **دمغ الباطل** کے نام سے لکھا جو شائع ہوا جواب بھی موجود ہے
شائقین اطلاع علیہا فلیرجع الیہ۔

لہٰذا انصاف سے دیکھنا چاہیے کہ ان دونوں اقوال، توحید وجودی و شہودی
…ن قول کو ترجیح حاصل ہے۔ ہمارے نزدیک تو صوفیائے کرام کے مقالات
…ن سے فقط توحید وجودی ہی ثابت اور براہین سے مبرہن ہے۔
…ی اپنے فضل و کرم کے طفیل ہمارا حصہ ہمیں نصیب فرما۔ آمین یا کریم لاکریمین۔

نور ۳: مقاماتِ سلوکِ قادریہ چار ہیں۔ ناسوت، ملکوت، جبروت اور
لاہوت۔ ناسوت کو شہادت، عالمِ خلق و عالمِ جسمانی وغیرہ بھی
…ں اور ملکوت کو عالمِ امر و عالمِ ارواح و عالمِ ملائکہ و عالمِ آخرت وغیرہ سے بھی
…تے ہیں۔ جبروت سے عالمِ صفاتِ باری تعالیٰ مراد لیتے ہیں اور لاہوت کو
…ہوتیت و عالمِ ذاتِ باری تعالیٰ سے نامزد کرتے ہیں۔ سالک کے لیے دوران
…ن تمام عالموں کی سیر ضروری ہے۔ عالمِ لاہوت میں پہنچ کر سیر و سلوک کی
…باقی ہے بالفاظِ دیگر سیر الی اللہ سے فراغت کے بعد سیر فی اللہ کی ابتدا
…ہے اور اس کی کوئی انتہا نہیں۔

نورِ ۴: اولیاء اللہ میں جو باہم ایک کو دوسرے پر فضیلت دی جاتی ہے، اس کا منشاء وہی یہی سیر فی اللہ ہے ورنہ تمام اولیاء نے ہی اصل طریق ولایت یعنی سیر الی اللہ میں یکساں ہیں جیسا کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام کہ اصل نبوت و رسالت میں برابر ہیں۔ اسی کی طرف مُشعر ہے قولِ باری تعالیٰ کہ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ کہ آیۂ کریمہ سے جو بات معلوم ہوتی ہے وہ یہی ہے کہ تمام انبیاء و مرسلین اصل نبوت و رسالت میں برابر ہیں۔

یوں ہی تمام اولیاء نے بھی اصل ولایت یعنی سیر الی اللہ میں یکساں ہیں۔ اسی کی طرف اشارہ ہے اس مقولہ میں کہ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْ أَوْلِيَاءِهِ یعنی اصل ولایت میں اولیاء اللہ کے مابین مساوات و برابری ہے۔ وہ یہیں سے معلوم ہو کہ ان میں سے بعض کو دوسرے بعض پر جو فضیلت حاصل ہے وہ اسی سیر فی اللہ کے اعتبار سے ہے یعنی باعتبار سیر فی اللہ۔ اس لیے کہ قربت خداوندی اور درجات میں سربلندی سیر فی اللہ ہی زیادت سے نصیب ہوتی اور میسر ہوتی ہے۔ جس کی سیر جتنی زیادہ قرب و ترقی اتنی ہی سوا۔ اور جس کی سیر فی اللہ کم، اس کے لیے اسی اعتبار سے ترقی درجات کم۔ جب کوئی اللہ کا پیارا سیر فی اللہ میں ترقی کرتا آگے بڑھتا ہے وہ اسی قدر دوسروں پر فضیلت پاتا جاتا ہے۔

پھر اس سیر فی اللہ میں ترقی درجات کے علاوہ کوئی اور چیز ہے بھی نہیں۔ اور اس سیر کی کوئی انتہا بھی نہیں ہے اور یہ سیر کبھی ختم نہیں ہوتی، ورنہ لازم آئے گا کہ ذات باری تعالیٰ محدود و محتاج ہو جائے اور یہ منافی ہے شانِ الوہیت کے۔ حدیث شریف یعنی مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ میں اسی حقیقت کا بیان ہے اور اسی اعتبار سے یہ حدیث شریف پڑھنے [illegible] ہی معنی پر محمول ہے۔ یہ نہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے براہِ تواضع و انکسار یہ بات ارشاد فرمائی جیسا کہ اس زمانہ کے بعض صوفی نما جاہل گمان کرتے ہیں۔ الٰہی ہمیں عقل کی کجروی سے بچا۔ آمین۔

نورِ ۵: طلب دو قسم پر ہے۔ طلب خالق و طلب مخلوق۔ طلب مخلوق

مردود ہے اور طلب خالق حق و مقبول۔

کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر ایک جماعت پر ہوا تو ملاحظہ فرمایا وہ خوف زدہ، سہمے ہوئے، ہانپ رہے، وہ کانپ رہے ہیں اور چہرے کا رنگ [illegible] ہے۔ آپ نے ماجرا دریافت فرمایا تو معلوم ہوا کہ دوزخ کے خوف سے اس حال پر پہنچے ہیں۔ آپ وہاں سے تشریف لے گئے اور یہ فرمایا خَلْقٌ يَهْرُبُ مِنَ الْخَلْقِ ایک مخلوق ہے جو دوسری مخلوق سے بھاگ رہی ہے ڈر کے مارے۔

پھر آپ کا گزر ایک اور گروہ پر ہوا۔ انہیں بھی اسی حالت میں پایا۔ دریافت پر معلوم ہوا کہ شفائے جنت کے مشتاق ہیں، یہاں تک نوبت پہنچی ہے کہ یہ معلوم کل [illegible] نظر آتے۔ آپ نے وہاں سے بھی کنارہ کشی اختیار فرمائی اور فرمایا کہ خَلْقٌ يَطْلُبُ [illegible] یعنی یہ وہ مخلوق ہے جو دوسری مخلوق کے لیے بیتاب و بے قرار ہے۔

اس کے بعد آپ کی ملاقات ایک اور گروہ سے ہوئی۔ انہیں بھی اسی رنگ میں دیکھا تو اس کا سبب دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ فقط اللہ کے شوق میں اس حال زار کو پہنچے ہیں کہ کل یہ دولت نصیب ہو پانا ہو اور کل بروز قیامت ان پر کب اپنے رب کے جمال جہاں آرا سے مشرف ہوں گے یا نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام انہیں کے ساتھ تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ اولٰئک قومٌ یطلبون الخالقَ تبہ، امرتُ ان اصاحبہم وانہم [illegible] کما قال یعنی یہی ہیں وہ لوگ جنہیں خالق کی طلب ہے۔ انہیں کے بارے میں مجھے حکم ہے کہ میں ان کے ساتھ بیٹھوں، اٹھوں اور ان سے مانوس رہوں۔"

اس لیے ہمیں بھی یہی بات زیبا ہے کہ ہم ایسے ہی لوگوں سے پیار دلی لگاؤ رکھیں جو اسی کے طالب ہوتے ہیں، انہیں نہ دنیا سے کوئی غرض ہے نہ آخرت سے کوئی واسطہ۔

ایک فائدہ زائدہ: یہاں یہ خدشہ ضرور پیدا ہوتا ہے کہ جنت کی طلب [illegible] سے نجات، جنت کی نعمتوں اور درجوں کا حصول اور جہنم کی [illegible] اور طبقوں سے [illegible] کی دعا نہیں چاہیے حالانکہ [illegible] بلکہ آیات قرآنیہ میں وارد ہیں اور ان کا پڑھنا مطلوب

خاصہ اسلام اور قبولِ احکام کے بغیر وجود نہیں ہوتی۔ بلکہ اسلام اس ولایت خاصہ
کے بغیر پایا جاتا ہے۔ تو وہ مسلمان جو مقام ولایت پر فائز نہیں، شجرِ محض کی مانند ہے اور
ولی اللہ مسلمان کہ عارف باللہ ہے، پھل دار درخت کے مماثل ہے۔ تو مسلمان ہونے کے
لیے یہ امر ضروری نہیں کہ وہ ولی و عارف بھی ہو۔ بلکہ بکثرت ایسے مسلمان موجود ہیں جو
عارف نہیں، بخلاف عارف باللہ ولی کے کہ اس کے لیے اتباعِ احکامِ شریعت [illegible]
ناگزیر ہے۔ اور یہیں سے یہ بات اور بھی واضح ہو گئی کہ افضل شیخین جلیلین (حضرت
ابوبکر صدیق و عمر فاروق اعظم) کا حضرت عثمان غنی و مولیٰ علی وغیرہما سے افضل ہونا
جہاں اور بہت سے دلائل سے ثابت ہے وہیں یہ دلیل بھی اس امر پر بڑی قوی دلیل
ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اے عزیز۔ اللہ تعالیٰ دونوں جہان میں تمہاری تائید فرمائے۔

اجمالی تفصیل اس امر کی جسے یاد رکھنا چاہیے یہ ہے کہ

حضرات شیخین، بانی اور پرورش و نگہداشت کرنے والے ہیں شجرِ نبوت کے
جس کی حیثیت شریعت کی اصل و اساس جیسی ہے کہ عرفان ہی اسی کی بدولت میسر
آتا ہے اور انسان درجہ ولایت پر پہنچتا ہے۔ لہٰذا شیخین کریمین وہ ذوات مقدسہ
ہیں جن کا شکر گزار احسان مند ہونا مسلمانوں کی دونوں جماعتوں پر واجب ہے۔ یعنی
عام مسلمانوں پر بھی۔ اور گروہ صوفیہ صافیہ پر بھی کہ انہیں شیخین کی بدولت، دولت
اسلام اور دولت عرفان سے مالا مال ہوئے۔ مالا مال ہوتے ہیں اور مالا مال ہوتے رہیں گے
ورنہ کسی کو یہ بھی معلوم نہ ہوتا کہ اسلام ہے کیا۔ ولایت تو نوبت کہاں آتی اور یہ
حقیقت کیسے عیاں ہوتی کہ)

وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ۔
اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا۔

نور ۱۳ ۔ مقام ترقی و تنزل کے اصطلاحی معنی کی توضیح۔

[illegible] دیکھو کہ جب کوئی سالک وادی سلوک میں قدم بڑھاتا، ورنا سوت و ملکوت
[illegible] ولاہوت، مقامات سلوک کو طے (کر کے) سیر الی اللہ سے فارغ ہو کر، سیر فی اللہ کو
[illegible] کوئی نہایت نہیں، شروع کرتا ہے اور ہمیشہ اسی مقام یعنی سیر فی اللہ میں ترقی پر
[illegible] پاتا ہے اور بجز ذات باری تعالیٰ کے کسی اور چیز کا اثر کوئی خبر یہاں تک کہ
[illegible] ت کا بھی اسے شعور نہیں۔ بلکہ وہ ذات باری تعالیٰ میں فانی و گم ہو جاتا
[illegible] کے سالکوں کو واصل کہا جاتا ہے اور یہی مقام ان کے لیے ترقی کا مقام ہے
[illegible] وحدت شہود کثرت دیکھتے ہیں اور اسی کا نام ہے اصطلاح صوفیہ میں۔

اور چونکہ نسبت کی [illegible] قسم ہیں، لہٰذا یہ (وہ فیض رسانی نہیں۔ اس لیے یہ حضرات
[illegible] کو نفع رسانی سے گویا کہ معذور ہیں اور اپنے کام سے کام رکھتے ہیں)
[illegible] اگر عنایت الٰہی سالک کے حال [illegible] متوجہ ہو اور وہ چاہے کہ اس
[illegible] سے مخلوق کو فیض پہنچے تو اس وقت اسے [illegible] ترقی سے تنزل کی طرف
[illegible] ہیں تاکہ وہ دوسروں کو پستی سے نکال کر بلندی تک پہنچا سکے۔ یہ وہ وقت ہو
[illegible] سالک کو، ماسوی اللہ اور خود اس کی ذات کا شعور [illegible] ہیں [illegible] عالم
[illegible] سے عالم ناسوت تک پہنچتے ہیں۔ لیکن اس تنزل سے ان کی اس ترقی
[illegible] کوئی فتور و قطع نہیں ہوتا بلکہ وہ ترقی بدستور بحال و برقرار رہتی ہے۔
[illegible] قسم کے سالکوں کو مکمل کہتے ہیں، اور یہی مقام ان کے لیے مقام تنزل [illegible]
[illegible] کا ہوں میں کثرت [illegible] وحدت کے جلوے ہوتے ہیں
[illegible] چونکہ اس نسبت والوں [illegible] دوسروں کو
[illegible] رسانی میں معذور نہیں [illegible] تنزل [illegible] عالم ناسوت کی طرف
[illegible] ہوتی ہے اور یہ تنزل ملکوتی تنزل سے کہیں زیادہ [illegible]
[illegible] خرق عادات و کرامات [illegible] دولت حاصل ہو جاتی ہے، لیکن [illegible]
[illegible] مقصد تو [illegible] تکمیل اور نہیں کامل [illegible] ہے اور یہ کسی وقت [illegible]

ہے جب تنزل ناسوتی میسر ہو۔ ظاہر ہے کہ بشریت و روحانیت کے محتاج تو ناسوتی ہیں
نہ کہ ملکوتی۔ لامحالہ باعتبار تنزل ناسوتی کا ہے فقط

نورِ ۱۴: جاننا چاہیے کہ عارفوں کو دو قسم کی نسبت ہوتی ہے۔ ایک کشفی جہری اور دوسری کو مخفی۔ نسبت جہری کشفی رکھنے والا عارف
اپنے احوال سے بھی واقف ہوتا ہے، اور دوسروں کے مقامات سے بھی باخبر۔ جب کہ
نسبت خفی کا حامل عارف نہ اپنے احوال سے باخبر ہوتا ہے نہ دوسروں کے مقامات
سے واقف۔ اگرچہ وہ مرتبہ قطبیت پر فائز ہو لیکن بے خبری میں گزر رہا ہے،
البتہ بعد وفات اُسے اپنے احوال سے آگاہی ہو جاتی ہے اس کی مثال مادر زاد نابینا
کی سی ہے کہ اُسے کسی شکل و صورت اور کسی رنگ روپ کا شعور نہیں ہوتا۔
غالباً ان سالکین کی راہِ سلوک بہ حالتِ خواب طے ہوتی ہے، ورنہ بیداری
کی حالت میں وہ حالات جو نسبت کشفی رکھنے والوں پر منکشف ہوتے ہیں، ان پر
منکشف نہیں ہوتے۔
ان سالکوں میں سے بعض سالک نسبت متعدیہ رکھتے ہیں کہ ان کا فیض دوسروں
تک متعدی ہوتا ہے اور بعض نسبت لازمی کہ دوسروں کو فیض نہیں پہنچا سکتے
ان احتمالات کے اعتبار سے اب سالکوں کو چار قسم پر منقسم کیا جا سکتا ہے
۱۔ وہ سالک کہ اُسے خود اس کا نفس جانتا ہے، مخلوق پہچانتی ہے اور خداوند قدوس
کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ بندہ ایک خاص مرتبہ والا اور صاحب مقامات ہے۔ اور یہ
اُسی وقت ہوتا ہے جب کہ سالک نسبت کشفیہ اور نسبت متعدیہ منتقلہ کا صاحب
ہو اس لیے اُسے نسبت کشفیہ کے باعث اپنی معرفت ہوئی اور مخلوق خدا نے
نسبت متعدیہ منتقلہ کی وجہ سے شناخت کیا کہ انہیں اس سے فیض پہنچا۔ اور خداوند تعالیٰ
تو بہرحال عالم و دانا ہے۔
۲۔ وہ سالک کہ وہ خود اپنے احوال کو جانتا ہے، مخلوق اس سے واقف نہیں۔ اور
اس لیے کہ وہ نسبت کشفیہ کا صاحب ہے اس نے اپنی معرفت حاصل کر لی لیکن چونکہ

اسے نسبت متعدیہ یعنی منتقلہ حاصل نہیں لہٰذا مخلوق اسے شناخت نہ کر سکی اس لیے
کہ مخلوق کو اس سے کوئی فیض نہ پہنچا۔ اور خداوند تعالیٰ بہرحال دانا و بینا ہے
۳۔ وہ سالک کہ نہ خود وہ خود کو پہچانتا ہے نہ خلق خدا اس کے احوال سے واقف
ہے اور وجہ اس کی وہی ہے کہ اسے نسبت کشفی حاصل نہیں، خفیہ کا مالک ہے۔
لہٰذا اس نے خود کو نہ پہچانا اور چونکہ نسبت متعدیہ بھی اسے حاصل نہیں، اس لیے مخلوق
کو فیض نہ پہنچا سکا، اور وہ مخلوق بھی نہ جان سکی کہ یہ کون ہے۔ خداوند کریم بہرحال عالم ہے
۴۔ وہ سالک کہ خود تو اپنے آپ کو نہیں پہچانتا مگر مخلوق اسے جانتی ہے۔ اس لیے کہ
اسے نسبت خفیہ حاصل ہے لہٰذا خود کو نہ جان سکا۔ اور چونکہ نسبت میں تعدیہ ہے اس
لیے اس سے مخلوق نے فیض پایا اور اس کو پہچان گئی اور خداوند قدوس تو بہرحال
عالم الغیب ہے۔

نورِ ۱۵: جاننا چاہیے کہ جب سالک ختم سیر الی اللہ کے قریب پہنچتا ہے اور بجز ایک ساعت کے کسی اور ساعت کا وقفہ درمیان میں
نہیں رہتا، اس وقت اچانک ابلیس لعین نمودار ہوتا ہے۔ جیسا کہ دنیاوی موت کے
مسلمان کے سامنے آجاتا ہے اور تنہا اپنے نفس ناپاک کے ساتھ۔ اس وقت اپنی ذریت
کو اپنے ساتھ نہیں لاتا، اور جس طرح موت کے وقت تنہا ہو کر مسلمان کا ایمان تباہ
کرنے کی کوشش بہت کرتا ہے اور صرف انہیں کا ایمان سلامت رہتا ہے جن پر
رب کریم رحم فرماتے اور بے شک وہی رب کریم غفور رحیم ہے اسی طرح
حضرت پیران پیر اور تندرست بہرانی منزل کے درمیانی وقفہ کو جو کہ شب ہے اور خاص طور
سے اس کے ایمان کا خطرہ ہے اور یہاں بھی سلامتی انہیں کے حصے میں آتی ہے جن
ان سالکین اللہ تعالیٰ چاہتے۔ بے شک وہی رب کریم علیم و حکیم ہے
اگر تفضل ایزدی شامل حال ہوتا ہے اور بہت کم اہلِ کمال کی کما حقہ توجہ اس بے کس و
ناتواں کے باطن کی طرف متوجہ رہتی ہے تو اسے رہائی مل جاتی ہے ورنہ نہیں۔
حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اپنی بعض سیاحت کے

شکل میں یہ آفتابی شعاعوں یا بھینی بھینی خوشبو یا بارش کے قطروں کی طرح میرے دل
میں قطرہ قطرہ آ رہا ہے اور اسی فیضان کی برکت سے میرا دل شیخ کے قلب کی مانند
ہوتا جا رہا ہے اور درجات عالیہ کی طرف ترقی پذیر ہے۔ اور اپنے شیخ کو ہر کلی و جزئی
حال سے، ہر وقت، ہر آن آگاہ و خبردار جانے یعنی درحقیقت اللہ تعالے کہ صفت
علیمی و علام الغیوبی سے متصف ہے، اس مظہر یعنی میرے شیخ کے برزخ جلوہ گر اور
میرے حال سے خبردار و آگاہ ہے۔ حقیقتاً شیخ کچھ نہیں جو کچھ ہے وہی ہے اور جیسا
کہ دوسرے عالموں میں صرف وہی مختلف مظاہر میں جلوہ گستر ہے یہاں بھی صفت
ہدایت، اور اپنے اسم ہادی کا مظہر ہے۔ اور اپنی صفت علیمی اور علام الغیوبی سے
اس برزخ میں متجلی اور سارے حال سے خبردار و آگاہ ہے اور شیخ اس کے اسم علیم
کا مظہر ہے، اور بس۔

اس لیے ہدایت و آگاہی درحقیقت اُسی کی طرف سے ہے اور شیخ محض اُس
کا مظہر ہے۔ بطور مجاز ہدایت علیمی اور علام کی نسبت شیخ کی جانب کر دی جاتی
ہے۔ حقیقی نسبت یہاں مقصود نہیں کہ خود شیخ کا حقیقتاً کوئی وجود نہیں اور توحید کا پہلو
ہے۔ برزخ شیخ کی انتہا یہ ہے کہ شیخ کو محض اسم ہادی اور اللہ تعالیٰ کی صفت علیمی و علام
کا مظہر جانے اور اس انتہا کی انتہا یہ ہے کہ درمیان میں نہ شیخ رہے نہ برزخ شیخ، صرف
اُسی کی ایک ذات باقی ہو، باقی فانی۔

غرض جب طالب اس طرح وہ کیفیت پیدا کر لیتا ہے تو اس کا قلب، صفات
روح سے متصف ہو کر صاف اور متجلی ہو جاتا ہے اور وہ تینوں صفات یعنی بہیمی،
سبائی و شیطانی مدفون ہو جاتے ہیں اور صفت ملکوتی جلوہ گر ہوتی ہے اور رفتہ رفتہ
صورت مثالی خود کلام کرتی ہے اور سالک اپنی زبان حال و قال سے جو بھی سوال کرتا
ہے اس کا جواب سن لیتا ہے۔ اور یہی صورت ملک ملکوت اور جبروت اور لاہوت کے
تمام مقامات کو سالک پر روشن کر دیتی ہے اور عالم ملکوت میں اسی صورت کی بدولت
عالم روح سے ملاقات کا شرف پاتی ہے یہاں سالک کو حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ

کی روح پُر فتوح کہ عالم ملکوت کی نہایت سے یہی مراد ہے، اس لیے کہ ملکوت میں کوئی بھی
روح حضور صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی روح پر فتوح کی مثل و مانند نہیں، اس روح سے بھی
حضوری اسی عالم میں میسر آتی ہے۔ اور راہ سلوک میں علوم و دیگر امور کی گہرائیاں اور دقیقے
بھی، اسی صورت مثلی کے طفیل دریافت و علم میں آتے ہیں۔

پھر یہ صورت عالم مثال سے ہے۔ اور عالم مثال، عالم ملکوت کی کنجی ہے، اور عالم
مثال عالم ارواح اور عالم اجساد کے درمیان جس طرح ایک برزخ ہے۔ اسی طرح یہ
صورت برزخیہ بھی، روح و جسم شیخ کے مابین ایک برزخ ہے یہیں سے یہ بات بھی
معلوم ہوتی کہ عالم مثال میں ہر شخص کی ایک صورت مثالی موجود ہے۔ جو انسان کی موت
کے بعد بھی باقی رہتی ہے، بخلاف اس جسمانی صورت کے کہ انبیائے کرام کے علاوہ غالباً
اوروں کی موت کے بعد فنا ہو جاتی ہے اور خواب میں جو صورت نظر آتی ہے یہی صورت
مثالی روحی ہوتی ہے، اور اسی صورت مثالی کی قوت کی بدولت کاملین ایک ہی آن
میں متعدد مقامات پر موجود ہوتے اور نظر آتے ہیں بلکہ وہ ہزارہا مقامات پر متشکل ہونے پر
قدرت رکھتے ہیں اور معلوم ہو جاتے ہیں۔

کہنا یہ ہے کہ مشق برزخ کی تکمیل کے بعد شیخ کی یہ صورت مثالی سالک کے
دونوں ہاتھ کے مقابل، ایک دو ہاتھ کے فاصلہ پر موجود رہتی اور نظر آتی ہے۔ اسی کی
برکت سے بہت سے امور انجام پاتے بہت سی مشکلیں حل ہو جاتی ہیں اور سالک
بہیمیت کی پستی سے نکل کر انسانیت کی معراج پا لیتا ہے۔

اس لیے اگر فضل الٰہی دستگیری فرمائے اور کسی انسان صورت، ہیچ پایہ میسر کو اس
انسان اصلی و کامل کے ساتھ کبھی صحبت و ہم نشینی میسر آ جائے تو اس کی خدمت کو غنیمت
جانے کہ اس کی ہم نشینی کی برکت و فیضان سے، اسے اپنی کھوئی ہوئی صفت باز آ جائے
گی اور یہ بھی اگر کوشش کرے گا تو انسان کامل بن جائے گا ورنہ ڈر ہے کہ اسی غفلت میں جیے
گئے اور اسی حالت میں نہیں موت آئے گی۔

الٰہی ہمیں اس جہل کی نیند سے نکال اور ہمیں اس مرتبہ عالیہ کی روشنی تک پہنچا دیں

اس مسئلہ کے مناسب حال ایک تمثیلی حکایت یاد آئی کہ ایک گڈریے نے ایک
شیر کا بچہ پال رکھا تھا اور اس کا نام بگھوا رکھا تھا۔ وہ اُسے اپنی بکریوں کے گلّے میں چھوڑ دیا کرتا تھا
رکھتا تھا۔ وہ شیر کا بچہ بھی پرورش و تربیت کے باعث اپنی اصلیت بھول چکا تھا اور
خود کو اس گڈریے کا کتا ہی تصور کرتا تھا۔

ایک روز اتفاقاً جنگل کا شیر ادھر آنکلا اور اس نے چاہا کہ ایک بکری اٹھا کر لے
جائے کہ اس نے اپنی فطرت کے تقاضے کے تحت اُس شیر سے مقابلہ کا ارادہ کیا۔
جنگل کے شیر نے کہا کہ اے بھائی کیا کرتا ہے؟ کیا تجھے نہیں معلوم کہ ہم اور تو دونوں
ہم جنس ہیں، اور یہ بکریاں ہماری خوراک ہیں۔ مجھے میری خوراک سے کیوں روکتا ہے
اس نے جواب دیا کہ نہیں نہیں، میں شیر نہیں ہوں بلکہ اس گڈریے کا رکھوالا کتا ہوں۔
شیر نے جواب دیا کہ خدا کی قسم تو غلطی پر ہے۔ تجھے اپنی پرورش اور تربیت کی وجہ سے
مغالطہ ہوا ہے کہ تو شیر ہونے کے باوجود اپنے آپ کو کتا سمجھتا ہے۔ میرے ساتھ آ تاکہ
میں تیری رہنمائی کروں اور اس مغالطہ سے نکال کر تجھے ساحل کی سلامتی
تک پہنچا دوں۔ چنانچہ وہ شیر اسے اپنے ہمراہ لے کر پانی کے کنارے پہنچا اور اپنے برابر
کھڑا کر کے اس سے کہا کہ اب پانی میں دیکھ میری اور تیری صورت و شکل بالکل ایک
ہے یا اس میں کچھ فرق ہے؟ جب اس بچہ شیر نے بنگاہِ غور دیکھا تو سمجھ گیا کہ میں واقعی
شیر ہوں یہ اس ناجنس کی صحبت و تربیت کا اثر تھا کہ خود کو کتا سمجھتا رہا۔

چنانچہ اس کے بعد وہ دونوں وہاں سے چل کر آئے اور بکریوں پر جھپٹ جھپٹ
اور انہیں ہلاک کر ڈالا۔ اور خوب کھایا پیا۔ چرواہے نے کہا بگھوا بگھوا کیا کرتا ہے۔ اس
نے جواب دیا کہ خاموش رہ، تو نے مجھے میری اصلیت سے نکال کر کتوں میں شمار کر دیا
تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ مجھے میرے ایک بھائی نے میری رہنمائی کی اور عقدۂ لاینحل
حل ہو گیا اور وہ مضبوط گرہ کھل گئی۔

میرے بھائی اس تمثیل پر غور کرو اور اپنے آپ کو ان ہی تین صفتوں سے نکال
کر اپنی اصلی شکل وصورت پر لاؤ تاکہ تو انسان بن سکے۔ تو شیر ہے خود کو کتے کی نسبت کیوں

ملتا ہے۔ کسی شیرِ خدا کے نقشِ قدم پر چل تاکہ وہ تجھے تیرے شیر صفت ہونے پر
مطلع کرے۔ ورنہ کتا جیسا ہونے کی ذلت سے تجھے رہائی دلائے۔ الٰہی ہمیں یہ دولت
نصیب فرما۔ آمین۔ ثم آمین۔

نور ۱۹ — برادرِ من! یہ دُنیا کی جو کچھ جلوہ سامانیاں ہیں، سب کچھ اسی
ذاتِ واحد کی جلوہ فرمائیاں ہیں کہ بانواع لباس جداگانہ نمائیاں
کرتی ہیں۔ وہی ذاتِ واحد جس کو ذات کہا جاتا ہے تجلّی فرماتی ہے اور یہ ذات حدیث کے
[illegible]

محض تقریبِ فہم کے لیے میں ایک حکایت بیان کرتا ہوں تاکہ کثرت میں وحدت
کا مشاہدہ تمہیں اندازہ ہو جائے۔ سبع سنابل شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ تین
اشخاص رات کے وقت جنگل میں پہنچے تو دیکھا کہ ایک عالیشان مسجد میں ایک بزرگ
صورت مسند پر بیٹھے ہیں۔ سامنے چراغ روشن ہے۔ ایک فاحشہ ان کے سامنے رقص میں
مصروف ہے اور سازندے ساز بجانے میں مصروف ہیں۔ ان تینوں تیر اندازوں کو یہ
ماجرا دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ یہ کون شخص ہے کہ اس جنگل میں بڑے اطمینان کے ساتھ
داد عشرت دے رہا ہے۔ آخر تینوں نے باہمی مشورے سے طے کیا کہ اس ناپسندیدہ
کام کی طرف ایک تیر پھینکا جائے۔ اب کسی نے کہا کہ میں اس بڑھے پر تیر چلاتا ہوں
دوسرے نے کہا بلکہ فاحشہ پر۔ تیسرے نے کہا کہ یہ دونوں انسان ہیں۔ نہیں چھوڑ دو
چراغ کو نشانہ بناؤ کہ چراغ گل ہوگا تو سارا ہنگامہ درہم برہم ہو جائے گا اور ہماری
مقصود بھی ہاتھ آئے گی۔ یہ رائے ہر ایک کو پسند آئی اور اس چراغ پر تیر
چلایا۔ جیسے ہی تیر اس چراغ پر لگا چراغ گل ہوا اور سارا منظر آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔
گویا کہ یہاں کچھ ہوا ہی نہیں۔

اب یہ دونوں خوف زدہ ہو کر وہاں سے فرار ہوئے۔ رات اپنے گھروں میں گزاری
صبح ہوئی تو تینوں پھر وہاں پہنچے کیا دیکھتے ہیں کہ وہ ایک اُلو کی چونچ میں
تیر ہے اور باقی کسی چیز کا کوئی نام و نشان نہیں۔ اور یہ حقیقت آشکار ہوئی

کہ رات کو جو کچھ ماجرا پیش آیا وہ سب سی کی ذات یعنی اُس کی روح کی قوت سے وابستہ تھا اسی قوت روح کے باعث اُن کے دل سے وہ پیر ظاہر ہوا۔ اسی کی بدولت اُس کی چونچ سے روشن چراغ نمودار ہوا۔ اور سادہ ذے اور فاحشہ عورت بھی اس کے اعضائے رئیسہ سے ہویدا ہوئے۔ حقیقت میں وہ ایک اُلّو تھا اور یہ سب چیزیں اُسی کی روح کی کرشمہ سازیاں تھیں بلا تشبیہ و تمثیل۔ یوں سمجھو کہ تمام ماسوی اللہ اس عالم میں جو کچھ ہے اسی ذات واحد کے مختلف اور نوع بہ نوع، مظاہر و عکوس ہیں اور ظلوں و پرتو۔ ور تمام عالم، اسی کے مظاہر کا مجموعہ،

نور ۲۰: عالم برزخ، ایک عالم ہے، دنیا و آخرت کے مابین کہ بنی آدم کی روحیں اپنے بدنوں سے جدا ہو کر تا قیام قیامت، اسی میں مقیم رہا ہیں گی۔ اس عالم کا وجود آیات قرآنیہ سے مجملاً اور احادیث و اخبار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تفصیلاً ثابت ہے۔ اور چونکہ یہ دنیا و عالم آخرت کے مابین واقع ہے اس لیے اسے برزخ کہتے ہیں۔

عالم برزخ وہ عالم مثال نہیں جو ملک و ملکوت کے مابین واقع ہے اور اولیائے الٰہی کے مکاشفات سے ثابت ہے۔ اپنی نورانیت و لطافت کے اعتبار سے عالم ملائکہ کے مماثل اور اپنی کیفیت و کمیت کے اعتبار سے عالم ناسوت سے مشابہت رکھتا ہے۔ اس عالم مثال میں ان دونوں عالم کے عکوس و ظلال یعنی پرتو پائے جاتے ہیں۔ اور اس کا نام زمانہ زمانہ حال ہے ماضی و مستقبل کی وہاں کوئی گنجائش نہیں۔ جب کہ اس عالم برزخ میں گذشتہ و حال، و آئندہ یعنی ماضی و حال و مستقبل سب کچھ ہے۔ ان سب کی مثال اس عالم میں بالفعل موجود ہے۔ چنانچہ فتوحات مکیہ کی جلد ... میں دعویٰ ... ہے کہ عالم مثال اور عالم برزخ، دو جداگانہ عالم ہیں چنانچہ آں جناب قدس سرہ کی عبارتوں کا ماحصل یہ ہے کہ وہ برزخ جس کی طرف تمام روحیں اپنے بدنوں سے مفارقت کے بعد منتقل ہوتی ہیں، اس برزخ کے علاوہ ہے جو اجسام و ارواح کے مابین ہے اس پہلے کا نام غیب محالی ہے۔ اور دوسرے کا نام غیب امکانی اپنے غیب امکانی

... وہ دونوں کے احوال کی خبر دینے والے بکثرت کثیرہ ہیں جبکہ غیب محالی کا ذکر کرنے والے، قلیل قلیل ہیں۔

نور ۲۱: قبریں تین ہیں۔ ایک قبر دنیا یعنی زمینی قبر جو زمین میں ایک گڑھا ہے، دوسری عالم مثال یعنی مثالی قبر اور یہ قبر وہ ہے جو عالم برزخ اور شہادت کے درمیان واقع ہے اور ان دونوں عالموں کی قبروں کا عکس و پرتو اور مثال ہے۔ اپنی لطافت و نورانیت میں قبر برزخ کے مشابہ ہے اور اپنی کیفیت و کمیت کے اعتبار سے قبر دنیا کے مماثل۔ تیسری قبر عالم برزخ یعنی برزخی قبر ہے اور یہی وہ قبر ہے جو اصلی ہے اور مقام مستقری ہے، تمام روحیں اپنے بدنوں سے مفارقت کے بعد اسی جگہ قیام پذیر رہیں گی تا آنکہ نفخ صور ہو اور حشر برپا ہو۔

در حقیقت یہی وہ قبر ہے، جو تنعیم و عذاب اور فراخی و تنگی کا محل ہے جب کہ پہلی دونوں قبروں میں تنعیم و عذاب وغیرہ سراسر عکس اور پرتو کے بغیر ہے اور یہی وہ قبر ہے جو قطب وقت اسی کے مکاشفہ کا محل ہے۔ یعنی قطب وقت پر اس کے احوال منکشف ہو جاتے ہیں اور اسی قبر عالم سے بیشتر احوال کا ادراک و کشف نہیں حاصل ہوتا ہے۔ اسی قبر عالم مثال سے ... کا فیضان جاری ہوتا ہے۔ منکر نکیر کا سوال و جواب بھی اسی قبر سے متعلق ہے اور احیائے اموات کا مکالمہ اور مُردوں کا زندوں کو جواب دینا بھی اسی قبر سے تعلق رکھتا ہے۔

یعنی ایک زندہ انسان قبور اولیاء اللہ پر جو کچھ اپنی عرض داشت پیش کرتا ہے اس کا جواب پاتا ہے، اس کے دو طریقے ہوتے ہیں۔ ایک بطور خطرہ صحیحہ، دوسرے بوسیلہ آواز، ویسی ہی آواز کہ کسی کنوئیں کی گہرائی یا کسی گنبد کے اندر سے، بصورت غوں غوں، باہر آتی ہے یا کسی دور دراز مقام سے ہوا کے ذریعہ پہنچتی ہے۔

طور اول یعنی خطرہ صحیحہ کی صورت یہ ہوتی ہے کہ سائل اپنے دل ہی دل میں صاحب قبر سے خطاب کر کے ایک بات کہتا ہے اور خاموشی اختیار کرتا ہے، اس کے معاً بعد وہ

خطرہ جو سالک کے دل میں پیدا ہوتا ہے وہ گویا جواب ہوتا ہے صاحبِ قبر کی جانب سے اور
کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ باہمی گفتگو کی طرح جیسے ایک دوسرے سے ہوا کی جاتی ہے۔
صاحبِ قبر کی آواز صاف سنائی دیتی ہے۔ لیکن یہ مرتبہ کامل اور مخصوص مرتبہ ہے کہ اس امر میں
مشق و ورزش کی کثرت کا نتیجہ ہوتا ہے۔

پھر یہ برزخی قبر کہ یہی اصل قبر ہے، دنیاوی قبر کے محاذات و مقابلہ میں ہوتی ہے
اور فرض کر لیں کہ مرنے والے کی دنیا میں کوئی قبر تھی ہی نہیں یعنی وہ زمین میں دفن نہ
کیا گیا بلکہ مثلاً کوئی جانور کھا گیا، یا جل کر رہ گیا، تو اس کو حیوان میں ہضم ہونے کے بعد جس جگہ اس
کے پیٹ کا فضلہ خارج ہو کر قرار پائے گا اسی جگہ اس کی قبر قرار پائے گی۔ اس لیے کہ اصلی
اجزاء کے بعض اجزاء جو تخم کی حیثیت رکھتے ہیں وہ کبھی فنا نہیں ہوتے یعنی کسی نوع کا
استحالہ و تغیر ان میں نہیں آتا۔ اس لیے وہ اجزاء شکمِ حیوان سے جس مقام پر برآمد ہو کر زمین
پر آئیں گے، اسی مقام کو اس کی قبر تصور کیا جائے گا، اسی طرح جسم جل گیا، اس کے
اجزاء پراگندہ و منتشر ہو گئے، تب بھی وہ اجزائے اصلیہ محفوظ ہیں وہ اجزاء جہاں بھی ہوں گے
زمین انہیں بطور امانت رکھتی ہے اور زمین کا وہی حصہ اس کی قبر مانا جاتا ہے۔

اور اس قبر اصلی کے آثار زمینی قبر میں کہ قبر مجازی ہے ایسے ہی پائے جاتے ہیں۔ جیسے
زمین پر سورج کی شعاعیں، یا کسی مکان میں چراغ کی روشنی یا جیسے روح کا تعلق بدن عنصری
سے ہوتا ہے، کچھ ایسا ہی تعلق یہاں سمجھنا چاہیے۔ البتہ یہ دنیاوی قبر چند روزہ ہے گردش
دوراں سے نوع وانواع کے تغیرات و تبدیلیاں اس پر جاری و ساری رہتی ہیں اور یہ
بنتی بگڑتی اور مٹتی رہتی ہیں۔

نور ۲۲: یاد رکھو کہ موت نام ہے ایک عالم سے دوسرے عالم میں منتقل
ہونے کا۔ اور اسی اعتبار سے آدمی کے لیے جن مومنین میں وہ چار زندگیاں
ان میں تین کے لیے جل دو موت ہے اور چوتھی دائمی و ابدی ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جب روزِ میثاق، اللہ تعالیٰ نے، روحوں کو وجود
کی حلیہ بخشی، اور اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ فرما کر بلیٰ سنا تو یہ پہلی زندگی تھی جس کی

مقدار رب تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے پھر جب وہاں سے منتقل کر کے عالمِ شہادت اور دنیا
میں بھیجا تو یہ منتقلی عالمِ ارواح سے ہماری موت تھی اور عالمِ شہادت میں ہماری یہ آمد،
ہماری زندگی تو عالمِ اجساد میں یہ ہماری پہلی موت اور دوسری زندگی ہے اور اس زندگی
کی مقدار وہی ہے جسے ہم عمر کا نام دیتے ہیں

پھر جب ہم یہاں سے انتقال کر کے عالمِ برزخ میں جائیں گے تو یہ ہماری دوسری
موت ہو گی کہ ہم دنیا سے رخصت ہوئے اور تیسری زندگی کہ برزخ میں ہمیں مقام ملے اور
پھر وہاں سے عالمِ آخرت میں مستقر۔ چوتھی زندگی اور یہی وہ زندگی ہے جسے موت
نہیں بلکہ دوامی ہے۔

نور ۲۳: سوال: اس میں کیا حکمت ہے کہ عالم کے فنائے مطلق کے
بعد کہ یہی قیامت سے مراد ہے، پھر ساری کائنات انسانی کو پیدا
کریں گے اور پھر ابد الآباد تک انہیں باقی رکھیں گے اور دوام بخشیں گے، ممکن تو اسی کو
کہتے ہیں کہ خود بخود موجود نہ ہو بلکہ قدرتِ ربانی سے وجود پاتے، اور پھر اس کا نیست و نابود
کرنا دستِ قدرت میں ہے چنانچہ اسے نابود کر دیا جائے گا۔ لیکن پھر اسے وجود میں لانے
اور دائم باقی رکھنے میں کیا مصلحت خداوندی ہے۔؟

اس کا جواب جو پہلے دہر میں مجھے غیب سے مرحمت ہوا، اسے تحریر میں لاتا ہوں اگر
خاطر مو تسلیم کریں ورنہ اس کی صفائی کی کوشش۔ اور وہ جواب یہ ہے کہ صوفیائے
کرام کے نزدیک دو مقام ہیں۔

ایک کان اللہ ولم یکن معہ شئ اللہ تعالیٰ اور اس کے علاوہ کچھ نہ تھا۔
صوفیائے کرام کے نزدیک اس مقام کا نام ہے مقامِ احدیت۔

دوسرا مقام یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اپنی خدائی کو ظاہر فرمائے اور ظاہر ہے
اس کی خدائی کا ظہور ماسوی اللہ کی تخلیق کے بغیر کسی صورت متصور نہیں۔ تو
اس نے تخلیق کا ارادہ فرمایا اور عالم کو عدم سے وجود میں لایا
صوفیائے کرام اس مقام کو مقامِ واحدیت سے موسوم کرتے ہیں۔

اولیاء اللہ ان دونوں نسبتوں کی طرف منسوب ہیں۔ بعض حضرات نسبت عاشقانہ رکھتے ہیں اور بعض نسبت محبوبانہ۔ اور نسبت کے معنی ہیں، جناب الٰہی سے دل کا دائمی تعلق اور تمام ماسوی سے منقطع۔ اور یہی معنی ہیں اس کلام کے جو کہا جاتا ہے کہ فلاں صاحب نسبت ہے۔

نور ۲۶۔ طلب صادق طالب کو بادنیٰ جدوجہد حصول کمال سے محروم نہیں رکھتی اگر اس کا پیر ناقص ہو بلکہ یہ بھی ہوتا ہے کہ مرید کی طلب صادق کی برکت سے ناقص پیر بھی درست ہو جاتا ہے۔

منقول ہے کہ ایک شخص پیری مریدی کے دام میں سرگرداں رہتا۔ لیکن اُسے حسب مرضی مرید نہ ملتا۔ ایک روز تنگ دل ہو کر قسم کھا بیٹھا کہ آج رات کو جو بھی میرے گھر میں آئے گا میں اسی کا مرید ہو جاؤں گا۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اس رات اور کوئی نہ آیا، ایک چور اندر گھس پڑا۔ اس طالب صادق نے کہ انتظار میں تھا، فوراً آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ پکڑ لیے اور درخواست کی کہ مجھے اپنا مرید بنا لیجیے۔ وہ خوف زدہ ہوا اور پہلے پہل تو بہت ڈرا۔ لیکن بعد میں اُسے احمق سمجھ کر اس کی بات مان گیا کہ اس حیلہ سے بچ تو چھوٹنے کا، پھر اس میں نقصان ہی کیا ہے۔

چنانچہ جب چور نے اُسے اپنا مرید کر لیا تو مرید نے کہا کہ آپ مجھے کسی کام کا حکم دیں کہ اس میں مشغول ہو جاؤں اور خدا تک پہنچ سکوں۔ وہ بے چارا چور یہ باتیں کیا جانے

ع تو نہ دیدی گہی سلیماں را چہ شناسی زبان مرغاں را

لیکن اپنی گلو خلاصی کے لیے یہ دو باتیں کہیں کہ تمام اہل خاندان سے جدا ہو کر جنگل میں نکل جا اور وہاں کسی گوشۂ عافیت میں بیٹھ کر خدا کو یاد کر۔ وہ بندۂ اللہ صدق دل سے کہتا رہ۔ اُس طالب صادق نے یہ تعلیم پا کر اپنے گھر والوں سے قطع تعلق کیا اور جنگل میں نکل گیا پھر وہاں عبادت ہی میں منہمک ہو گیا۔ مگر چونکہ اس کا پیر ناقص تھا یہ حق تک نہ پہنچ سکا اور حضرت خضر علیہ السلام کو بارگاہ الٰہی سے الہام ہوا کہ جاؤ فلاں چور کو تعلیم دے کر درجۂ تکمیل تک پہنچاؤ اور اس سے کہو کہ ہمارے فلاں طالب صادق کو

جسے تم نے مرید کیا تھا ہم تک پہنچاؤ۔

چنانچہ آن واحد میں تعلیم خضری کے طفیل وہ چور صاحب کمال و صاحب تکمیل بن گیا اور اپنے مرید کو جستجو کے بعد اس کی مراد تک پہنچایا۔ دیکھیے کہ اس طالب صادق کی طلب صادق نے جو اُسے اپنے ناقص پیر کے ساتھ تھی، اُسے کیا سے کیا بنا دیا۔

نور ۲۷۔ حضرت مرشد گرامی کی قدمبوسی کے بعد ایک مرتبہ میں نے دریافت کیا کہ بسا اوقات درویش مردار اور حرام چیزیں کھاتے ہیں۔ بارہا دیکھا گیا کہ مردہ جانور کی چربی اور گوشت بھی کھا لیتے ہیں۔ حالانکہ بظاہر حال وہ نہ مجذوب نظر آتے ہیں نہ مجنون۔ بلکہ بسا اوقات ان لوگوں نے دوسروں کو بھی اس میں سے کچھ دیا اور جب غور سے دیکھا گیا تو وہ حلوہ تھا اگرچہ یہ مردار کہا ہے۔

ارشاد فرمایا کُن ایک تکوین صفت باری تعالیٰ ہے جب بندہ فنائے کل کے بعد اس صفت سے موصوف اور اس صفت کا مظہر بن جاتا ہے اس وقت اُسے یہ قدرت حاصل ہو جاتی ہے کہ وہ اشیاء کی ماہیت تبدیل کر دیتا ہے۔ اگر وہ مُردہ کے لیے کہے کہ وہ زندہ ہے تو وہ زندہ ہو جاتا ہے۔ اور اگر زندہ کے متعلق کہہ دے کہ مُردہ ہے تو وہ واقعی مُردہ ہو جاتا ہے۔ اگر وہ مردار گوشت کے لیے کہہ دے کہ حلوہ ہے تو وہ حلوہ بن جاتا ہے اور حلوہ کے بارے میں کہہ دے کہ فضلہ ہے تو وہ فضلہ بن جاتا ہے۔ وعلیٰ ہذا القیاس یہ بندہ تریاق کو زہر قاتل بنا دیتے ہیں اور زہر ہلاہل کو تریاق۔ چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زہر نوشی کا قصہ مشہور و معروف ہے۔

اور جب بندہ اس صفت سے متصف ہو جائے کہ وہ فضلہ کو حلوہ سمجھ کر کھاتا ہے تو اس میں مسئلہ کیا ہے کہ اس کی قوت کرامت سے وہ واقعی حلوہ بن چکا ہے اور ظاہر ہے کہ جب ماہیت بدل جاتی ہے تو اس کا حکم شرعی بھی بدل جاتا ہے۔ مثلاً انگوری شراب حرام قطعی ہے مگر سرکہ بن جائے تو اس کا کھانا حلال و جائز ہے۔ اس لیے کہ نجاست و حرمت کا حکم اس کی ماہیت بدل جانے کے باعث باقی نہ رہا۔ یہی حکم تمام اشیاء کا ہے۔ اب کوئی خدشہ کی بات نہ رہی۔ میں نے عرض کیا۔ حضرت دلی میں سیکڑوں کو

تسلی حاصل ہو گئی۔

نورٌ ۲۸: ایک روز میں نے حضرت مرشد گرامی قدر سے عرض کیا کہ روح کیا ہے۔ ارشاد فرمایا باری تعالیٰ کی صفت حیات کا ظل و پرتو، اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات دونوں کا ادراک اور کنہ حقیقت کی دریافت ممنوع ہے۔ تو روح کی حقیقت کس طرح سمجھ میں آ سکتی ہے کہ آخر اسی کا عکس اور ظل و پرتو ہے۔

نورٌ ۲۹: ایک روز میں نے مرشد گرامی سے عرض کیا کہ حضور اس کا سبب کیا ہے کہ بعض پابند نماز فقراء یکایک نماز چھوڑ دیتے ہیں اور ان سے اس بارے میں پوچھا جائے تو جواب میں یہ آیہ کریمہ پڑھ دیتے ہیں۔
واعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ؕ

ارشاد فرمایا کہ ان کا یہ قول تو صرف بہانے بہت خانہ پری کے لیے ہوتا ہے اور لوگوں سے اپنا دامن چھڑانے کے لیے یہ کہہ دیا کرتے ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ وہ ترک نماز کے گناہ سے بہت دور ہیں اور یوں بھی اہل ایمان کے ساتھ نیک گمان رکھنا چاہیے جبکہ حقیقتہً ہماری نگاہوں میں ترک نماز کے وجوہ متعدد ہیں۔ مثلاً کبھی ان میں استغراق حاصل ہوتا ہے کہ انہیں خود اپنے وجود کی خبر نہیں رہتی اور کبھی جمال الٰہی کے مست ہو کر ایسے مدہوش ہو جاتے ہیں کہ ان سے قلم شریعت اٹھ جاتا ہے اور کبھی ایسے واردات طیبہ کا ان پر ورود ہوتا ہے کہ وہ دریائے حیرت میں غرق ہو جاتے ہیں۔ اور کبھی تجلی جلال کی وہ شدت ہوتی ہے کہ نماز پڑھنے پر انہیں قدرت ہی نہیں رہتی وعلیٰ ہذا القیاس۔

(پھر فرمایا کہ) ایک روز سیدی ابوبکر شبلی قدس سرہٗ بے حجابانہ (کسی روک ٹوک کے بغیر) اپنے شیخ گرامی حضرت سیدنا جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مکان میں داخل ہو گئے اور ان کے سرہانے کھڑے کھڑے نعرے لگانا اور اشعار پڑھنا شروع کر دیا۔ حضرت سامی کی پردہ نشین بی بیوں نے پردہ کرنا چاہا تو آپ نے ارشاد فرمایا اس کی ابھی حاجت نہیں کہ شبلی اس وقت اس عالم ہوش و حواس میں نہیں۔

پھر دیر بعد حضرت شبلی اسی حالت بے خودی میں گر پڑے اور بہت دیر اسی حال میں رہے یہاں تک کہ حضرت جنید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی حالت پر توجہ دی اور انہیں اس عالم سکر و مدہوشی سے عالم صحو و ہوشیاری کی طرف واپس لائے حضرت شبلی نے رونا شروع کر دیا۔ اس وقت حضرت جنید قدس سرہٗ نے پردہ نشین اہل خانہ سے فرمایا کہ تم لوگ پردہ میں چلی جاؤ کہ وہ اس عالم میں واپس آ رہے ہیں۔

غرض ان فقراء پر انقلاب احوال کی ایسی ہی واردات اور تجلیات کا ہجوم رہتا ہے اور اس قسم کے احوال میں احکام شریعت کی بجا آوری ان سے ساقط ہو جاتی ہے جیسا کہ اسی حکایت میں گزرا کہ حضرت جنید نے اس وقت کسی پردے اور حجاب کی ضرورت نہ سمجھی۔

پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لوگوں کی نگاہوں سے مخفی ہو کر تنہا نماز ادا کر لیتے ہوں، جس کی وجہ میں ترک نماز باجماعت کا لوگوں میں کھٹکا ہے کہ تنہا ادائیگی نماز میں جماعت فوت ہوتی ہے اور یہ بھی افراد کے حق میں سخت نازیبا حرکت ہے کہ اس صورت میں سنت مؤکدہ بلکہ بعض علماء کے نزدیک واجب کا ترک لازم آتا ہے لہٰذا یہی پہلی تاویلات اقرب الی الصواب ہیں۔

میں نے پھر عرض کیا کہ یہ استغراق و تحیر مصرف اوقات نماز میں ہوتا ہے باقی دوسرے امور کھانے پینے وغیرہ میں نہیں ہوتا۔ تو ارشاد فرمایا کہ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ مجنون کس طرح کھاتے پیتے ہیں حالانکہ نماز کے لیے عقل و شعور درکار ہے تو مجنونوں پر ان کے کھانے پینے کے باوجود شریعت میں قلم جاری نہیں۔ ایسے ہی یہاں سمجھنا چاہیے۔

واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

بہرحال ان کے حق میں نیک گمان رکھنا چاہیے۔ ان پر اعتراض نہ کرنا چاہیے اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ مکہ معظمہ میں نماز باجماعت ادا کرتے ہوں۔ اس لیے کہ انہیں طی ارض یعنی زمین کی مسافت طے کرنے کی قوت حاصل ہو اور مسجد حرام میں فضیلت نماز کی دولت حاصل کرنے چاہتے ہوں کہ وہاں کی ایک رکعت، دوسری جگہ کی ایک

ہزار رکعتوں کے برابر ثواب رکھتی ہے۔

اور اگر تم یہ کہو کہ اکثر یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ وہ اوقات نماز میں از اول تا آخر وقت یہیں موجود رہے ایک لمحہ کے لیے بھی غائب نہ ہوئے تو وہاں کیسے پہنچے۔ تو میں کہوں گا کہ تمہیں کیا معلوم کہ وہ اپنے جسم و صورت اصلی میں وہاں گئے اور اپنے جسم خلقی و مثالی کے ساتھ کہ وہ جسم اصلی کے مشابہ ہے یہیں رہے جیسا کہ بارہا اس گروہ کے مردانِ خدا سے وقوع میں آیا۔ مختصر یہ کہ حسن ظن میں بڑی گنجائش ہے۔ دیکھیے کیسے حسنِ ظن کی توفیق دیتے اور بدگمانی کی بلا سے بچاتے ہیں۔ ہمیں بھی حسنِ ظن کی توفیق عطا فرما۔

نور ۳۰: جاننا چاہیے کہ انسان عالم صغیر ہے اور اس کے سوا عالم کبیر اور یہ عالم صغیر تمام اجزائے عالم کبیر کا جامع ہے۔ چنانچہ جو کچھ قلم میں مجمل ہے، لوح محفوظ میں مفصل ہے، وہ اس کے قلب میں منقش ہے جو کچھ عرش میں ہے وہ اس کے جسم میں ہے اور جو کچھ کرسی میں ہے وہ اس کے نفس میں ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے تفکرت فیک۔ بکنفک اے انسان خود اپنی ذات میں غور و خوض تو کر۔ ہستی کے لیے کائنات سے کوئی چیز تجھ سے خارج نہیں۔ کیا تو نے نہیں کہ حق سبحانہ و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

اِقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا ۔

اپنا نامہ پڑھ۔ آج تو خود ہی اپنا حساب کرنے کو بہت ہے۔

تو جو کوئی یہ کتاب پڑھ جاتا ہے تمام ما کان و ما یکون سے آگاہی پالیتا ہے اور جو کوئی پوری کتاب نہ پڑھ سکے تو حکم ہے فاقرءوا ما تیسر منہ جتنا میسر ہو پڑھو اور ارشاد ربانی ہے سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ۔ ابھی ہم انہیں دکھائیں گے اپنی آیتیں دنیا بھر میں اور ان کے آپے میں یہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ بے شک وہ حق ہے نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ اور خود تم میں، تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں۔

بالجملہ جو کچھ عالم کبیر میں ہے وہ سب کچھ اس عالم صغیر یعنی انسان میں موجود ہے مثلاً عالم کبیر میں ایک بادشاہ ہوتا ہے جس کا حکم تمام مملکت میں نافذ و جاری ہوتا ہے اور اس کی رعایا میں سے کوئی شخص اس کی اجازت کے بغیر کوئی کام انجام نہیں دے سکتا۔ یونہی عالم صغیر میں اس کی جگہ روح اصل ہے جو عالم امر سے ہے۔ یہ جسم کی پوری مملکت میں متصرف کرتی ہے اور تمام اعضائے بدن کے تمام اس کے حکم کے تابع ہیں۔ اسی طرح عالم کبیر میں بادشاہ کا ایک وزیر ہوتا ہے جسے تمام امور سلطنت اور مملکت خوش انتظام کی تدابیر سونپ دی جاتی ہیں۔ عالم صغیر میں عقل ہے کہ ایک وزیر کے کام انجام دیتی ہے بلکہ کہنا چاہیے کہ عالم کبیر میں ایک بادشاہ ہے جس پر کوئی اور بادشاہ نہیں اور اسے شہنشاہ کہتے ہیں یعنی خداوند عز و جل اور عالم صغیر میں اس کی نائب روح انسانی ہے کہ اس کی ظلال سے ایک ظل اور اس کے ماتحت کی تعینات سے ایک تعین ہے۔ جل جلالہ و عم نوالہ

عالم کبیر میں شہنشاہ کا ایک نائب مطلق ہے کہ اسے نائب کل و خلیفہ مطلق کہتے ہیں اور وہ وزیر اعظم کا منصب رکھتا ہے۔ اور وہ بے مثل و بے مثال ذات قدس ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اور عالم صغیر میں عقل ہے کہ ان کے عکسوں سے عکس اور ان کی حقیقت ماجدہ کے پرتووں سے ایک پرتو ہے۔ صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ۔

عالم کبیر میں شہنشاہ حقیقی کا ایک عظیم عرش ہے جسے باری تعالیٰ کی بارگاہ رفیع سے ایک خاص نسبت حاصل ہے تو عالم صغیر میں قلب انسانی ہے کہ روح کا خاص مقر و محل ہے۔ عالم کبیر میں سلطان کی کرسی رفیع و بلند ہے۔ تو عالم صغیر میں دماغ بڑا عالی مقام وارجمند ہے۔

وہاں لوح محفوظ ہے جس میں تمام ما کان و ما یکون (جملہ ماضی و مستقبل) مکتوب ہے تو یہاں قوت خیال ہے کہ تمام صورتیں شکلیں اور رنگتیں اور ہر وہ چیز جو حواس خمسہ ظاہری کی بدولت ادراک میں آتی ہے، یہاں محفوظ ہیں۔

کی دراکات کے لیے عقل ہے اور علوم جزئیہ کے لیے وہم و حواس۔

وہاں شاہوں کی مخصوص سواریاں ہوتی ہیں، یہاں تیرے دو پاؤں کہ ان پر سوار ہو کر تو جہاں چاہے پہنچ سکتا ہے۔

وہاں بادشاہوں کا ایک لشکر ہوتا ہے کہ دشمن سے دفع کرتا ہے، یہاں تیرے دونوں ہاتھ ہیں کہ موذی سے تیرے بچاؤ میں مصروف رہتے ہیں۔

وہاں تحصیلدار ہوتا ہے کہ اموال اور سرکاری مطالبے فراہم کرتا ہے، یہاں قوت شہوانی ہے کہ کھانے پینے اور تمام ضروری حاجتوں کو طلب کر کے جمع کرتا ہے۔

وہاں چوکیدار اور کوتوال ہوتے ہیں، یہاں قوتِ غضبیہ ہے کہ امورِ سیاست انجام دینے اور کوتوال کا کام کرتی ہے۔

وہاں جاسوس ہوتے ہیں کہ بیرونی حالات کی تفتیش کرتے اور دربارِ شاہی تک پہنچاتے ہیں، یہاں حواسِ خمسہ یعنی باصرہ، سامعہ، شامہ، ذائقہ اور لامسہ جاسوسی کرتے ہیں اور تمام خارجی حالات حسِ مشترک کی وساطت سے پہنچاتے ہیں۔

عالمِ کبیر میں خدمت گار ہوتے ہیں کہ اپنی اپنی خدمات انجام دیتے ہیں، یہاں قوت ہاضمہ، قوت غاذیہ، قوت نامیہ، قوت ماسکہ اور قوتِ دافعہ وغیرہ خدمت گزار ہیں کہ جس خدمت پر مامور ہیں اسے بجالاتے ہیں۔ قوتِ ماسکہ کھانے کو معدہ میں روکتی ہے تاکہ حرارت اس میں اپنا کام انجام دے۔ قوتِ ہاضمہ اس کے ہضم میں مشغول رہتی ہے قوتِ دافعہ فضلات کو اجابت کی طرح دفع کرتی ہے۔ قوت غاذیہ، غذا کو اعضائے بدن میں تحلیل کرتی ہے۔ قوت نامیہ جسم کو بڑھاتی ہے۔ قوتِ غاذیہ غذا کو اعضائے بدن میں تحلیل کرتی ہے۔ قوت نامیہ جسم کو بڑھاتی ہے

غرض وہاں باورچی خانہ ہوتا ہے تو یہاں معدہ ہے۔ وہاں ماہر باورچی ہوتا ہے یہاں حرارت ہوتی ہے کہ ہر قسم کے کھانے کو پکاتی ہے۔ وہاں رنگریز ہوتا ہے اور یہاں رنگریز جگر ہے کہ ہر قسم کی غذا کو سرخ رنگ دے کر اس سے خون بناتا ہے۔

وہاں منقی ہوتا ہے یہاں گردہ ہوتا ہے کہ پانی کو خون سے جدا کرتا اور اس پانی

مثانہ میں پھینک دیتا ہے۔ اور پھر وہ پانی مثانہ سے فوارہ کی طرح رواں ہو کر گر جاتا ہے ہر فوارہ کی مانند موجود رہتا ہے۔

وہاں بادشاہانِ ممالک ایک دوسرے سے آمادہ جنگ رہتے اور ایک دوسرے کے دشمن ہو کر دوسرے کی مملکت کو خراب و برباد کرتے ہیں، یہاں بیماریاں ہیں کہ مملکتِ روح میں داخل ہو کر روح سے مقابلہ کرتی اور اس کی مملکت کو تباہ و برباد کرنا چاہتی ہیں، اور اسی باہمی جنگ و جدل کا نام بحران ہے۔

وہاں برسرِ پیکار فریقین میں سے ہر فریق کو باہر سے کمک اور مدد پہنچتی ہے یہاں مریض کو بد پرہیزی اور معالج کے علم و تجربہ میں نقص و فتور سے مدد ملتی ہے اور روح کو دوا و پرہیز، طبیعت کی مدد اور معالج میں صحت کی کمک میسر آتی ہے کہ دشمن کی تمام تدبیروں کو رائیگاں بنا دیتی ہے۔

وہاں چور ہوتے ہیں اور یہاں ہماری رگیں چور ہیں کہ غذا کو معدہ سے چرا کر جگر تک پہنچاتی ہیں۔

وہاں رعایا میں نیک و بد ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں اور یہاں اچھے اخلاق اور بری عادتیں ہیں۔

وہاں عناصرِ اربعہ ہیں اور یہاں اخلاطِ اربعہ، کہ عناصر کے ہم مزاج ہیں۔

وہاں روشن ستارے ہیں کہ اپنی چمک دمک سے دنیا کو روشن اور اندھیرے میں پنہاں چیزوں کو آشکار کرتے ہیں، یہاں جسمانی اور روحانی آنکھوں کی روشنیاں ہیں کہ روشن و منور کرنے کے انتظام میں رہتی ہیں۔

وہاں پہاڑ ہیں جن کے باعث زمین ساکن ہے یہاں ہڈیاں ہیں کہ پہاڑوں کی مانند استادہ ہیں اور انسانی بدن ان پر قائم ہے۔

وہاں درخت اور دوسرے نباتات ہیں، یہاں بدن کے بال اُن کے مقابلہ میں ہیں۔

وہاں نہریں ہیں جن میں پانی رواں دواں رہتا ہے یہاں رگیں ہیں جن میں

پر فضیلت حاصل ہے۔ یہ فائدہ بھی میں نے اسی لیے تحریر کیا کہ ان حضرات میں فرقِ مراتب اور ایک کی دوسرے پر فضیلت کا سبب روشن ہو جائے یعنی ان مقولات کی روشنی میں

نور ۳۴:- انسان جب حدِ بلوغ کو پہنچتا ہے تو تین روحیں اُسے اپنے قبضہ میں لے لیتی ہیں۔ دو علوی از قسم ملائکہ اور ایک سفلی از قسم شیطانی۔ پہلی دونوں روحیں انسان کو کارِ خیر پر آمادہ کرتی ہیں۔ پہلی روح اس کے دل میں نیکی کی رغبت ڈالتی ہے اور دوسری روح اُسے عمل درآمد پر قدرت دیتی ہے اور تیسری روح برائی کی محرک ہوتی ہے۔ یعنی اوّلاً اس کے دل میں برائی کی خواہش پیدا کرتی ہے اور بعد اس کے اسباب بھی اس پر واضح کر دیتی ہے۔

یہ تینوں روحیں بجز انسان دوسرے حیوانات کے لیے نہیں ہوتیں، اسی لیے حیوان مکلف اور احکامِ شرعیہ کا مخاطب و مامور نہیں جبکہ انسان مکلف ہے اور چونکہ انسان کبھی ان دونوں کی متابعت کرتا ہے اور کبھی شیطان کی موافقت۔ لہٰذا ان تینوں روحوں میں باہمی چپقلش اور جنگ و جدال کا سماں سا رہتا ہے۔ اور ایک دوسرے سے یہ باہمی مغلوب بھی، نادم بھی ہوتے ہیں۔ اگر انسان ان فرشتوں کی موافقت کرتا ہے تو شیطان حسرت و ندامت میں گرفتار رہتا ہے۔ اور اگر انسان شیطان کی متابعت میں قدم اُٹھاتا ہے تو ان فرشتوں کو شرم و ندامت دامنگیر ہوتی ہے اور یہ واردات کا سلسلہ مدت العمر یوں ہی دراز رہتا ہے۔ آتا ہے اور چلا جاتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ ہمزاد سفلی جو عوام الناس میں مشہور ہے اسی شیطان کا نام ہو اور جسے ہمزادِ علوی و نوری کہتے ہیں اس سے مراد یہی دونوں فرشتے ہوں۔ واللہ ہی خوب جانتا ہے۔ انسان کو تو یہ چاہیے کہ انہیں دونوں فرشتوں کی ہمیشہ متابعت و تابعداری میں گزار دے تاکہ آخرت میں نجات پا سکے۔

نور ۳۵:- ہر زمانہ میں ایک غوث ہوتا ہے کہ اس زمانے کے تمامی اولیاء کرام کا سرتاج و سردار ہوتا ہے اور اس کے زمانے کا کوئی

ولی اس کا مرتبہ نہیں پا سکتا۔ اسی کو قطب مدار بھی کہتے ہیں۔ اس لیے کہ تمام عالم کے مدار کا اُسی پر دارومدار ہوتا ہے اور تمام نظم و نسق اُسی کے ہاتھوں نافذ ہوتا اور نافذ رہتا ہے۔ اس غوث کا لقب عبداللہ ہوتا ہے اور ہر غوث کے دو وزیر ہوتے ہیں۔ وزیرِ دستِ راست اور وزیرِ دستِ چپ۔ عبدالرب اور عبدالملک نامی۔ عبدالرب وزیرِ دستِ راست کا نام ہے۔ اور عبدالملک وزیرِ دستِ راست۔

اس سلطنت میں وزیرِ دستِ چپ وزیرِ دستِ راست سے اعلیٰ ہوتا ہے برخلاف سلطنتِ دنیا۔ اس لیے کہ یہ سلطنتِ قلب ہے اور دل جانبِ چپ ہی ہے۔ جب عبداللہ کی رحلت ہوتی ہے تو عبدالملک اس کے قائم مقام کر دیا جاتا اور عبدالرب عبدالملک کی جگہ لیتے ہیں اور عبدالرب کی جگہ کسی اور کو نامزد کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح یہ سلسلہ قیامِ قیامت تک جاری و ساری رہے گا۔

(صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ غوث کے انتقال کے بعد غوث کی جگہ اماموں سے غوث کر دیا جاتا ہے جیسا کہ ابھی گزرا۔ اور اماموں کی جگہ اوتاد رتبہ سے۔ اور اوتاد کی جگہ ابدال سے اور ابدال کی جگہ پر ابدالِ اربعین سے۔ اور ان کی جگہ تین سو نقبا سے۔ پھر اولیاء سے اور اولیاء کی جگہ عامۂ مومنین سے کر دیا جاتا ہے کبھی بلا لحاظِ ترتیب کافر کو مسلمان کر کے ابدال کر دیتے ہیں ان کا مرتبہ ابدال سے زیادہ ہے)

زمانہ نبوت میں ایجاباتِ عالم سری حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکبر غوثِ اکبر و غوثِ ہر غوث میں اعبداللہ تھے اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور کے وزیرِ دستِ چپ عبدالملک تھے اور سیدنا عمر فاروق اعظم وزیرِ دستِ راست اور عبدالرب تھے۔ جب سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی تو صدیق اکبر امت میں سب سے پہلے درجہ غوثیت پر ممتاز ہوئے اور عبداللہ بنائے گئے اور سیدنا فاروق اعظم و عثمانِ غنی (رضی اللہ عنہما) کو وزارت عطا ہوئی اور یہ دونوں حضرات بالترتیب (عبدالملک اور عبدالرب کہلاتے۔ اور جب صدیق اکبر کا دورِ مبارک ختم ہوا تو امیر المومنین

ملامتی تھا۔ یعنی ظاہر میں وہ صوفیائے کرام کی روش کے مطابق مجاہدے وغیرہ نہ کرتا نظر نہ آتا تھا بلکہ مخلوق خدا سے پوشیدہ رہ کر ان میں مصروف رہتا اور اس کی بیوی اگرچہ خود بھی عبادت گزار تھی، ہمیشہ اُسے ملامت کرتی کہ میں کبھی تجھے حق کی طرف توجہ کرتا نہیں پاتی۔ وہ جواب دیتا میں کیا کروں بس تو بھلی ہے کہ میں بدترین مخلوق ہوں اللہ تعالیٰ تجھے مجھے بخشے۔ پھر ایک شب اس کی بیوی سوتے سے اٹھی تو دیکھتی ہے کہ اس کا شوہر حق کی طرف متوجہ اور ذکر الٰہی میں مستغرق ہے۔ دل میں بڑی خوش ہوئی اور صبح اپنے شوہر سے بولی کہ خدا کا شکر ہے۔ آج رات مجھ پر حقیقت فاش ہوگئی تو اپنے اخلاص کو چھپاتا رہتا ہے شوہر نے کہا تجھے کیسے معلوم ہوا۔ بولی پچھلی رات میں نے تجھے دیکھا کہ اپنے مولیٰ کی بندگی میں مصروف اور ہر چیز سے بے خبر تھا شوہر نے تین بار اس بات کو دوہرایا اور پوچھا کہ کیا تو سچ کہہ رہی ہے کیا واقعی تو نے مجھے اس حالت میں دیکھا ہے۔ اس نے کہا خدائے عزوجل کی قسم میں نے خود تجھے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ شوہر نے جب یہ سنا تو ایسی شرم اس پر طاری ہوئی کہ اپنی جان، جان آفریں کو سپرد کردی (اور دنیا سے سدھار گیا)

عزیز بیٹا ملامتیہ ایسے ہی لوگوں کو کہا جاتا ہے نہ کہ خلاف شریعت بے دینوں کو۔ ایسوں کو ملامتی فقیر کہنا بڑی فاحش غلطی ہے۔

نورُ ۴۲: جسمانی معراج بحالت بیداری یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے۔ کسی ولی کو بھی میسر نہیں اگرچہ وہ مرتبہ قطبیت و ولایت اور غوثیت پر فائز ہو۔

نورُ ۴۳: روحانی معراج، خواہ بحالت خواب ہو یا عالم واقعہ میں اولیاء کے لیے ممکن بلکہ واقع ہے۔ اور عالم واقعہ اس استغراق کی حالت کا نام ہے جو مراقبات کی کیفیات میں بیداری و خواب کے درمیان عارض ہوتی ہے۔

نورُ ۴۴: سوال:۔ سماع سننے اور شعر کہنے کی اہلیت کے کیا معنی ہیں؟

جواب:۔ سماع کا اہل وہ شخص ہے کہ خود اپنے دل پر اور

دوسروں کے دلوں پر ایسا اثر انداز ہو کہ ماسوی اللہ کا خطرہ بھی نہ آنے دے۔

نورُ ۴۵: سوال:۔ ولایت میں وہ کونسا مقام ہے جس سے اعلیٰ کوئی مقام نہیں؟

جواب:۔ وہ مقام قربت ہے کہ نبوت اور صدیقیت کے درمیان واقع ہے اور جو حصہ میں آیا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے۔ چنانچہ شیخ اکبر نے فتوحات میں فرمایا کہ یہ مقام جسے ہم نے صدیقیت اور نبوت تشریعی کے درمیان ثابت کیا یہی مقام قربت ہے اور یہ افراد کے لیے ہوتا ہے۔ یہ مرتبہ عنداللہ نبوت تشریعی کے مقام سے نیچے اور مقام صدیقیت سے عنداللہ بالا ہے اور اسی مرتبہ کی طرف اشارہ ہے اس راز سے، جو صدیق اکبر کے سینہ میں ڈالا گیا اور اس کی بدولت آپ تمام دوسرے صدیقوں پر فضیلت پاگئے۔ اس لیے کہ ان کے قلب مبارک میں وہ بات آئی جو نہ صدیقیت کی شرط ہے نہ اس کے لوازم سے۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق کے مابین اور کوئی ایسا مرد نہیں۔ تو یہی صدیقیت کے حامل ہیں اور یہی [illegible] کے صاحب

نورُ ۴۶: ولی پر اپنے احوال کا دوسروں سے پوشیدہ رکھنا لازم ہے جبکہ نبی پر اپنی نبوت کا اظہار فرض ہاں مجبوری شعور میں آجائے [illegible] کے ارادہ و اختیار کو اس میں دخل نہ ہونا چاہیے۔ یہاں اپنے مرشد [illegible] کی ایک حکایت لکھتا ہوں کہ اس سے مسئلہ کی بڑی اچھی وضاحت ہو جائے گی اور وہ یہ ہے کہ حضور والا کے ایک مرید مظفر علی صاحب بریلوی نے بیان کیا کہ میں ایک رات سونے کے لیے اٹھا اور طہارت کے لیے پانی لینے حجرہ سے باہر نکلا ہی تھا کہ دیکھتا ہوں کہ درگاہ معلیٰ میں بزرگان دین کا بڑا مجمع ہے جیسے کسی کے عرس شریف کی تقریب ہو اور حضرت صاحب البرکات کے پائنتی داہنی جانب میں ایک تخت بچھا ہوا ہے جو سات سے جڑا ہوا ہے اور اس تخت کے گرد اکابر اولیاء اللہ تشریف فرما ہیں۔ کچھ ہی دیر گزری تھی کہ میں نے ایک منظر دیکھا کہ ہمارے پیر و مرشد

کو بہ پیں فاخرہ شاہانہ زیبِ تن فرمائے اور سرِ مبارک پر تاج سجائے۔ دو بزرگ بغل
میں ہاتھ دیئے لا رہے ہیں۔ پھر آپ کو اس تخت پر بٹھایا اور پھر سب مجمع تعظیماً کھڑا
ہوگیا اور بزرگانِ دین نے بڑھ کر آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا۔

میں نے یہ حالت دیکھی تو حیرت کا مارا زینے کے نیچے کھڑا کا کھڑا رہ گیا۔ اس کے
فوراً بعد تمام حضرات اندر تشریف لے گئے، اور پھر غائب ہوگئے۔ اس واقعہ کے باعث
میں ساری رات سو نہ سکا۔ اور علی الصباح مسجد میں حاضر ہو کر حضرت والا کی اقتدا میں
نماز باجماعت ادا کی۔ پھر جو کچھ دیکھا تھا، اسے حضرت کی خدمت میں عرض کرنے کے بعد اس
مقام کی کیفیت سے متعلق استفسار کیا پہلے تو ارشاد فرمایا کہ تم نے کوئی خواب دیکھا ہوگا
دورانِ خواب کا کیا اعتبار، لیکن جب میں نے اصرار کیا تو ناگوار کیفیت میں فرمایا کہ
خاموش رہنا یہ ماجرا کسی اور سے بیان نہ کرنا میں اس وقت سے برابر خاموش ہوں

رحمۃ اللہ اپنے حال و مقام کا خفا اور اس درجہ اخفاء کہ کبھی، اشارۃً یا کنایۃً
بھی اس کا ذکر درمیان میں نہ آیا جبکہ دراصل یہ مقام "قطبیت" اور وہ بہت بارہ برس کی
حضور والا کی خدمت میں پیر دگی کا مقام تھا۔ اور اسی روز سے حضور والا، وقتِ تشریف
تک بارہ برس حجرہ سے باہر تشریف نہ لے گئے اور بعد ازاں کرامتیں خود بخود ظاہر ہوتی رہیں
جن کا ذکر باعثِ طوالت ہے حضور کے وصال شریف کے بعد میں نے اس واقعہ کی
تصدیق منظفر علی صاحب کی زبانی کرلی

نور ۴۷: عبادت میں حضوری قلب کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ بندہ یہ
سمجھ کر عبادت کرے کہ گویا خداوند تعالیٰ اس کی نگاہوں کے
سامنے ہے اور اسے دیکھ کر یہ عبادت کر رہا ہے یہ مقام بڑا بلند مقام ہے اور اکابرین
حق کا حصہ۔ دوسرے یہ کہ بندہ یہ سمجھ کر بندگی بجا لائے کہ خداوند تعالیٰ مجھے دیکھ رہا
ہے اور میں اس کی عبادت میں مصروف ہوں یہ مرتبہ عبودیت بھی اگرچہ ذوق و شوق
نور و حضور اور اخلاص و حیا بخشتا ہے تاہم اس پہلے سے ادنیٰ ہے اور یہ مرتبہ ہے
متوسطین کا اور وہ عبادت جس میں ان دو تصوروں میں سے کوئی تصور نہ ہو۔

...کا مرتبہ ہے یعنی عوام الناس کا زبانی ذکرِ خدا۔ ورد ... ما و شما مولائے کریم
... عنایت بخشے۔ آمین۔

نور ۴۸: ایک عجیب تر بات یہ ہے کہ اندرونِ قلب سے ملکوتِ آسمان
کی طرف ایک روزن کشادہ ہے۔ جیسا کہ بیرونِ قلب عالمِ محسوسات
کی طرف پانچ دروازے کشادہ ہیں۔ یعنی قلب بنی آدم میں یہ استعداد رکھی گئی ہے
کہ اس کے ذریعہ وہ عالمِ ملک و ملکوت و جبروت و لاہوت کا ادراک کر سکتا ہے اور
... یہ کہ عالمِ ملکوت کی جانب دل کا یہ روزن خواب یا نیند کے علاوہ کشادہ نہیں
... بلکہ بیداری میں بھی، ریاضت و مجاہدہ میں کثرت کی بدولت یہ روزن کشادہ ہو جاتا
... یہ فقرے تفہیم کی خاطر زبانِ قلم پہ آتے ہیں۔ انہیں سمجھ لینا چاہیے تاکہ آدمی آدمی ہے۔

نور ۴۹: نفس کی تین قسمیں ہیں مطمئنہ، لوامہ، امارہ۔ نفس مطمئنہ انبیائے
کرام اور اکابر اولیائے عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نفوس
... کہ ان کے ارادے مشیتِ الٰہی میں فانی ہو چکے اور کسی بھی قسم کے خلافِ حق کو
... کوئی راہ میسر نہیں۔

نفس لوامہ عیبوں پر ملامت کرتا اور برائی کے ارتکاب سے باز رکھتا ہے اور
... ایسی بات کا صدور ہو جاتا ہے تو جلد ہی ندامت و توبہ پر آدمی کو آمادہ کر دیتا
ہے یہ نفس ہے نیکوکار و فرمانبردار بندوں کا۔ اور نفس امارہ وہ ہے کہ ہمیشہ بدی
کی طرف مائل رہتا اور اس پر اصرار و اختیار کرتا ہے۔ یہ عوام الناس کا نفس ہے (جو
... و آخرت سے غافل، اور دنیا و مافیہا پر فریفتہ و مائل رہتے ہیں)

نور ۵۰: تلوین اور تمکین دو جداگانہ مقامات ہیں۔ اگر سالک نے ابھی راہ
سلوک طے نہیں کی ہے اور وہ اسی جد و جہد میں مصروف ہے
تو اسے صاحبِ تلوین کہتے ہیں۔ اور اس کے برعکس کو تمکین کہتے ہیں اور اسی کو
واقف اور راسخ کہا جاتا ہے۔

نور ۵۱: قلب و نفس و روح تینوں الفاظ باعتبار معنی مترادف یعنی

ہم معنی ہیں جس سے مراد ہے ذات انسانی۔

نور ۵۲: صوتِ سرمدی کیا ہے؟ یہ عالم قدس کی ایک آواز ہے کہ شغل حرفی میں، کانوں کے سوراخ کے حبس کے وقت بانگ کی سنائی دیتی ہے۔

نور ۵۳: جاننا چاہیے کہ واصلانِ حق دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک کاملین مکمل کہ ریاضتوں اور مجاہدوں میں مشغول رہ کر بنہایت الٰہی خود درجۂ کمال تک پہنچ جاتے ہیں اور دوسروں کو بھی پہنچاتے ہیں۔ یہ حضرات باقی دوسروں پر فوق ہوتے ہیں اور دوسرے کاملان مکمل کہ خود درجہ کمال پہ فائز اور ثابت قدم ہیں اور وہیں مستقر رہ کر اپنے کمالات کو ہام ترقی پر پہنچاتے ہیں۔ انہیں مخلوق کی جانب تنزل نہیں دیا جاتا اور نہ دوسرے ان سے کما حقہٗ فیضیاب ہوتے ہیں۔ یہ حضرات پہلے والے حضرات سے ہمسری نہیں رکھتے۔ لیکن یہاں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہر مکمل کامل سے علی الاطلاق افضل نہیں، بلکہ افضلیت اُس وقت پاتا ہے کہ یہ دونوں وصف کاملیت میں برابر ہوں پھر اس کے بعد کسی ایک کو مکملیت کا مرتبہ سونپ دیا جائے۔ اس صورت میں اس مکمل کو اس کامل پر فضیلت حاصل ہو سکتی ہے اور یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں کہ ہر مکمل، ہر کامل سے افضل ہو۔

نور ۵۴: پوشیدہ نہ رہے یہ بات کہ خواب، نام ہے اس حالت کا کسی جاندار پر طاری ہونے کا اور اس کا سبب ہے رطوبت غذا یہ کہ صعود کرنے والی دھواں دار حرارتوں سے اعصاب دماغیہ کا استرخاء اور ڈھیلا پڑ جانا، بایں طور کہ حواسِ ظاہرہ احساس سے معطل ہو جاتے ہیں۔ اس صورت میں نیند اور احساس میں تقابل بالعرض ہے جیسا کہ مانع کی موجودگی میں کسی معدوم کا جانا یا عدم شرط کی صورت میں مشروط کا موجود ہونا اور بعض کے نزدیک نیند نام ہے حواس کا اپنے عمل سے کسی کے لیے معطل ہو جانا۔ اور یہ طاری ہوتی ہے اس وقت غذائی بخارات معدہ کی جانب سے دماغ کی طرف صعود کریں اور اس صورت

اور احساس کے مابین تقابل عدم و ملکہ ہوگا۔ اور بہر صورت نیند اور احساس ... ی مجتمع ہوتے۔

لیکن اصحاب سلوک کے نزدیک نیند نام ہے اس غفلت کا، جو امر مزاجی کے سبب دماغ میں عارض ہوتی ہے اور امر مزاجی کی تشریح یہ ہے کہ انسان کے سر میں دو کنارے ہیں۔ ایک سامنے دوسرا عقب میں۔ سامنے والا حصہ مخزن ہے نور وعقل کا اور ان دونوں حصوں کے درمیان ایک روزن ہے جو دونوں میں فاصل ہے اور جب انسان کو نیند آنا شروع ہوتی ہے تو ایک غبار برقیق مانند پیدا ہوتا ہے کہ عقل کے حجاب کا باعث ہے، اور یہی غبار اُس روزن میں آتا ہے تو اس وقت نیند غلبہ پا لیتی ہے۔ اس کے بعد وہ غبار کان اور زبان میں داخل ہوتا ہوا دل صنوبری پر پہنچتا ہے۔ اس وقت غنودگی طاری ہوتی ہے۔ یعنی آجاتی ہے اور وہ سو جاتا ہے۔ امر مزاجی سے انہیں معنی کا ارادہ کیا جاتا ہے ہم نے لکھے۔

البتہ یہاں ایک کیفیت اور بھی ہے جو نیند کے مانند ہے اور جس کا نام اصطلاح صوفیہ میں غیبیت ہے (یعنی آپے میں نہ رہنا)، اور ہوتا بھی یہی ہے کہ حواس اپنے فعل سے معطل ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہاں اس کا سبب وہ وارداتِ غیبی ہے۔ جو عالم بالا سے دل میں وارد ہوتی ہے اور دل کو عالم ظاہر سے عالم غیب کی طرف کھینچتی ہے اور اس حالت میں جو چیز شہود میں آتی ہے اُسے مشاہدہ اور مکاشفہ کہتے ہیں نہ کہ خواب۔

جیسا کہ صوفیا کے نزدیک نام ہے حواس کے عدم تعطل کا۔ اور اس عدم تعطل کا سبب عالم بالا کے آثار کا ورود ہے اور یہ حالت بیداری کے مشابہ ہے بیداری نام ہے حواس کے معطل نہ ہونے کا جبکہ سبب مذکور کا عالم بالا سے ورود نہ ہو۔ اور بحالت صحو جو کچھ مشاہدہ ہوتا ہے۔ اسے معاینہ کہتے ہیں، اور جو بیداری میں محسوس ہوتا ہے اُسے عیاں اور رویت عرشی بھی کہتے ہیں۔

نورٌ ۵۵

جب سالک سیر الی اللہ سے فراغت پاکر سیر فی اللہ میں قدم بڑھاتا اور درجاتِ عالیہ پر ترقی کرتا جاتا ہے۔ تو بعض سالک اس مقام کی تجلیوں کے ورود سے ایسے خاموش، ایسے بے حرکت اور ایسے ضبط والے اور ایسے عالی ظرف ہو گئے ہیں کہ کوہ کوہ، دریا دریا کے رموز و اسرار بھی ہضم کر جاتے ہیں اور انہیں فاش نہیں ہونے دیتے جبکہ بعض حضرت وہ ہیں جن پر ان اسرار کا ضبط، مشکل ہو جاتا ہے اور آخرکار، وہ مرتبۂ وحدت کی آواز دں پر، اپنی زبان کھول بیٹھتے ہیں۔ وہ ان کے حلقوم سے سبحانی ما اعظم شانی ۔ لَیْسَ فِی جُبَّتِی سِوَی اللہ، اور انا الحق جیسے دعوے سننے میں آتے ہیں۔ لیکن شریعت مطہرہ اس حالت پر ان پر مواخذہ نہیں فرماتی اور ، یہ محبوبانِ حق اس قسم کے اقوال کے صدور پر کسی وبال و عذاب میں گرفتار نہیں کیے جاتے۔ اس لیے کہ نہ ان میں یارائے ضبط ہوتا ہے اور نہ اخفائے راز پر قدرت۔ اس لیے قلم شریعت ان سے اٹھ جاتا ہے، اور وہ شرعاً معذور و مجبور قرار پاتے ہیں۔

اولیائے کرام و علمائے عظام نے، بتقریبِ افہام و تسکین عوام کے لیے اس باب میں چند مثالیں بیان فرمائی ہیں۔ اگرچہ ان میں سے کوئی تشبیہ کوئی مثیل حق حقیقت سے پردہ نہیں اٹھاتی، مگر ذہن انسانی کی رہنمائی کرتی ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی جن کسی انسان کے بدن میں حلول کر جاتا ہے اور بات چیت کرے تو وہ گفتگو بظاہر انسان کی زبان سے ہوتی ہے۔ لیکن حقیقتہً کلام جن کا ہوتا ہے بلکہ اس کے ہاتھوں سے کام کرتا، اس کے پیروں سے چلتا اور اس کے منہ سے کھانا پیتا ہے

میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ایک کم عمر چھوٹی لڑکی پر کسی آسیب کا عمل ہو گیا، تو وہ دو سیر پکا پکایا تیار کھانا کھا جایا کرتی تھی۔ میں نے اس کا علاج کیا بفضلہ تعالیٰ اسے شفا ہوئی۔ تو کیا خیال ہے تمہارا، کیا وہ چند سال کی بچی، کہ ایک وقت آدھ پاؤ غذا سے زیادہ نہیں کھا سکتی دو سیر کھانا کھا...

... اسے ہضم بھی ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ خوراک وہ جن کھاتا تھا مگر اس بچی کے منہ سے کھاتا تھا اور دیکھنے والے یہی سمجھتے تھے کہ وہ بچی کھا رہی ہے۔

اللہ اللہ کسی آسیب کی قدرت کو حضرت حق عزّ وجل کی قدرت سے کیا نسبت ہو سکتی ہے ظاہر ہے کہ کوئی نہیں۔ مگر کہنا یہ ہے کہ، اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی بندہ کو اپنے کلام کا مظہر بنا دے اور اس کی زبان پر اپنا کلام جاری فرما دے تو اس کی قدرت سے کیا بعید ہے وہ آواز جو تمہارے کانوں میں آ رہی ہے کہ انا الحق یا سبحانی تو کہنے والا اس کا اللہ ہی ہو سکتا ہے اور یہ کہنا صرف اُسی کے لیے زیب ہے۔ اگرچہ تم نے یہ آواز بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اور حسین منصور کے منہ سے سنیں اس مثال سے واضح تر اور زیادہ صحیح بلکہ گویا بعینہٖ صورت واقعہ ہے، وہ آواز ہے جو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ایک درخت سے سنی کہ یا موسیٰ انی انا اللہ رب العلمین۔

یعنی یہ آواز کہ اے موسیٰ میں اللہ ہوں، تمام جہان و جہانیوں کا پروردگار، اس درخت کی آواز تھی۔ حاشا ہرگز نہیں یہ قول رب العلمین ہی نے فرمایا اگرچہ سننے میں ایک درخت سے آیا۔ اسی طرح اگر حضرت حق عزّ و جل، حلقوم انسانی سے جو بہر صورت درخت سے برتر و اشرف ہے، سخن فرمائے اور لوگ اس آواز کو حلقوم بشر سے سنیں تو کیا جائے تعجب ہے۔

گفتہ او، گفتہ اللہ بُوَد
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بُوَد

اگرچہ بظاہر اس کلام کا متکلم انسان ہے۔ لیکن درحقیقت یہ کلام اُسی متکلم کا ہے کہ انسان بمقابلۂ شجر اس صفت کلیمی (وگویائی) سے زیادہ اولویت رکھتا ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ کا کلام حقیقی و نفسی، کسی کے سننے میں نہیں آ سکتا۔ اور یہاں انسان ظاہری متکلم حقیقی کی تکلیم یعنی قوت گویائی عطا و مرحمت ہے۔ یہ کلام اپنی زبان

سے اور کیا۔ نہ یہ کہ معاذ اللہ اپنے فریب نفس میں گرفتار ہو کر خود بخود یہ دعویٰ کر
بیٹھا۔ جیسا کہ فرعون بے عون و سامان نے انا ربکم الاعلیٰ کا دعویٰ، کہ اس
ملعون نے اپنے ارادہ و اختیار سے کیا۔ اور ان لے خودی سے گزر کر یہ بات کہی بلکہ
متکلم حقیقی نے انہیں گویائی بخشی اور انہیں گویا کیا۔ کما لا یخفیٰ
وہذا یہ مقبول بارگاہ ٹھہرے، اور وہ مردود درگاہِ باری قرار دیا گیا۔

اور یہی فرق ہے کہ فرعون اور حسین منصور کے مقولہ میں کہ حسین منصور نے جو
کچھ کہا وہ اپنی خودی اور اختیار سے گزر کر کہا اور فرعون نے جو دعویٰ کیا وہ خودی
و استکبار میں ڈوب کر کیا۔ اس بات کو محفوظ کریں خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب
اولیاء اللہ پر احوال کا غلبہ ہوتا ہے اور ان میں ضبط کا یارا باقی نہیں رہتا تو
اس حال کے تقاضے کے ماتحت یہ راز ان سے فاش ہو جاتا ہے۔ اسی حال کا
نام اصطلاح صوفیاء میں سُکر ہے۔

اصل میں سُکر و صحو دو جداگانہ مقام ہیں۔ اگر تجلیات ربانی کے ورود کے
وقت سالک کا شعور برقرار رہے تو اس کا نام صحو ہے ورنہ سُکر۔ حالت سُکر
میں جو افعال سرزد ہوں وہ پایہ اعتبار سے ساقط ہیں اور اہل سُکر سے کوئی باز پرس
نہیں۔ جیسا کہ آپے سے گزر جانے والے مجنونوں کا معاملہ ہے اور نہ اس حالت
کے دوران صادر ہونے والے اقوال وثوق کے قابل اور نہ سند بنائے جانے
کے لائق۔ بلکہ اہلِ صحو پر اس کا تدارک ضروری ہے اور وہ اس کا تدارک فرماتے
ہیں۔

چنانچہ مشہور ہے کہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا
کہ حسین منصور کے زمانہ میں کوئی ایسا نہ تھا کہ ان کی دستگیری فرماتا۔ اگر میں اس
دور میں ہوتا تو ان کا ہاتھ پکڑ لیتا۔ یعنی اسی قاعدہ کے تقاضے کے ماتحت کہ اس
کا تدارک اہلِ صحو پر ضروری ہے۔ میں ان کی ایسی بے خودی میں نگہداشت فرماتا
اور اپنی باطنی قوت سے انہیں قوت ضبط عطا کرتا۔ اور یہ حالت سُکر بکثرت

...اللہ پر طاری رہی اور جو کلمات اُن سے ایسی حالت میں صادر ہوئے انہیں
...ت اور اس حالت کو شطح کہتے ہیں یعنی واصلِ حق کا حالت بے اختیاری
میں کوئی کلمہ زبان پر لانا، اور یہ وہ اقوال ہیں جن کا اعتبار نہیں۔

دارا شکوہ نے اس باب میں ایک مبسوط رسالہ لکھا اور یہ اپنے دور تک ہر
طبقے کے اولیاء اللہ کے شطحیات اس میں جمع کیے۔ جسے اور زیادہ توضیح کی ضرورت
ہو اس کتاب کو دیکھے کہنا یہ ہے کہ اس وقت کے کلمات، کلامِ حق کا ظل پرتو
ہوتے ہیں۔ پھر بعض حضرات اولیاء کرام اسی حالت میں عمر بھر مستغرق رہتے
ہیں، جیسا کہ حسین منصور قدس سرہ جبکہ بعض اولیاء کرام سے عمر کے کسی حصہ میں
یہ صادر نہیں ہوا۔ اور یہ نظم و ضبط کے حامل اور بڑے عارفین اور ان
کے پیشوا حضور سید المرسلین ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین۔
جیسا کہ خلفائے راشدین و حضرات حسنین و جمہور صحابہ کرام، اور حضور پُر نور
سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اور بعض حضرات کی حالت میں تلون اور رنگ برنگی کیفیت ہوتی ہے کبھی
ضبط نہیں ہوتا تو دیوانہ وار اپنا سر دھنتے ہیں اور جب افاقہ ہوتا ہے تو فوراً توبہ
و رجوع الی اللہ میں جلدی کرتے ہیں۔ اور یہ ایک بڑی دلیل ہے اس دعویٰ
پر کہ وہ حالتِ صحو میں اُن افعال پر راضی نہیں جو حالت سُکر میں ان سے سرزد ہوئے
اسی لیے وہ ایسے کلمات کے ظاہر معنی کی نسبت اپنی جانب پسند نہیں کرتے
ورنہ توبہ و انابت کے کیا معنی۔ مگر کریں کیا کہ وہ کلمات نہ اُن کے ارادۂ اختیار
سے اور نہ بحالِ سلامتی ہوش و حواس ان سے صادر ہوتے ہیں۔

حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے لوگوں نے عرض کیا کہ
بعض اوقات حضرت والا کے منہ سے جو ایسے کلمات سننے میں آتے ہیں، آخر اس کی
کوئی وجہ بھی تو ہوگی؟ ارشاد نے فرمایا کہ "وہ باتیں نہ بایزید نے کہی ہیں اور
نہ ہرگز ایسی باتیں وہ کہہ سکتا ہے" عرض کیا گیا کہ یہ کلمات تو حضور آپ ہی

نے ارشاد فرمائے ہیں۔ فرمایا اب اس کے بعد اگر میرے منہ سے یہ کلمات تم سنو تو میں تم پر لازم کرتا ہوں کہ مجھے خنجر سے ختم کر دینا۔

چنانچہ لوگوں نے خنجر پر صیقل کر کے اپنے پاس رکھ لیا اور وہ وقت بھی آگیا کہ حضرت پر وہ کیفیت طاری ہوئی اور آپ نے سبحانی ما اعظم شانی کہنا شروع کر دیا لوگوں نے آپ کی وصیت کے مطابق آپ پر خنجر کا وار کیا لیکن ہوا یہ کہ جس نے آپ پر وار کیا، اس خنجر نے خود اسی کے اس حصۂ جسم کو زخمی کر دیا جب کہ آپ کے جسم مبارک کو کوئی گزند نہ پہنچی۔

آپ نے فرمایا کہ میں نے کہا تھا کہ وہ کلمات بایزید نہیں کہتا۔ جسے یہ بات کہنا سزاوار ہے۔ اگر بحالت صحو اور بقائے ہوش و حواس کے عالم میں یہ کلمات زبان سے ادا کرے وہ زندیق و مرتد اور واجب القتل ہے۔ اسی بنیاد پر لوگ توحید وجودی کے قائل ہوئے ع

گر فرقِ مراتب نہ کنی زندیقی

یعنی اگر تم منازلِ تنزل پر نگاہ نہ رکھو اور توحید وجودی کا قول کرو تو یہ یقیناً الحاد و زندقہ ہے) مثلاً اگر تم زید کو اس کی موجودہ شکل و صورت اور عادات و خصائل میں بعینہٖ خدا سمجھنے لگو تو یہ توحید وجودی نہیں کہ یہ تو ممکن کو واجب الوجود ٹھہرانا ہے اور یہی زندیقیت ہے (حاشا للہ! زید اس رنگ و روپ اور شکل و صورت میں ہرگز خدا نہیں۔ ہاں ان تعینات و تشخصات سے قطع نظر کر کے دیکھا جائے تو حقیقۃً وجود اسی واحد حقیقی واجبی کا ہے باقی سب ظلال و پرتو ہیں۔ اس مقام پر نہ زید زید ہے نہ عمرو عمرو نہ خالد خالد اور نہ بکر بکر۔ وجود تو اسی ذاتِ واحد کا ہے اور موجود کا مستقل مصداق بجز خداوندی کے کوئی اور نہیں۔

اسی بنا پر کہتے ہیں کہ حقائق اشیاء ثابتہ باوجودیکہ اس کے علاوہ کوئی اور حقیقۃً موجود نہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ محض قال سے متعلق نہیں (کہ الفاظ کے ذریعہ سمجھا دیا جاتے بلکہ حال ہے، اور تاوقتیکہ اس حال کا ورود

نہ ہو کسی سالک پر نہیں ہے اسی لیے تو کہتے ہیں کہ جب تک آدمی اس مقام پر نہ پہنچ جائے۔ اس باب میں زبان نہ کھولے کہ عام عقلوں سے دور اور دماغ اور ذہن کی رسائی سے دور ہے۔ اس لیے یہ کہنا جاتا ہے کہ مسئلہ حق ہے لیکن اس کی کنہ حقیقت کا علم دیا ہوا اللہ کو ہے۔ ہم جیسوں کو ظاہری شریعت مطہرہ کا اتباع ہی راہ مستقیم ہے۔ ہاں فضل ہی شامل حال ہو اور شریعت مطہرہ کے باطن تک رسائی نصیب ہو جائے تب بھی شریعت ظاہرہ کو، ہم اس مقام پر اس طور دیکھیں کہ دوسرے لوگ بھی معذور ہیں (درحقیقت حال سے بے خبر)

میں نے یہ فائدہ یہی بتانے کو لکھا ورنہ اس کی حاجت نہ تھی۔ اس لیے کہ اس زمانہ میں ایسی توحید وجودی کے قائل بہت نظر آتے ہیں لیکن ہمیں حکم ہے کہ ہم نہ ان سے خلط ملط رہیں اور نہ ان پر اعتراضات کی بوچھاڑ کریں۔ اور وجہ اس کی ظاہر ہے مخفی نہیں۔

نور ۵۶

صوفیائے کرام نے جیسا کہ مشہور ہے، تمام عالم کو پانچ قسموں پر تقسیم فرمایا ہے۔ اول غیب مطلق کہ اعیان ثابتہ سے عبارت ہے

۲ دوم غیب مضاف قریب بہ مطلق کہ عقول و نفوس مجردہ ہیں اور یہ عالم ارواح ہے۔

۳ سوم غیب مضاف قریب بہ عالم حس۔ اور اس کا نام عالم مثال ہے۔

۴ چہارم حس مطلق کہ عالم اجسام ہے۔

۵ پنجم وہ عالم کہ ان تمام عالموں کا جامع ہے۔

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ عالم تحتانی اپنے عالم فوقانی کا بالترتیب مظہر ہے چنانچہ عالم حس، عالم مثال کا مظہر ہے۔ عالم مثال، عالم ارواح کا، اور عالم ارواح مظہر ہے اعیان ثابتہ کا، اور اعیان ثابتہ حضرت الواحدیہ اور حضرت الاحدیہ کا مظہر ہے۔ اس لیے یہ سارے عالم ایک دوسرے کے محاذات میں اور مقابل ہیں اور ایک دوسرے سے مطابقت و مناسبت رکھتے ہیں۔ صوفیائے کرام

یہ بھی فرماتے ہیں کہ عالم مثال برزخ ہے عالم ارواح اور عالم اجسام کے مابین اور
اس عالم کی تمام صورتوں پر مشتمل ہے، اور چونکہ یہ محسوس و مقداری ہے لہٰذا عالم
اجسام سے مشابہت رکھتا ہے اور اپنی نورانیت و لطافت کی حیثیت سے عالم
ارواح سے مناسبت رکھتا ہے۔ اور موسوم ہے بعض حقیقی و خیال منفصل سے، کہ
اس میں اس کے نقوش ہیں۔ چنانچہ شرح فصوص الحکم میں ہے کہ حکماء کی اصطلاح
عالم مثال، نفوس کی منقوش صورتوں کو کہتے ہیں گویا کہ درحقیقت اس عالم کا خیال
و نقش ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

لہٰذا صوفیائے کرام اس عالم کے ثبات اور اس کے اوصاف و احکام میں
اشراقیہ سے متفق ہیں، البتہ اس بات میں اختلاف کرتے ہیں کہ بدن سے جدائی کے
بعد روح کا "مستقر" کون سا ہے؟ اشراقیہ وغیرہم نے اسی عالم کو روح کا "مستقر" فرمایا
ہے جبکہ صوفیہ اس کے غیر کو مستقر روح کہتے ہیں۔ چنانچہ شیخ اکبر قدس سرہٗ اما طہ
نے فتوحات کے تین سو اکیسویں (۳۲۱) باب میں اسے بیان فرمایا ہے اور بقدر ضرورت
ہم اس کا کچھ ذکر عالم برزخ کے ذکر میں کر چکے ہیں، اسے دیکھ لیں۔

نور ۵۷: فقیر کے مخصوصین میں سے ایک ذکی فہیم اور صوفی منش نے، رحمت
حق اور اس بیان میں کہ ذات احدیت تمام عالم کو محیط ہے ایک
تقریر فرمائی ہے، میں اس خیال سے کہ شاید بعض ناظرین کے حال و مقام سے
مطابق ہو نیز ان کی ایک یادگار قائم رہے اسے پیش کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ہمیں اور
انہیں بخشے، وہ فرماتے ہیں کہ:

"اللہ تعالیٰ دونوں جہاں میں تمہاری دستگیری فرمائے، یاد رکھو کہ تمام مفہومات
میں سے کوئی مفہوم ایسا نہیں جو تمام مفہومات کو محیط ہو بجز مفہوم موجود کے کہ یہ
تمام مفہومات پر فائق و حاوی ہے، تمام اشیاء موجود ہیں، لیکن اس لفظ موجود کا
مصداق عند التحقیق ذات باری تبارک و تعالیٰ کے سوا کوئی اور نہیں۔ جیسا کہ بیان ہوگا
تو اس کی ذات ہی تمام اشیاء کو محیط ہے

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موجود جنس عالی ہے جس کے تحت دوسری
اجناس ہیں مثلاً جوہر و عرض، اور یہ دونوں تمام عالم کو محیط ہیں اور "موجود" ان دونوں
کو محیط ہے، اس طرح کہ جب ہم موجود کو فی الموضوع اور لا فی الموضوع کی قید سے مقید
کرتے ہیں تو اس سے عرض و جوہر پیدا ہوتے ہیں، اس لیے کہ عرض اس موجود کو
کہتے ہیں کہ فی الموضوع ہو، اور جوہر اس موجود کو کہتے ہیں جو "فی موضوع" نہ ہو اسی
طرح جب ہم کسی جوہر کو تعینات سے متعین کر دیں تو اس سے جواہر کی اجناس و انواع
ظہور پاتی ہیں۔ اور جب عرض کو ان قیود سے مقید کریں تو اعراض کی انواع مختلفہ بھی
ظہور میں آتی ہیں۔

پھر حکماء کہتے ہیں کہ جوہر دو حال سے خالی نہیں، کسی مادہ سے مقرون ہے یا مجرد
پھر مجرد، مادہ سے متعلق ہے یا غیر متعلق۔ اگر مادہ سے غیر متعلق ہے تو اسے عقل و ملک
کہتے ہیں اور مادہ سے متعلق ہے تو اسے روح النفس کہا جاتا ہے۔

اور وہ جوہر جو کسی مادہ سے مقارن و مقرون ہے اور ابعاد ثلاثہ طول عرض عمق کا
قابل ہے تو اسے جسم کہتے ہیں، اب جسم، اگر قوت مؤثرکت اور نامی ہے تو اسے نبات
کہتے ہیں اور یہ جسم نامی حساس و متحرک بالارادہ ہو تو اسے حیوان کہتے ہیں اور ان وصف
کے ساتھ اگر وہ ناطق ہو تو اسے انسان کہا جاتا ہے، یونہی حیوانات میں اگر کوئی حیوان
ناہق یا صاہل ہے تو اسے گدھا اور گھوڑا کہتے ہیں وعلیٰ ہذا القیاس،

تو حیوان، تمام حیوانات کو اپنے احاطہ میں لیے ہوئے ہے، خواہ وہ انسان ہو
یا گھوڑا وغیرہ۔ اور جسم نامی تمام نباتات و حیوانات کی انواع کو محیط ہے اور جسم مطلق،
تمام جمادات، نباتات اور حیوانات کو محیط ہے اور جوہر محیط ہے تمام عقول و نفوس اور
اجسام کو، اور جس طرح جوہر محیط ہے عالم کے تمام جواہر کو، اسی طرح عرض محیط ہے عالم
کے تمام اعراض یعنی رنگ و شکل و ہیئت و کیفیت اور اوضاع وغیرہا کو اور جس
طرح موجود مطلق تمام موجودات کو خواہ جواہر ہوں یا اعراض محیط ہے اور موجود
حقیقی ذات ہے حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی، تو بس وہی ہر شے کو محیط ہے اور وہی ہر شے

کا حکم رکھتا ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ مصداق موجودات کا حقیقۃً صرف واجب تعالیٰ ہے باقی مجازاً موجود ہیں، تو اس کی تقریر یوں ہے کہ موجود باصطلاحات عقلیہ تین معنی کا متحمل ہے۔

اول وہ موجود کہ اس کا وجود عین ذات ہو۔

دوم وہ موجود کہ اس کا وجود، غیر ذات اور زائد بر ذات ہو، لیکن بمقتضائے لازم ذات ہو، ذات سے منفک و منفصل نہ ہو۔

سوم وہ موجود کہ اس کا وجود غیر ذات ہے اور مقتضائے ذات بھی نہیں بلکہ کسی غیر سے فیضان وجود پاتا ہے۔

اور ظاہر ہے کہ موجود بمعنی سوم ناقص تر در موجودات شدنست ادنیٰ تر ہے جبکہ دوم متوسط ہے اور اول سب سے اعلیٰ و اولیٰ و اشرف اور سزاوار ہے اس کا کہ اس کی نسبت "ذات واجب الوجود" کہا جائے لہذا ثابت ہوا کہ واجب الوجود کو اسی معنی کے اعتبار سے موجود کہتے ہیں یعنی وہ موجود کہ اس کا وجود عین ذات ہے باقی تمام موجودات اسی کے فیض سے موجود، بلکہ وجود صرف اسی کا ہے اس لیے کہ اس کی ذات مقدس تمام نقائص و عیوب سے مبرّا و منزّہ ہے۔ جو کہ معنی ثانی میں زیادت و غیریت موجود ہے تو اس معنی کو اختیار کرنے اور اس کا مصداق ذات باری تعالیٰ کو ٹھہرانے سے یہ لازم آتی ہے کہ ذات اپنے مرتبہ ذات میں وجود سے معرا ہو اور غیر سے کمال پائے۔ اور یہ دونوں نقصانات ہیں جن سے ذات باری کی تنزیہہ و تقدیس لازم۔ تعالی اللہ

اور جب اس معنی ثانی کی ذات واجب الوجود میں گنجائش نہیں تو معنی سوم کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا لامحالہ موجود کے معنی اول ہی اس ذات پاک کے لیے سزاوار ہیں اور اس کا مصداق واجب سبحانہ و تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی اور نہیں۔

یہ تقریر ہے اطلاق سے تقیید کی طرف اور واجب سے ممکن کی طرف نزول

اور تقریر عروجی سننا ہو تو یہی تقریر معمولی تبدیل و تغییر سے تقریر عروج سے بدل
...تی ہے بایں طور کہ اگر انسان کو قید ناطق سے معرا کر دو تو وہ حیوان باقی رہتا ہے
...ن کو حساس اور متحرک بالارادہ ہونے سے بری کر کے دیکھو تو وہ جسم نامی رہ
...ا ہے اور اگر جسم نامی سے نامی کی قید ہٹا دو تو وہ جسم مطلق باقی رہ جاتا ہے۔
...بتقیاس جسم سے ابعاد ثلثہ کی قابلیت کی قید اڑا دو تو وہ جوہر مطلق رہ جاتا
...ے اور جوہر سے "لافی موضوع" کی قید ہٹا دو تو موجود باقی رہتا ہے۔ اور وہ اللہ ہے
...ہی باقی ہے اور باقی فانی۔ اور اس کی ذات کریم کے علاوہ سب کو فنا

نور ۵۸: قلوبُ الابرارِ قبورُ الاسرارِ ابرار کے قلوب اسرار و رموز کی قبور ہیں۔

نور ۵۹: حضرت سیدنا جنید بغدادی قدس سرہ العزیز سے دریافت کیا گیا کہ حضرت اس کا سبب کیا ہے کہ ایک پُرسکون و باوقار شخص جانک...ی آواز سنتا اور اس کے سنتے ہی مضطرب و بے قرار ہو جاتا ہے اور ایسی حرکتیں کرنے لگتا ہے جو اس کو زیب نہیں دیتی ہیں؟

...ارشاد فرمایا کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے بروز ازل آدم علیہ السلام کی ذریت سے خطاب فرمایا ...کہ الستُ بربکم۔ اسی خطاب کی شیرینی اور حلاوت کبھی کبھی اسے یاد آ جاتی کہ اس کے ذوق و شوق سے ایسی حرکتیں کرنے لگتا ہے۔ ؎

الستُ از ازل ہم چناں شاں بگوش
بفریاد قالُوا بلیٰ در خروش

الستُ بربکم کی آواز ازل سے ابھی اسی شان عظمت کے ساتھ کانوں میں گونج رہی ہے اور قالوا بلیٰ کی فریاد کا غوغا بھی مسلسل برپا ہے

...ور اسی باب سے یہ نکتہ بھی واضح ہو گیا جو لوگوں نے کہا ہے کہ اچھی صورت ...سامع کے دل میں کوئی نئی بات پیدا نہیں کرتی بلکہ جو کچھ دل میں ہوتا ہے اسی کو جنبش ...دیتی ہے حضرت سیدنا سید غوث اعظم قدس سرہ کا ارشاد گرامی ہے۔

رأیتُ الأرواحَ کلّها یرقصون فی قوالبهم بعد قولهِ الستُ بربکم۔ (میں نے دیکھا کہ الست بربکم کے سنتے ہی تمام ارواح اپنے قالبوں میں وجد کرنے لگیں)

یہی وجہ ہے کہ سماع سے ذی روح انسان کو وجد معلوم دیتا ہے۔ بلکہ بعض دوسرے جاندار بھی اس کی لذت سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ تاکہ دم صورت انسان سیرت چوپایوں کی مانند بلکہ ان سے بھی ابتر ہیں، ان کے لیے غیرت و عبرت کا تازیانہ ہو۔ اور ہدایت دینا دست قدرت میں ہے۔

نور ۶۰: ولی و ولایت کے بارے میں بنیادی قول یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ولایت 'ولاء' سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں قرب۔ اسی ولایت کی دو قسمیں ہیں ولایت عامہ اور ولایت خاصہ۔ ولایت عامہ تمام اہل ایمان کے مابین مشترک ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے: اللہ ولی الذین آمنوا

اور ولایت خاصہ ارباب سلوک میں سے واصلانِ حق کے ساتھ مخصوص ہے اور اس کے معنی ہیں فناءُ العبد فی الحق وبقاءہٗ بہٖ (بندہ کا حق میں فانی اور حق سے باقی رہنا ہے) اور فناء کے معنی ہیں سیر الی اللہ کی انتہا اور بقاء سے مراد ہے سیر فی اللہ کی ابتدا۔ اس لیے سیر الی اللہ اس وقت منتہی ہوتی ہے کہ سالک صحرائے وجود کو قدم صدق سے یکبارگی طے کر جائے۔ اور سیر فی اللہ کا تحقق اس وقت ہوتا ہے کہ فناء مطلق کے بعد بندہ کا وجود اور اس کی ذات حدوث کی آلائش سے پاک صاف ہو جائے، تاکہ اس کی بدولت اوصاف الٰہی سے اتصاف اور اخلاق ربانی سے متخلق ہونے کے عالم میں ترقی پائے۔ یہ مضمون نفحات الانس سے ماخوذ ہے۔

نور ۶۱: اسی نفحات سے ہم نقل کرتے ہیں صوفی، متصوف اور ملامتی فقیہ کے بارے میں کچھ قول اور یہ کہ ان میں باہمی فرق کیا ہے جبکہ یہی مضمون عوارف کے باب سوم فصل دہم میں مذکور ہے۔

جاننا چاہیے کہ بنی آدم کے طبقات کے مراتب اُن کے درجات میں تفاوت کی بنیاد پر تین قسم ہیں۔ قسم اول کاملین و واصلین باللہ اور یہ سب سے بلند طبقہ ہے۔
قسم دوم، سالکانِ طریقِ کمال۔ اور یہ درمیانی طبقہ ہے
قسم سوم، نقصان کے نشیب میں اقامت اختیار کرنے والا طبقہ۔ اور یہ سب سے پست ہے۔ واصلانِ حق وہ مقربانِ بارگاہ ہیں جو سب پر سابق ہیں۔ اور سالکان، نیکوکار اور اصحابِ یمین (داہنے بازو والے) ہیں اور قسم سوم سے تعلق رکھنے والے بدکار اصحابِ شمال یعنی بائیں والے۔

اور اہل وصول انبیائے کرام علیہم صلوات الرحمٰن، دو گروہ ہیں۔

اول مشائخ صوفیہ۔ اور یہ وہ حضرات ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کامل اتباع و پیروی میں یہ مرتبہ وصول پایا، اور پھر تنزل و رجوع کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی متابعت اور ان کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہو کر خلقِ خدا کی دعوت الی اللہ پر ماذون و مامور ہوئے۔ یہ گروہ ہر جہت سے کامل و مکمل ہے کہ اسی فیوض و عنایات نے نہیں اس وقت جبکہ وہ ماہی فنا کے شکم میں چشمۂ جمع اور توحید کی گہرائیوں میں مستغرق تھے، ساحلِ تفرقہ اور میدانِ بقا تک سلامتی اور عنایت سے خلاص کے ساتھ پہنچایا، تاکہ یہ مخلوقِ خدا کی نجات و درجات کی جانب رہنمائی فرمائیں۔

اور دوسرا گروہ اہل وصول کی وہ جماعت ہے جو وصول کے درجۂ کمال تک پہنچی تو انہیں مخلوق کی طرف رجوع اور ان کی تکمیل کے حوالہ نہ کیا گیا بلکہ یہ حضرات بحرِ جمع میں غرق ہو کر ماہی فنا کے شکم میں ایسے ناپید اور گم گشتہ وجود ہو گئے کہ ان کے متعلق ہرگز کوئی خبر و اثر ساحلِ تفرقہ اور گوشۂ بقا تک نہیں پہنچ پائی۔ یہ لوگ غیرت کے قبوں میں بسنے والی جماعت کی زمرہ میں پردہ دیئے گئے اور ولایت کے رہنے والوں میں گھل مل گئے اور کمالِ وصول ولایت تک رسائی کے بعد پھر دوسروں کی تکمیل کا کام انہیں نہ سونپا گیا۔

نور ۶۲: حضرت سید شاہ حمزہ قدس سرہ العزیز کی بیاض خاص ملکیت کی

جلد دوم کے آغاز میں ذکر کیا گیا ہے کہ ولایت چار قسم پر ہے:

١۔ باطن نبوت کی ولایت مطلقہ۔

٢۔ ہر نبی کی ولایت مقیدہ۔

٣۔ ہر نبی کی ولایت مطلقہ۔

یہی ولایت مطلقہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ذات اقدس میں وہ چشمہ فیضان ہے جس سے انبیائے کرام اقتباس ولایت فرماتے ہیں اور دیگر انبیائے کرام کی ذوات مقدسہ میں اولیائے کرام کے اقتباس ولایت کے لیے طاقچہ انوار ہے۔

٤۔ ولایت مطلقہ عام کہ نبوت سے مخصوص نہیں۔

ان میں سے ہر ولایت کا ایک خاتم ہے چنانچہ قسم اول کے خاتم حضرت علی مرتضیٰ ہیں کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم۔ اور ولایت مقیدہ محمدیہ کے خاتم حضرت شیخ ابن عربی ہیں قدس سرہ العزیز چنانچہ اکثر اولیائے کاملین نے اس کی تصدیق کی ہے۔ البتہ بعض غالی قسم کے فقہاء و صوفیاء نے حضرت کی طرف کفر و ضلال کی نسبت میں بڑے مبالغہ سے کام لیا ہے ایسے لوگوں کا علاج اور چارہ کار صرف ایک ہے یعنی ان کی غیر موجودگی میں انہیں فراموش کرنا اور موجودگی میں خاموش رہنا۔

با مدعی بہ گوئید اسرار عشق و مستی
تا بے خبر بمیرد، در درد خود پرستی

اور بعض صوفیائے کرام کا ارشاد ہے کہ ولایت مطلقہ محمدیہ کے خاتم امام مہدی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسل پاک سے ہوں گے۔

اور ولایت عامہ کے خاتم حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور شیخ ابن عربی سے منقول ہے کہ ولایت عامہ کی ابتداء بھی ہے اور انتہا بھی۔ اس کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی اور انتہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر۔

نور ٦٣ :۔ اقسام اولیاء ... کی تعداد ... میں سرفہرست چار ہزار اولیائے کرام

... دوسروں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہیں بلکہ ایک دوسرے کی نظروں میں غیر ... بلکہ خود اپنے احوال سے بے خبر۔ بلکہ تمام حالات میں خود اپنی نگاہوں اور ... کی نظروں سے مستور و در پردہ۔

البتہ اولیائے کرام میں جو حضرات اہل حل و عقد درگاہ حق جل مجدہ کی بارگاہ میں ... کے سرتاج ہیں۔ ان کی تعداد تین سو ہے جنہیں اخیار کہا جاتا ہے۔ انہیں ... کرام میں چالیس اور ہیں جنہیں ابدال کہتے ہیں۔ ان کے علاوہ سات اولیائے ... جنہیں ابرار کہتے ہیں، چار وہ ہیں جنہیں اوتاد کہا جاتا ہے اور تین وہ ہیں جنہیں ... کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور ایک وہ ہیں جنہیں قطب و غوث کہتے ہیں۔ ... تمامی حضرات ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اور انتظامی امور میں ایک دوسرے ... احتیاج رکھتے ہیں جبکہ کتاب فتوحات مکیہ کے مصنف نے اسی کتاب کی ... فصل کے ایک سو انسٹھویں باب میں ان سات اولیائے کرام کو جنہیں ہم ... ابدال کا نام دیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام روئے ... سات اقلیم پر تقسیم فرمایا ہے اور اپنے بندوں میں سے سات بندوں کو منتخب ... انہیں ابدال کا نام عنایت فرمایا ہے ان سات میں سے ہر بندہ برگزیدہ کو ان ... میں سے ہر اقلیم پر مقرر فرمایا ہے۔

... مصنف نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میں نے حرم مکہ مکرمہ میں ان سب سے ... کی۔ ان کی خدمت میں سلام عرض کیا انہوں نے جواب سلام دیا اور ہم نے ... گفتگو کا شرف پایا میں شکل و صورت میں ان سے زیادہ حسین اور ذکر حق میں ... سے زیادہ مصروف کوئی اور نہ پایا اور فرمایا کہ میں نے ان جیسا کوئی اور نہ دیکھا۔ ... میں ایک شخص۔

نور ٦٤ :۔ خرق عادات یعنی محالات عادیہ کو اولیائے کرام سے صادر ہوتے ہیں انہیں اصطلاحاً کرامات کہا جاتا ہے۔ اشاعرہ، کرامات اولیاء ... قائل ہیں اور معتزلہ (کہ اہل سنت و جماعت کا مخالف، بدمذہبوں کا ایک گروہ

تھی جو اس زمانہ اس نام سے ناپید ہے اس کے منکر ہیں۔ البتہ ان معتزلہ میں سے ابوالحسن بصری، اشاعرہ کی موافقت میں ہے۔

صوفیائے کرام کہتے ہیں کہ زمانہ آئندہ کی خبریں دینا، زمین و زمان کو ایک دم در ایک آن میں طے کر جانا، اور اسی قسم کے دوسرے امور فرشتوں اور جنوں کے خواص سے ہیں اگر اولیائے کاملین سے ان کا صدور ہو تو اُن کی اعانت سے ہوگا البتہ جنوں کو دل کی پوشیدہ باتوں پر اطلاع نہیں۔ ورملک و ملکوت میں ان کے تصرفات کا جاری ہونا، مُردوں کو زندہ کرنا، زندوں کو موت سے ہمکنار کرنا، قیدی کو قید سے رہائی دینا اور ایسے ہی دوسرے امور کا تعلق عالم برزخ سے ہے۔ اور مرید کو عالم ملکوت میں داخل کرنا، مرتبہ لاہیۃ کے خواص سے ہے اور یہ فیضان ہی اولیاء اللہ میں اس کی قدرت کے مظاہر ا

ابو عمر دمشقی کا قول ہے کہ انبیائے کرام پر اپنے دعویٰ نبوت کی تائید میں معجزات کا اظہار فرض ہے جبکہ اولیاء اللہ پر اپنی کرامات کا پوشیدہ رکھنا ضروری بلکہ بعض بزرگانِ دین کا ارشاد ہے کہ "کرامت حیض مرداں است" (یعنی جس طرح عورتیں اپنے ایام حیض کا اظہار پسند نہیں کرتیں، یونہی اولیاء اللہ کو بلا ضرورت شرعیہ اپنی کرامتوں کو ظاہر کرنا غیر پسندیدہ فعل ہے)

حضرت خواجہ عبداللہ انصاری فرماتے ہیں کہ اگر تو مکھی کی طرح ہوا میں اڑ سکتا ہے اور پانی کی سطح پر تنکے کی مانند تیر سکتا ہے تب بھی کچھ نہیں اگر کچھ بننا ہے تو دل قابو میں رکھ۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ سے لوگوں نے اظہار کرامت کا مطالبہ کیا ارشاد فرمایا اس سے بڑھ کر اور کیا کرامت ہوگی کہ گناہوں کا انبار اٹھائے زمین پر چل پھر رہا ہوں اور زمین میں نہیں دھنسایا گیا۔ ابوالقاسم سمرقندی قدس سرہ ایک مجمع میں نشست رکھتے تھے کہ ایک بزرگ آپ کی زیارت کو آئے اور آپ کو ...
... حوض کے پانی پر بچھ کر نماز میں مصروف ہوگئے، فارغ ہوتے ...

قاسم نے فرمایا کہ برادر عزیز، یہ تو بچوں کا کھیل ہے جو وہ کھیلتے رہتے ہیں، مرد خدا تو وہ ہے کہ مخلوق میں رہتے ہوئے اپنا دل حق تعالیٰ سے مشغول رکھے۔

حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر سے کچھ لوگوں نے عرض کیا کہ فلاں صاحب پانی پر چلتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کون سا مشکل کام ہے۔ مینڈک اور مرغابی اور ایک ننھا سا پرند ... بھی پانی پر چل لیتے ہیں۔ لوگوں نے کہا، وہ ہوا میں اڑ بھی سکتے ہیں۔ ارشاد ... چیل اور مکھی بھی ہوا میں اڑتے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ وہ آن کی آن میں ایک شہر سے دوسرے شہر میں پہنچ جاتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ شیطان تو ایک سانس میں مشرق سے مغرب میں پہنچ جاتا ہے۔ بہرحال ان کی کوئی وقعت نہیں۔ مرد حق وہ ہے جو خلقت میں اُٹھے بیٹھے، ان سے لین دین کرے، بلکہ خانہ میں مصروف رہے اور خلق خدا سے میل جول رکھے۔ اور اپنے خدا سے ہر لحظہ بھی غافل نہ رہے۔"

میں نے یہ مضمون اپنے جدِ اکرم و مرشد برحق سے سُنا اگرچہ الفاظ جداگانہ تھے۔

بعض صوفیائے کرام نے فرمایا کہ تمام کرامتوں میں بڑی شان و عظمت والی کرامت یہ ہے کہ بندہ اپنی خلوتوں اور جلوتوں میں بندگی کی لذتیں پاتا رہے۔ اور انہیں کرامتوں میں سے ایک کرامت یہ بھی ہے کہ ہر حال میں انفاس مع اللہ اور رضا من اللہ کی مراعات کرے اور کوئی سانس ذکر الٰہی سے غفلت میں نہ گزارے اور ... آن راضی برضا رہے۔

سبحان اللہ! جسے اس کلام کی حلاوت اور اس مقام و مراد کی لذت معلوم اور کبھی حاصل ہو وہی جان سکتے ہیں کہ یہ سخن کس قدر عالی مرتبہ ہے۔

نور ۶۵

میرے عزیز! ولایت "ولی" سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں قربت و نزدیکی کے۔ اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ ولایت عامہ جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا اللہ ولی الذین آمنوا (آیہ) اور خاصہ اور اس کے معنی ہیں ... فی الحق و بقاء بہ۔ یعنی بندہ فانی فی اللہ، باقی باللہ بن جانا، اس اعتبار سے ولی وہ ہے جو حق میں فانی، حق سے باقی ہو۔

اور فنا کے معنی ہیں سیر الی اللہ کی انتہا جبکہ بقا سے مراد ہے سیر فی اللہ کی ابتدا
اور صوفی حضرات کہتے ہیں کہ ولی وہ ہے جو اپنے احوال سے فانی اور مشاہدۂ حق میں باقی
ہو، نہ اُسے اپنے حال کی خبر ہے اور نہ غیر اللہ سے اُسے قرار نصیب ہو (نفحات الانس)۔

نور ۶۶: حضرت شیخ فرید الدین عطار قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اولیاء اللہ میں ایک گروہ ایسا ہے جسے مشائخ طریقت اور کبرائے حقیقت "اویسیہ" فرماتے ہیں، اس گروہ کو بظاہر کسی پیر کی احتیاج نہیں ہوتی اس لیے کہ یہ حضرات حضرت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آغوش تربیت میں پرورش پاتے ہیں، درمیان میں کوئی اور واسطہ نہیں ہوتا جیسا کہ حضرت اویس قرنی کو یہ مرتبہ عظیم حاصل نصیب تھا، یہ مقام نہ ہر ایک کو نصیب ہوتا ہے اور نہ دولت ہر ایک کے نصیبے میں آتی ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ، اسی طرح اولیائے امت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی متابعت میں، بعض وہ حضرات بھی ہوئے ہیں جو بعض طالبان حق کی اپنی روحانیت سے تربیت فرماتے ہیں، اور ان کے درمیان بھی بظاہر کوئی پیر نہیں ہوتا یہ جماعت بھی حقیقتاً اویسیہ ہے۔ اور بکثرت وہ اولیائے کرام بھی ہیں جنہیں راہ سلوک میں قدم رکھتے ہی یہ مقام و مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے چنانچہ حضرت شیخ بزرگوار شیخ ابوالقاسم گرگانی طوسی جن سے مشائخ کرام نجم الدین کبری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا سلسلہ متصل ہے اور وہ جناب ابو سعید ابوالخیر اور ابوالحسن خرقانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حلقے سے متعلق ہیں۔ ابتدا سے سلوک میں آپ کا ذکر علی الدوام اویس اویس تھا۔

نور ۶۷: جاننا چاہیے کہ تمامی اولیائے کرام اگرچہ بحیثیت ولایت سب بلحاظ ولایت یکساں ہیں جیسا کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام مرتبۂ نبوت میں برابر ہیں کہ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ لیکن بہ حیثیت تفضیل کے بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے اور چند انواع و اقسام پر منقسم ہیں۔ جس پر قرآن شاہد ہے کہ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ط یونہی اولیائے کرام بہ حیثیت تفضیل چند

اقسام ہیں۔ اور ہر گروہ کا مشرب و مذہب اُسی کے ساتھ مخصوص ہے یہی وجہ ہے کہ اولیائے کرام کے ہر طبقہ کو ایک جداگانہ نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان میں بعض اولیائے کرام کہلاتے ہیں، بعض متصوفہ یعنی صوفی نما، بعض ملامتیہ، بعض اُدبیہ بعض فقراء اور بعض قلندر، کسی گروہ کو ابدال، کسی کو بطال (یعنی دلیر و شجاع) کسی کو اوتاد اور کسی کو زہاد وغیرہ ذالک۔ مثلاً اولیائے عشرہ، بدماء، اربعین ہم، اولیائے سبعہ، فرد، عرش، نقباء، نجباء، عمدہ، اقطاب اور قطب الاقطاب لیکن تمام اولیائے کرام اپنی نسبتوں میں اختلاف اور اپنے اپنے فرقوں میں انقسام و افتراق کے باوجود ایک ہی رسی میں بندھے ہوئے اور ایک ہی بندش سے متعلق ہیں۔

> ہر نبی و ہر ولی را مسلکیست
>
> لیک تا حق میرود جملہ یکیست

ہر نبی و ولی کا اگرچہ مسلک جداگانہ ہے لیکن سب حق تک پہنچاتے ہیں، اس لیے سب ایک ہی ہیں۔

چوتھا لمعہ (تابش ۴)

سلوک کے بیان میں

نور ۱ — ۱۔ اللہ تعالیٰ تمہیں دونوں جہاں میں توفیق خیر دے تمہیں یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ جب طالب حق راہ سلوک کے بیان میں قدم رکھے اور وصال حق کا خواہش مند ہو تو اسے چاہیے کہ رسالہ "**عمل و معمول**" مؤلفہ سید محمد کالپوی رحمۃ اللہ علیہ پر عمل پیرا ہو کر بہتریوں کے لیے بڑا مفید اور اصول منقولہ ... کافی ہے۔ ہم اس رسالہ کو بعینہٖ یہاں نقل کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد و صلوٰۃ بے حد و بے نہایت کے بعد برادران دینی کے لیے یہ ایک [illegible] ہے کہ سلف صالحین کے عقائد سے تصحیح و تطبیق کے بعد کہ بہشت و دوزخ ثواب عذاب، حور و قصور اور وہ تمام امور جو قرآن کریم اور احادیث نبویہ علیہ التحیۃ والثنا سے مستفاد ہیں اور صوفیہ صافیہ بھی ان میں علمائے شریعت ظاہرہ کے مخالف نہیں سب حق ہیں اس لئے کو چاہیے کہ ہمیشہ باوضو رہیں کسی [illegible] کسی وقت میں اسے نہ چھوڑیں اور کوئی گھڑی بے وضو نہ گزرنے دیں۔

۲۔ ہر وضو کے بعد اعضاء خشک ہونے سے پہلے، دو رکعت نماز تحیۃ الوضو کا پڑھنا اپنے اوپر لازم جانیں کہ مشائخ کرام کے نزدیک اس کی بڑی اہمیت ہے اور اس کا نتیجہ بڑا قوی۔

۳۔ کھانا بے وضو نہ کھائیں۔

[illegible] کھانے سے فارغ ہو کر دو رکعت تحیۃ الطعام ادا کرتے رہیں۔ یہی اس [illegible] بے بضاعت کا عمل جاری ہے۔

۵۔ کھانے سے فراغت پاتے ہی یہ دعا پڑھیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ ھٰذَا الطَّعَامَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ رَزَقَنِیْہِ ھٰذَا [illegible] مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ وَّلَا قُوَّۃٍ مِّنِّیْ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ وَسَقَانِیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔

(تمام حمد اللہ کے لیے جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا، تمام حمد اللہ کے لیے جس نے یہ کھانا روزی کیا، جبکہ مجھ میں نہ اتنی توانائی ہے نہ قوت۔ تمام حمد اللہ کے لیے جس نے مجھے کھلایا پلایا اور مجھے مسلمانوں میں بنایا۔)

حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جو شخص کھانے سے فراغت پا کر یہ دعا پڑھے اس سے کھانے کا حساب نہ لیا جائے۔

۶۔ اس کے بعد سات مرتبہ سورۂ لِاِیْلٰفِ قُرَیْش پڑھے۔

۷۔ رات کے آخری حصہ میں اٹھے اور نماز تہجد کی بارہ رکعتیں چھ سلام سے ادا کرے، ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص یعنی سورۂ قل ہو اللہ تین بار پڑھے۔ اور ہرگز ہرگز یہ بات روا نہ رکھے کہ یہ نماز قضا ہو جائے کہ اس نماز میں بڑی تاثیریں اور عجیب فائدے ہیں۔

۸۔ نماز سے پہلے بیدار ہو کر یہ اشعار پڑھے۔ (اگر اچھا یاد ہو پڑھ سکے)

در دلم فگن کہ پشیماں شوم
بر رہ ہم [illegible] کہ مسلماں شوم

(الٰہی مجھے اپنی حالت پر پشیمانی کی توفیق دے، اور مجھے ایسے راستہ پر چلا کہ میں مسلمان رہوں)

اے کس ما بے کسی ما ببیں!
قافلہ [illegible]

(اے ہمارے ... ہماری بے کسی کو دیکھ کر قافلہ رو نہ سوچا [illegible] ہماری واپسی کیونکر ہوگی)

رزقِ ما از عالمِ غیبی رساں
وز طمع ہم چو خودم وارہاں

عالمِ غیب سے ہمیں روزی نصیب کر اور حرص و طمع سے مجھے رہائی نصیب فرما۔

با روی تو ز سبزہ و گلزار فارغیم
با چشمِ تو ز بادۂ خمّار فارغیم

تیرے دیدار نے ہمیں سبزہ و گلزار سے بے نیاز اور تیری چشمِ کرم نے ہمیں شراب و شراب فروش سے فارغ کر دیا۔

خانہ گرو نہادہ و در کوئے تو مقیم
دکان خراب کردہ و از کار فارغیم

(اپنا گھر بار بیچ کر تیری راہ میں اقامت پذیر ہیں اور اپنی دکان لٹا کر ہر کام سے فراغت پائے ہوئے ہیں۔

رختے کہ داشتیم بہ یغما ببرد عشق
از سود و از زیان دو بازار فارغیم

ہمارے پاس جو ساز و سامان تھا اُسے عشق نے لوٹ لیا اور اب ہم ہر نفع و نقصان کے بازار سے بے نیاز ہیں۔

بر رفت و برگذشت سر ما ز آسمان
از ذوقِ عشق از سرود ستار فارغیم

آسمان کی بلندیوں سے ہمارا سر اور بلندیوں پر پہنچا کہ اب ذوقِ عشق میں ہمیں سرود و ستار کی پرواہ نہیں۔

گرچہ من سر بسر گنہ کردم
نامۂ عمر خود سیہ کردم

میں اگرچہ سر تا پا گناہوں میں مصروف رہا اور اپنی ساری عمر کا نامۂ اعمال سیاہ کر چکا

تو بریں نامۂ سیاہ مبیں
کرمِ خویش بیں گناہ مبیں

مگر اے رحمن و رحیم! تو میرا نامۂ سیاہ نہ پرکھ، اپنے کرم پر نظر فرما، میری سیاہ کاریوں کو نہ دیکھ

یا رب بہ [illegible] ز حرماں چہ شود
[illegible] رہے بہ ہم بکوئے عرفاں چہ شود

میرے پروردگار! اگر تو مجھے محرومی سے رہائی بخشے، اور مجھے راہِ عرفاں پر چلنا نصیب کرے تو اس میں تیرا کیا نقصان ہے

بس گبر کہ از کفر مسلماں کردی
یک گبر دگر گر مسلماں شود

تو نے اپنے فضل سے بہت سے آتش پرستوں کو سلام بخشا۔ اگر مجھ جیسے [illegible] کو راہِ راست اسلام پر چلائے تو اس میں تیرا کیا حرج ہے۔

یا رب دلِ پاک و جانِ آگاہم دہ
آہِ شب و گریۂ سحرگاہم دہ

اے میرے رب مجھے پاکیزہ دل، حق آگاہ روح دے اور [illegible] وقتِ سحر کا گریہ عطا فرما۔

در راہِ خود اول ز خودی بیخود کن
وانگاہ ز بیخودی بخود راہم دہ

اپنی راہ میں پہلے مجھے خودی سے نکال کر بے خودی عطا کر پھر بے خودی سے اپنی بارگاہ کی طرف رہنمائی فرما۔

بر عملِ خویش ندارم امید
بر کرمِ تست مرا اعتماد

مجھے اپنے عمل پر کوئی بھروسہ نہیں بلکہ جو کچھ ہے وہ تیرے کرم پر اعتماد ہے

چارۂ من ساز کہ بے چارہ ام — گر تو نسازی بکہ رو آورم

(میری چارہ سازی فرما کہ میں بندۂ ناچار ہوں۔ اور اگر تو نے میری دستگیری نہ فرمائی تو میں کس کا منہ تکوں)

جز در تو قبلہ نخواہم ساخت — گر ننوازی تو، کہ خواہد نواخت

(میں تیرے گھر کے سوا کوئی اور قبلہ نہ بناؤں گا اور اگر تو نے مجھے نہ نوازا تو پھر کون میری دستگیری کرے گا)

یک ذرہ عنایت تو اے بندہ نواز — بہتر ز ہزار سال تسبیح و نماز

(تیرے فضل و عنایت کا ایک ذرہ، اے میرے بندہ نواز ہزار سال کی تسبیح و نماز سے کہیں بہتر ہے)

تنہا غم دل گفتن با یار چہ خوش باشد — سر بر قدمش بردن ہر بار چہ خوش باشد

(تنہائی میں اپنے غم گسار سے کہنا، اور ہر بار اپنا سر اس کے قدموں پہ لے جانا، کیا خوشگوار ہوتا ہے)

اگر کار یکی بسامان شود — ز دریائے رحمت چہ نقصان شود

(اگر یک بندہ بیکس و گنہگار کی نجات کا سامان ہو جائے تو الٰہی تیرے دریائے رحمت میں کچھ کمی نہ آئے گی)

الٰہی عبدک العاصی اتاک — مقرا بالذنوب وقد دعاک

(اے میرے معبود تیرا ایک بندۂ گنہگار تیری بارگاہ میں حاضر ہے اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے تجھ سے فریاد کر رہا ہے۔

فَاِنْ تَغْفِرْ فَاَنْتَ لِذَاکَ اَھْلٌ — وَاِنْ تَطْرُدْ فَمَنْ یَرْحَمْ سِوَاکَ

(اگر تو اسے بخش دے تو تو اس کا اہل ہے اور اگر تو اسے دھتکار دے تو تیرے سوا کون اس پر رحم فرمائے گا۔

پادشاہا! جرم ما را در گذار — ما گنہگاریم و تو آمرزگار

(الٰہی ہماری نافرمانیوں سے درگذر فرما، ہم گنہگار بندے ہیں اور تو بخشنے والا مولیٰ ہے۔

تو نکوکاری و ما بد کردہ ایم — جرم بے اندازہ بے حد کردہ ایم

(تو ہمیشہ کرم فرماتا ہے اور ہم برائیوں میں پھنسے رہتے ہیں کہ ہمارے جرم بے شمار و بے انتہا ہو گئے ہیں)

سالہا در بند عصیاں گشتہ ایم — آخر از کردہ پشیماں گشتہ ایم

(ہم برس ہا برس گناہوں کے جال میں پھنسے رہے اور آخرکار اپنے کیے پہ نادم و شرمندہ ہیں)

دائما در فسق و عصیاں ماندہ ایم — ہم قرین نفس و شیطاں ماندہ ایم

(ہم ہمیشہ نافرمانی و بدکاری میں مصروف اور نفس و شیطان کے ہم نشین بنے رہے۔

روز و شب اندر معاصی بودہ ایم — غافل از امر و نواہی بودہ ایم

(اپنے روز و شب کو ہم نے تیری نافرمانیوں میں گزارا اور تیرے امر و نہی سے غفلت میں رہے

بے گنہ نگذشت بر ما ساعتے — با حضور دل نہ کردم طاعتے

(حد یہ ہے کہ گناہوں سے خالی ہماری کوئی گھڑی نہ گزری اور نہ ہم نے حضوری قلب سے تیری عبادت کی۔

بر در آمد بندۂ بگریختہ — آبروئے خود ز عصیاں ریختہ

(لیکن اے میرے رب تیرا بھاگا ہوا غلام تیری ہی بارگاہ میں حاضر ہے جس نے اپنی عزت و آبرو نافرمانی میں گزاری)

ہست امید مغفرت ز لطف تو — ز انکہ خود فرمودۂ لا تقنطوا

(اب اسے تیرے ہی فضل و کرم کا بھروسہ ہے اس لیے کہ تو نے خود فرمایا ہے کہ

اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو)

بحر الطاف تو بے پایاں شدہ　　نا امید از رحمتت شیطان شدہ

(ہم مانتے ہیں کہ تیری رحمتوں کا سمندر بے کنارہ ہے اور شیطان ہی تیری رحمت سے ناامید ہے)

نفس و شیطان زد کریما راہ من　　رحمتت باشد شفاعت خواہ من

(اے میرے کریم نفس شیطان نے میری راہ لوٹ لی اب تو تیری رحمت ہی میری شفاعت فرما سکتی ہے)

چشم دارم کز گناہم پاک کنی　　پیش زاں کاندر لحد خاکم کنی

(مجھے توقع ہے کہ تو مجھے اس وقت سے پہلے گناہوں سے پاک صاف فرمائے گا کہ میرا جسم میری لحد میں خاک ہو)

ندا آں دم کز بدن جانم بری　　از جہاں با نور ایمانم بری

(الٰہی جب تو میرے بدن سے میری جان نکالے تو میری عرض ہے کہ نور ایمان پر میری روح نکالنا)

مندرجہ بالا اشعار و مناجات نماز تہجد کے بعد بھی پڑھے جاسکتے ہیں جیسا کہ ہمارے مرشد برحق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تھا۔

۹۔ نماز تہجد و مناجات سے فارغ ہو کر ذکر و سبق باطن میں مشغول رہے یہاں تک کہ صبح ہو جائے۔

۱۰۔ اب سنت فجر پڑھ کر (فرض فجر ادا کرنے سے پیشتر) کشائش رزق حلال کے لیے یا رزاق سو مرتبہ پڑھے۔ اول آخر درود شریف اللھم صل علیٰ سیدنا محمد و بارک وسلم پڑھے

۱۱۔ اس کے بعد نماز فجر (باجماعت) پڑھے۔

۱۲۔ نماز فجر سے فراغت پا کر پھر ذکر میں مشغول ہو جائیں اور رزق میں وسعت

...وں سے مغفرت کی نیت سے سو بار یا غفور اور سو بار یا غفار پڑھیں
...خر درود شریف۔ یہی معمول ہے اس مسکین بندہ اسید محمد کاپوری کا۔
...س سے فارغ ہو کر کسی جگہ بیٹھے (ذکر و اذکار میں مشغول) رہیں جب سورج
...ہر و بلند ہو جائے جس کی مقدار آفتاب کا کنارہ ظاہر ہونے سے ۲۰ منٹ تک
...تو دو رکعت نماز اشراق پڑھیں اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد تین مرتبہ
...ۂ اخلاص پڑھیں۔ اس کی نیت یوں کریں کہ "نیت کی میں نے دو رکعت نماز
...ق کی واسطے اللہ تعالیٰ کے۔ منہ میرا کعبہ شریف کی طرف۔ اللہ اکبر۔"

۴۔ نماز سے فراغت پا کر اپنے اسباق باطن میں مشغول رہیں۔ ایسا موقع ہرگز نہ آنے دیں کہ کوئی وقت سبق باطن سے خالی گزر جائے۔ کھڑے بیٹھے لیٹے ہر آن دل ...مشغول رکھیں۔

۵۔ جب نماز چاشت کا وقت ہو جائے تو بارہ رکعتیں تین سلام سے پڑھیں۔ کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ چاشت کی بارہ رکعتیں ہیں اور افضل بارہ ہیں۔ ہر چار رکعت کی نیت یوں کریں کہ "نیت کی میں نے چار رکعت نماز چاشت کی واسطے اللہ تعالیٰ کے۔ منہ میرا کعبہ شریف کی طرف اللہ اکبر۔"
ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص تین تین مرتبہ پڑھیں حتی الامکان نماز چاشت کو قضا نہ ہونے دیں کہ اس کا بے انتہا ثواب اور بشارتیں آئی ہیں۔

۶۔ نماز مغرب کے بعد چھ رکعت نماز اوابین دو دو رکعت کی نیت سے پڑھیں ...س کی نیت بھی وہی ہے کہ نیت کی میں نے دو رکعت نماز اوابین کی۔ واسطے اللہ ...عالیٰ کے منہ میرا کعبہ شریف کی طرف۔ اللہ اکبر۔ اس میں بھی ہر رکعت میں سورہ ...فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص تین تین بار پڑھیں۔

۷۔ نماز اوابین کے بعد دو رکعت نماز حضرت فرید الدین گنج شکر قدس سرہ کی روح کو ایصال ثواب کی نیت سے پڑھیں اور اس کی نیت یوں کریں کہ نیت کی میں نے دو رکعت نماز نفل کی واسطے اللہ تعالیٰ کے حضرت فرید الدین گنج شکر کی

روح کو ایصالِ ثواب کی خاطر منہ میرا کعبہ شریف کی طرف۔ اللہ اکبر

۱۸۔ پھر دو رکعت نماز نفل حضرت خواجہ بہاؤالدین زکریا نقشبندی کی روح کو ایصالِ ثواب کی نیت سے پڑھیں۔ اس کی نیت بھی وہی ہے کہ نیت کی میں نے دو رکعت نماز نفل کی واسطے اللہ تعالیٰ کے۔ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندی کی روح کو ایصالِ ثواب کی خاطر منہ میرا کعبہ شریف کی طرف۔ اللہ اکبر۔

۱۹۔ پھر دو رکعت نماز نفل روح حضرت پیر دستگیر پیرانِ پیر غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو ایصالِ ثواب کی نیت سے پڑھیں۔ نیت وہی ہے کہ نیت کی میں نے دو رکعت نماز نفل کی واسطے اللہ تعالیٰ کے۔ غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی روح کو ایصالِ ثواب کی خاطر منہ میرا کعبہ شریف کی طرف۔ اللہ اکبر۔

۲۰۔ پھر دو رکعت نماز بہ نیت حفظ ایمان ادا کریں اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص کی بجائے پانچ پانچ مرتبہ یہ آیہ کریمہ پڑھیں رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۔

۲۱۔ نیز حفظِ ایمان کی نیت سے دو رکعت اور پڑھیں۔ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص سات مرتبہ اور سورۂ فلق ایک مرتبہ۔ اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص سات مرتبہ اور سورہ ناس ایک مرتبہ پڑھیں۔

۲۲۔ نماز عشاء کے بعد دونوں جہاں میں رزق حلال میں فراخی و وسعت کی نیت سے یک صد مرتبہ یا فتاح پڑھے اور اس کے معنی کا کہ ہے کشائش فرمانے والے دل میں تصور قائم رکھے۔ اور یہ بات ہمیں یاد رکھیں کہ اسمائے الٰہیہ میں سے کسی اسم کا ورد اس کے معنی کے تصور کے بغیر کوئی فائدہ نہیں پہنچاتا۔ ابتداء اول و آخر درود شریف بھی پڑھے۔

۲۳۔ نیز دونوں جہان میں کشائش رزق کے لیے یک بار فَتِّحْ رِزْقِيْ بِاَفْتَاحِ دس مرتبہ هُوَ الْحَقُّ هُوَ الْبَاسِطُ یک صد مرتبہ پڑھیں اور دل میں اس کے معنی کا

۲۴۔ خاطر رکھیں کہ وہی حق ہے وہی فراخی دینے والا ہے، ہم گرمی اس ذرہ خاک تمام تر ثانی عالم باطن سے پہنچا ہے۔

۲۵۔ اس کے بعد سو مرتبہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اول آخر درود شریف کے ساتھ پڑھیں۔

۲۶۔ پھر سورۂ مزمل شریف اس ترتیب سے پڑھیں کہ اول دس مرتبہ درود شریف ہر ایک مرتبہ آیۃ الکرسی، سو مرتبہ استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم و اتوب الیہ۔ پھر اعوذ باللہ و بسم اللہ پڑھ کر تین مرتبہ سورہ مزمل تینوں سورت سے پہلے ہر مرتبہ اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھنی ہیں۔ امید ہے کہ اس کی بدولت دینی و دنیاوی ہر جائز حاجت پوری ہوگی۔

۲۷۔ جب سونے کا وقت آئے تو بارگاہِ رسالت میں ایک سو مرتبہ درود شریف پیش کرے۔ پھر یک سو مرتبہ لا الٰہ الا اللہ الحلیم العظیم پچیس ۲۵ مرتبہ سورۂ اخلاص، دس مرتبہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اور پھر جتنا یاد ہو سکے کلمۂ طیبہ پڑھتا ہوا سو جائے۔

۲۸۔ کبھی کبھی یہ ذکر بھی بجا لائے کہ اس ذکر کا نام ہی ہے ذکرِ خواص۔ یہ ذکر عظیم تاثیر اور کثیر فائدوں پر مشتمل ہے۔ اور طریقہ اس کا یہ ہے کہ اول دائیں جانب کہے حق، پھر بائیں جانب کہے حق، پھر سامنے کی جانب کہے حق اور پھر دل پر حق کی ضرب لگائے اور بوقت ذکر اس تصور میں ڈوبا رہے کہ میری دائیں جانب بائیں جانب روبرو اور دل میں حق ہی حق ہے کسی اور کا وجود نہیں۔ یہ ذکر بڑا نفع بخش اور فائدہ رساں ہے۔ جو وہ سالک کہ اس میں مشغول رہتا ہے محروم و بے نصیب نہیں رہتا۔ اپنا مقصود حاصل کر ہی لیتا ہے بحکم اللہ تعالیٰ

۲۹۔ ہندی زبان میں ایک اور ذکر بھی حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے۔ اس ذکر میں بھی کبھی کبھی مشغول رہیں۔ اور وہ یوں ہے کہ دائیں جانب منہ کر کے کہیں۔ اونہا تو پھر بائیں جانب منہ کر کے کہیں اونہا تو پھر سامنے

کہیں، اُونہا تو، اور پھر دل پر اپنا تو کی ضرب لگائیں۔ یہ چار ضربیں ہیں جن سے
دل میں ایک عجیب ذوق پیدا ہوتا ہے۔ اس میں ایک ضرب اس طریقہ پر کہ اُپنہا تو
پہنی رنگ ہندی زبان میں بڑی لذت لاتا ہے۔ اور عظیم نفع پہنچاتا ہے اور دل کو
حضوری کی دولت فراہم کرتا ہے۔ اسے ناغہ نہ ہونے دیں۔ اور اگر نماز تہجد کے بعد
رات کے آخری حصے میں اس میں مشغول رہیں بلکہ دن میں بھی جب اغیار سے
یکسوئی حاصل ہو، اس شغل کو جاری رکھیں تو عظیم نعمتیں پائیں۔

۲۹۔ تلاوت قرآن کریم کو اپنا روزانہ کا معمول بنائیں۔ اس سے غافل نہ ہوں۔ کم و
بیش ایک پارہ کی تلاوت اپنا معمول بنائیں۔

۳۰۔ یہ جو کچھ درج کیا گیا ہے اس پر ثابت قدمی سے مداومت کریں جتنی اوسع اس
سے غفلت نہ برتیں جو اس پر ثابت قدم نہ رہے اور اسے اپنا ہمیشہ کے لیے دائمی
شغل نہ بنائے تو یہ اس کا قصور ہے نہ کہ اس فقیر کا۔

تنبیہ: ریا اور قصد شہرت کو پاس نہ پھٹکنے دیں کہ جب نفس کی شہوت
طبعی کا دخل ہوتا ہے تو سب کچھ فساد کی نظر ہو جاتا ہے۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ

تمام ہوا رسالہ عمل الیوم و اللیل مصنفہ سید محمد کالپوی قدس سرہ العزیز۔

اور اب **عرض** کرتا ہے یہ فقیر کہ ہمارے اس دور میں رسالہ مذکورہ کے
مطابق پابندی اوقات بہت مشکل اور دشوار تر ہے۔ جس کی وجہ ظاہر و عیاں
ہے نیا ہے۔ اس لیے میں مختصر لکھتا ہوں۔ جہاں تک بن پڑے اس مختصر پر عمل پیرا
رہیں کہ فوائد سے خالی نہیں۔

۱۔ فرض نماز با جماعت پوری تندہی سے ادا کرتے رہیں اور یہی روش اختیار
کریں کہ نماز تہجد کے پابند ہو جائیں کہ یہ نماز اس راہ کی بڑی اہم باتوں
میں سے ایک ہے۔

۲۔ آخر وقت میں نماز تہجد ادا کرنے کے بعد طلوع آفتاب تک نماز اشراق
وغیرہ سے فراغت پا کر کچھ نہ کچھ اوراد زبانی ادا کریں۔ یہاں تک کہ چاشت کا

دن چڑھ جائے۔

۳۔ اب نماز چاشت پڑھ کر کسب معاش میں مصروف ہو جائیں اور اسباب زندگی
فراہم کریں۔ یہاں تک کہ دوپہر کا وقت آ جائے۔ اب کچھ دیر قیلولہ کریں۔

۴۔ قیلولہ کے بعد نماز ظہر با جماعت سے فراغت پا کر قرآن کریم کی تلاوت اور
درود شریف کی قرأت جتنی بآسانی ہو سکے کریں۔

۵۔ بقدر ضرورت کسب معاش میں لگ جائیں۔

۶۔ یہاں تک کہ وقت عصر آ جائے تو نماز عصر با جماعت وقت متوسط میں ادا کریں۔
(اتنی تاخیر نہ کریں کہ خود قرص آفتاب میں زردی آ جائے اور اس پر نگاہ
قائم ہونے لگے)

۷۔ نماز عصر کے بعد تزکیہ باطن کی طرف متوجہ ہوں اور نماز مغرب تک اس میں
مصروف رہیں۔

۸۔ جب کہ وقت مغرب آ گیا تو نماز مغرب سے فارغ ہو کر نماز اوابین پڑھیں۔

۹۔ اب اہل و عیال کی طرف توجہ دیں اور نماز عشاء تک ان میں رہیں۔

۱۰۔ جب نماز عشاء کا وقت آ جائے تو با جماعت فرض عشاء ادا کریں۔

۱۱۔ نماز عشاء سے فراغت پا کر جو بھی میسر آ جائے کھائیں پئیں۔

۱۲۔ اور پھر باوضو درود شریف پڑھتے ہوئے سو جائیں۔

تنبیہ ۱: نماز تہجد کے لیے شب میں اٹھنا دشوار ہو تو فجر کے اول وقت میں
یعنی طلوع صبح صادق سے پیشتر بیدار ہوں اور تہجد پڑھیں۔ نماز تہجد سے فراغت
طلوع صبح صادق سے پہلے ہو جائے۔ مرشد گرامی کا ارشاد ہے کہ عصر و مغرب کے مابین
وقت کی نگہداشت نفس پر بڑی شاق اور دشوار ہوتی ہے حتی الامکان اسے نبھائیں

نوٹ ۲: ذکر الٰہی میں اس حد تک مشغول رہو کہ دوسرے تمہیں مجنون و مخبوط الحواس
کہنے لگیں۔ اور گرچہ خیر الامور اوسطہا کی روشنی میں تمام امور میں افراط و
تفریط ناپسندیدہ امر ہے تاہم ذکر الٰہی میں اس کی رخصت و اجازت ہے۔ چنانچہ

حدیث شریف میں وارد کہ "ذکر ہی بکثرت کرو یہاں تک کہ لوگ مجنون کہیں" یہ حدیث شریف طبرانی کی معجم کبیر اور ابن السنّی کی کتاب "عمل الیوم واللیلۃ" میں بروایت معاذ بن جبل مروی ہے۔

نور ۳: عبادت و بندگی میں ریا و نمائش کا دخل نہ آنے دو کہ اس سے تمام اعمال حبط و برباد ہو جاتے ہیں بلکہ کسی کے دیکھنے اور نہ دیکھنے کی طرف التفات بھی نہ کرو۔

؎ اگر روئے طاعت تُرا در خدست
اگر جبرئیلت نہ بیند رو ست

(اگر تمہاری عبادت بے نمود و نمائش صرف اللہ کے لیے ہے کہ جبریل بھی تمہیں نہ دیکھ پائیں تو یہ درست ہے) لہٰذا جو کچھ کرنے ہو خالصاً للہ کے لیے انجام دو۔ کیونکہ ریا کی عبادت قابلِ رشک ہے باقی کچھ نہیں۔ بلکہ نفل عبادتوں میں اخفاء بہتر ہے اعلان سے۔

نور ۴: راہ سلوک میں لغزش کے سبب رہروی کے سات مقامات ہیں: اعراض یعنی طالب کی مطلوب سے ادنیٰ روگردانی۔ یہ پہلا مرتبہ ہے۔

حجاب یعنی طالب و مطلوب کے مابین پردہ حائل ہو جائے کہ طالب مطلوب کو نہ دیکھ پائے۔ یہ دوسرا مرتبہ ہے۔

تفاصل یعنی طالب و مطلوب کے درمیان جدائی اور یہ تیسرا مرتبہ ہے۔

سلبِ مزید یعنی طالب و مطلوب میں جو نسبت موجود تھی اس میں کمی آ جائے۔ یعنی سلب ہو جائے اور یہ چوتھا مرتبہ ہے۔

سلبِ قدیم یعنی طالب و مطلوب کے مابین جو نسبت برقرار تھی اسے سلب ہونے عرصہ دراز گزر گیا اور سب بھی گزر رہا ہے۔ یہ پانچواں مقام ہے۔

تسلّی یعنی مطلوب کو طالب کی طلب سے بے رغبتی ہو جائے اور اسے اس سے سروکار نہ رہے کہ طلب کرتا ہے یا نہیں۔ یہ چھٹا مقام ہے۔

عداوت یعنی طالب و مطلوب کے مابین دشمنی ہو جائے اور مطلوب کو طالب

[illegible] طلب ناگوار گزرے۔ اور یہ ساتواں مقام ہے۔

اللہ تعالیٰ اس غضب و غضبیت سے اپنی پناہ میں رکھے۔ اس مرتبہ اخیر کا کوئی درج نہیں بلکہ سلب بیان کا اندیشہ ہے۔ پہلے مقامات کا کوئی تدارک نہ کیا جائے تو آہستہ آہستہ نوبت اس مرتبۂ اخیر تک پہنچتی ہے۔ اس لیے سالک کو چاہیئے کہ پہلے ہی [illegible] پر فکر و تدارک کرے تاکہ اخیر مقام تک نوبت نہ آئے ورنہ "ذٰلِكَ خُسْرُ الدُّنيا [و الآ]خرۃ" کا مصداق بن جاتا ہے۔ اور یہی خسرانِ مبین و نقصانِ عظیم ہے۔ الٰہی ہماری حفاظت فرما۔ الٰہی ہمیں اپنی حفظ میں لے الٰہی ہمیں محفوظ رکھ۔

نور ۵: زمانہ آئندہ کے حادثات اگر اس پر منکشف ہوں تو اس کا اعتبار نہ کرے جب تک وہ واقع کے مطابق نہ ہو جائیں۔ نہ انہیں [کسی] کے روبرو بیان کرے ورنہ خلاف واقع ہونے کی صورت میں یہ جھوٹا مشہور [ہو گا۔ اس] کا سبب یہ ہے کہ شانِ ایزدی ایک ہی عنوان پر نہیں ہے بلکہ "کُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ" [اس کی] ہر دن ایک کام ہے یعنی وہ ہر وقت اپنی قدرت کے آثار ظاہر فرماتا ہے ا[س] وقت تجھے وہ بات معلوم ہوئی۔ ممکن ہے کہ وہی درست و صحیح ہو لیکن بعد میں [ر]ب پروردگار لطف سے قہر یا قہر سے لطف کی طرف متوجہ ہوئی اور تیری معلومات [کے] برعکس وقوع میں آئی تو تجھے اس کے وقوع سے پہلے اظہار پر ندامت ہوگی [او]ر تجھے شرمندہ ہونا پڑے گا۔ تو لوگوں میں جھوٹا قرار پائے گا اور چھوٹے بڑے تیرا [مذا]ق اڑائیں گے۔

یہ نصیحت حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

نور ۶: اتنی مقدار میں کھاؤ پیو کہ زندہ رہ کر عبادت الٰہی کر سکو۔ اس مقدار [سے زیادہ نہ کھاؤ] ہیں کہ بیمار پڑ جاؤ۔ کہتے ہیں کہ ایک طبیب کسی مقام پر گیا اور ایک [مدت] تک وہاں اپنا وقت گزارا۔ اس دوران وہاں کوئی بیمار نہ پڑا۔ ناچار ہو کر وطن [لوٹ] آگیا۔ اہلِ وطن نے پوچھا۔ واپس کیوں آگئے۔ جواب دیا کہ میں نے وہاں قیام کی

ضرورت ہی محسوس نہ کی اس لیے وہاں کے رہنے والے اوقات خورد و نوش کا
لحاظ رکھتے ہیں یعنی جب بھوک کا غلبہ ہوتا اور بھوک خوب لگتی ہے تو وہ کھاتے
ہیں اور ابھی بھوک باقی رہتی ہے کہ کھانے سے ہاتھ کھینچ لیتے ہیں اس لئے
بیمار ہی نہیں ہوتے۔" بعض مورخین اس نقل کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے عہد مبارک کی جانب منسوب کرتے ہیں کہ روم (ترکی) کے بادشاہوں میں
سے کسی بادشاہ نے اس حکیم حاذق کو صحابہ کرام کے علاج معالجہ کی خاطر بطور
ہدیہ آپ کی خدمت اقدس میں روانہ کیا تھا۔ یہ حکیم ایک سال تک یہاں
رہا۔ لیکن جب کوئی یہاں بیمار ہی نہ ہوا تو واپس چلا گیا اور یہاں کے لوگوں
صحابہ کرام کی یہ حالت و عادت بیان کی۔ اس پر تمام حاضرین مجلس کو بڑی حیرت
ہوئی اور وہ اسلام کی خوبیوں کے معترف ہو گئے۔

نور ۷:- ہمیشہ باوضو رہو اگر روزی میں فراخی چاہو اور اگر دائمی طور پر باوضو
رہنا میسر نہ ہو تو اکثر اوقات باوضو رہو۔ اور اگر کسی بنا پر ایسا بھی نہ
کر سکو تو کم از کم پنج گانہ نمازوں کے لئے تازہ وضو کرو۔ اور اگر کسی علت کے باعث
یہ بھی نہ کر سکو تو اپنی قدرت و امکان بھر اس پر عمل پیرا رہو کہ باعث برکت اور
ترقی رزق ہے۔

نور ۸:- بُری موت اور سلب ایمان سے ہمیشہ ڈرتے رہو۔ بُری موت دو قسم
کی ہے اوّل یہ کہ معاذاللہ ایمان ہی سلب ہو جائے اور دوسری
کہ دنیا کی محبت و خیال میں گرفتار دنیا سے رخصت ہو۔ یعنی آخری سانسوں میں بھی
مال و متاع زن و فرزند اور دنیا کی یار دوست احباب کی محبت میں سمائی رہے
در اصل دنیا انہیں چیزوں کی محبت میں گرفتاری کا نام ہے اور یہ بھی سوء خاتمہ یعنی
بُری موت کی ایک قسم ہے آدمی کو اس حالت میں موت آئے تو گنہگار صورت
مرے گا اور اس بے ہودہ خیال کی کچھ سزا پائے گا۔ گرچہ آخر کار اس سے نجات
حاصل کرے۔ اللہ تعالیٰ کے بندگان خاص اس بُری موت سے بھی ہمیشہ خائف

رہتے ہیں۔ تو کیا چیز ہے کہ بے فکر بیٹھا ہے۔ الٰہی ہمیں ان دونوں بُری موتوں سے
بچا۔ بجاہ سید المرسلین سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و بحرمتہ و بیک الغوث
آمین۔

نور ۹:- ابلیس ملعون کی ذریات میں دو شیطان ایسے ہیں کہ جب انسان بالغ
ہوتا ہے تو وہ دونوں آتے اور اس کے دل پر قبضہ جما لیتے ہیں
ان میں سے ایک اس کے ایمانی عقائد میں خدشے پیدا کرتا اور اس کے دل میں
بات ڈالتا ہے کہ بن دیکھے خدا پر تو کیسے ایمان لے آیا کہ وہ ایک ہے۔ ہو سکتا
ہے وہ دو یا زیادہ ہوں بلکہ یہی ہونا چاہئے اس لیے کہ ایسے وسیع عالم کا انتظام و
ایک ہی ہستی سے کسی طرح صحیح بندوبست ہو سکتا ہے۔
یونہی دیکھے بغیر انبیاء کی تصدیق تو نے کیسے کر دی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے
دنیاوی سطوت و شوکت کی خاطر ایسے دعوے کیے ہیں یونہی معجزات کی کوئی حقیقت
نہیں ایسے امور جادوگروں سے بھی صادر ہو سکتے ہیں ہو سکتا ہے انبیاء بھی
ان جادوگروں میں ہوں۔
یونہی اپنی آنکھوں سے دیکھے بغیر فرشتوں کے وجود کو تو نے کس طرح تسلیم
کیا کہ وہ تدابیر عالم پر مامور ہیں۔ بغرض سارے عقائد میں وہ اسی قسم کے خطرات اور
وسوسے دل میں پیدا کرتا ہے۔
اور دوسرا شیطان دین کی فروعات مثلاً نماز روزہ وغیرہ میں شک اور وسوسے
دل میں ڈالتا ہے کبھی کہتا ہے کہ تیری نماز ہی نہ ہوئی فلاں رکن تجھ سے چھوٹ گیا
یا تیرا وضو نہ ہوا۔ اس لیے کہ تو نے مسح نہ کیا یا کہتا ہے کہ قعدہ کیوں کرتا ہے یہ
تو پہلی یا تیسری رکعت ہے یا کہتا ہے کہ تو نے روزہ کی نیت نہیں کی یا پانی تیرے
حلق سے اتر گیا۔ بغرض ایسے ہی وسوسے اور بے ہودہ خیالات دل میں ڈالتا ہے اور
انسان وہم کا شکار ہو جاتا ہے حتیٰ کہ پاگلوں کی سی حرکتوں پر اتر آتا ہے۔ بلکہ بعض
لوگ اس کے وسوسوں کا شکار ہو کر جادۂ بے دینی میں گرفتار ہو جاتے ہیں لہٰذا ہمیں

ان دونوں کے شر سے اپنی پناہ میں رکھے۔

اس لیے سلامتی کی راہ یہ ہے کہ بندہ ان دونوں دشمنوں کے تمام خطرات پر عمل نہ کرے بلکہ اُس کے خلاف کرے۔ اگر وہ کہے کہ یہ رات ہے تو یہ کہے کہ دن ہے اور وہ کہے کہ دن ہے تو یہ کہے رات ہے وہ دونوں ملعون خود ہی پشیمان ہو کر خائب و خاسر پلٹ جائیں گے۔ دراصل ان شیاطین کی عادت ہی یہ ہے کہ ان کی باتوں پر لگے اور اُن پر غور و خوض دور تک کیجیے تو یہ دلیر ہو جاتے ہیں اور ان کو منھ نہ لگائیے اور منھ پھیر کر ذکر الٰہی کی طرف متوجہ ہو جائیے تو دور و برگشتہ ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا جس وقت کوئی وسوسہ دل میں پیدا ہو تو سمجھے کہ یہ میرے دل کی بات نہیں بلکہ کوئی دوسرا میرے دل میں گمراہی پیدا کر رہا ہے اور مجھے مدد الٰہی کے بغیر اس کے بھگانے پر قدرت نہیں۔ میں تو دہی سر جھکانے والا اپنے اللہ کا بندہ اور اس کا فرماں پذیر وہ۔ یمان گرویدہ ہوں جیسا کہ پہلے تھا۔

اس میں یک خیال و تصور کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ یمان و ثابت قدم رہے گا اور عبادت میں چست و چالاک اور اسی وقت ان دشمنوں کے وسوسوں سے نجات پائے گا۔ خراب و برباد نہ ہوگا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

نوٹ ۱۰: وصول الی اللہ یعنی حق جل مجدہ تک رسائی نہ ان اذکار و اشغال وغیرہ پر موقوف ہے۔ اور نہ اس کی طرف راہیں ان پر منحصر۔ وصول الی اللہ کے طریقے بکثرت کثیرہ ہیں اور بے حساب و بے شمار چنانچہ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ طرق الوصول الی اللہ بعدد انفاس الخلائق۔ یعنی اللہ تعالیٰ تک رسائی کے طریقے شمار میں تمام مخلوق کے سانسوں کے برابر ہیں یعنی بے حد و عدد و شمار۔ اس لیے وصول الی اللہ جس طرح اور جس طور پر میسر آئے اور اس سے دلجمعی و طمانیت قلبی نصیب ہو وہی تمہارا ذکر و شغل ہے۔ اسی کو طریق وصول جانو۔ اور اسی پر کاربند رہو اور اسی کو اپنا خدمت گار سمجھو۔ اسے یوں سمجھو کہ اگر کسی کو یہ دولت دینی کتابوں کے مطالعہ سے میسر آتی ہو۔ اس سے اس کا باطن مطمئن ہو تو اس کے

لیے یہی مطالعہ کتب ذکر و شغل ہے اور اگر کسی کو صالحین کی ہم نشینی میسر آئے تو یہی صحبت صالحین اس کے حق میں ذکر و شغل ہے۔ وعلیٰ ہذا القیاس چنانچہ مشائخ کرام فرماتے ہیں کہ اذکار و اشغال کی فضیلتیں صرف تسبیح و تہلیل میں منحصر نہیں بلکہ کسی بھی عمل خیر کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا اطاعت گزار بندہ اس کے ذاکرین میں شامل ہے ہیں نے یہ دونوں طریقے اپنے مرشد گرامی کی تعلیم کے مطابق تحریر کیے۔ آپ نے اسی طرح یہ فیض پہنچایا اور اس کی اجازت دی۔ اس تحفہ دلانے کی اللہ تعالیٰ عنہ

نوٹ ۱۱: مشائخ کرام کا اس باب میں اختلاف ہے کہ سالک کے لیے اقامت بہتر ہے یا سفر و سیاحت۔ کچھ حضرات فرماتے ہیں کہ وطن میں مقیم رہنا سالک کے حق میں بہتر ہے جبکہ دوسرے حضرات کے نزدیک دوسرے شہروں کا سفر و سیاحت بہتر ہے۔ لیکن اس سیاحت میں حکمت کیا ہے؟ تو اس کا جواب ہمارے مشائخ نے یہ دیا ہے کہ وصول الی اللہ ہمارے قید و اختیار میں نہیں بلکہ اللہ کی مشیت اور اُس کے الہام پر مبنی ہے۔ اور یہ حالات میں اختلاف سے خود بھی مختلف ہو جاتا ہے۔ اب اگر مخلوق اسی کی ہدایت اور انہیں منزل رسانی سفر میں زیادہ بہتر ہے تو سفر و سیاحت افضل ہے حضر و اقامت سے۔ اور اس کے برعکس حالت ہو تو اقامت سیاحت سے بہتر ہے۔ اور اگر بندہ کا پ حال کی رہنمائی سفر و حضر دونوں حالتوں میں یکساں ہو تب بھی اقامت کو سیاحت پر فوقیت ہے اس لیے کہ اقامت میں بمقابلہ سیاحت جمعیت خاطر و دل جمعی زیادہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے شیخ و مرشد برحق سیدی سید شاہ آل رسول احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس باب میں مجھے اختیار دے دیا تھا اور یہ فرمایا تھا کہ میں تمہیں اقامت کی ترغیب دیتا ہوں اور نہ اس بارے میں تم پر راہ سفر تنگ کرتا ہوں بلکہ اسے تمہاری مرضی و اختیار پر چھوڑتا ہوں رجو اور جب مناسب جانو عمل میں لاؤ اس لئے کہ میں تمہارے اہل قرب کے حالات سے خوب واقف ہوں۔ ان میں بیشتر

تم سے عداوت و عناد رکھتے ہیں۔ البتہ کچھ دل میں چھپائے ہوئے ہیں اور کچھ
اسے ظاہر کر بیٹھے ہیں۔ ہاں گنتی کے کچھ لوگ دل و جان سے تمہارے موافق ہیں
ان کو چھوڑ کر باقی، نہ وہ قرابت دار، اگر دور رہو گے تو تمہیں اپنا دشمن سمجھتے رہیں،
سامنے رہو گے، تو اذیت پہنچائیں گے اور تمہیں اپنے شہر میں اقامت پذیر نہ
رہنے دیں گے۔ اس لیے میں تمہیں وطن میں اقامت پر مجبور نہیں کرتا۔ بلکہ تمہیں
اختیار کلی دیتا ہوں، چاہو تو یہاں مقیم رہو اور چاہو تو سفر اختیار کرو۔ یہ سب میں
نے اپنے جد اکرم و مرشد محترم سے خود سنا ہے۔

نور ۱۲: اپنے روز و شب کے اوقات اس طرح مقرر کریں کہ جب رات کا
ایک مختصر حصہ باقی رہے بیدار ہو جائیں اور فوراً کوئی بات کیے
بغیر، کلمۂ طیبہ پڑھیں، اور حکمت اس میں یہ ہے کہ مسلمان کا دل بیداری کے وقت
پاک صاف ہوتا ہے تمام نفسانی اور شیطانی کدورتوں سے۔ اور جب اس پر کلمہ طیبہ
کا ذکر منقش ہوگا تو کلمہ کا نقش دل پر مستقر ہو جائے گا ورنہ کچھ دیر بعد پھر وہی شیطانی
وسوسے، اور نفسانی خطرے دل میں داخل ہونا شروع ہو جاتے ہیں گے، اور کلمۂ طیبہ کے
ذکر کی تاثیر درہم برہم ہو جائے گی اور کلمہ دل میں منقش نہ ہوگا۔ اس لیے کلمہ طیبہ
پڑھتے ہوئے بستر سے اٹھیں تاکہ سالک کا دل ذکر الٰہی سے تابندہ و روشن رہے
اس کے بعد طہارت و استنجاء اور وضو وغیرہ سے فراغت پا کر نماز تہجد
ادا کریں، وہی بارہ رکعتیں (کہ معمول مشائخ ہیں) دو دو رکعت کی نیت، یعنی دو
سلاموں سے، اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص تین بار۔
اس کے بعد اپنے مرشد برحق کی تعلیم کے موافق، اذکار و اشغال اور مراقبہ
کی طرف توجہ دیں اور صبح صادق تک اس میں مصروف رہیں۔ طلوع صبح صادق کے
بعد پھر تازہ وضو کے ساتھ نماز فجر مسجد میں باجماعت ادا کریں اور کسی سے بات کیے
بغیر پھر اپنے تزکیہ باطن کی طرف متوجہ ہوں، اور جب آفتاب بقدر یک نیزہ
بلند ہو جائے تو نماز اشراق ادا کریں یعنی چار رکعتیں دو سلام سے، اور ہر رکعت میں

فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص تین مرتبہ پڑھیں۔
اس کے بعد اپنے خاندان کے معمولات اوراد و وظائف زبانی طور پر پڑھیں۔
اپنے گھر میں یا اپنی قیام گاہ پر۔ اور جب تقریباً ایک چوتھائی دن کا حصہ گزر جائے تو
نماز چاشت پڑھیں اور یہ بھی چار رکعتیں ہیں دو سلام سے اور ان میں بھی سورۂ
فاتحہ کے بعد تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھی جاتی ہے۔
پھر درگاہ معلیٰ پر حاضر ہوں اور وہاں روزانہ کے ورد و اذکار پڑھ کر اس کا ثواب
اپنے بزرگان دین کی ارواح کو ہدیہ کریں۔
اس سے فارغ ہو کر اپنے دوسرے معمولات مثلاً درس و تدریس یا کسب و
ملازمت اور دوسری نوکری جو بدرجہ حلال میسر ہو ان کی طرف متوجہ ہوں۔
اور پھر دوبارہ آجائے تو بقدر ضرورت کچھ غذا کھا کر کچھ دیر قیلولہ کریں تاکہ
شب بیداری کی تکان دور ہو اور ذکر الٰہی میں خلل نہ پیدا ہو۔
پھر نماز ظہر کے اول وقت میں طہارت اور وضو وغیرہ کر کے نماز ظہر باجماعت
ادا کریں پھر تلاوت قرآن کریم کم از کم سوا پارہ، اور دلائل الخیرات و حصن حصین کی
قرأت میں مصروف ہوں، اور پھر کچھ وقت حدیث و تفسیر اور دوسرے علوم دینیہ
کی درس و تدریس میں صرف کریں اور اس سے فراغت پائیں تو کچھ اپنا دنیاوی
کاروبار وقت عصر تک انجام دیں۔
جب نماز عصر کا وقت آجائے تو نماز باجماعت سے فراغت پا کر خاموشی سے
نماز مغرب تک وقت گزاریں، یعنی کسی سے بات چیت کیے بغیر، ذکر الٰہی میں مشغول
رہیں تاکہ عصر و مغرب کا درمیانی وقت ذکر سے معمور رہے کہ صحیح طریقہ یہی ہے۔
اس دوران باطنی سبق سے غافل نہ رہے بلکہ قلب کی طرف توجہ رہے اور جتنا ہو
سکے اذکار و اشغال میں مصروف وقت گزارے۔ یہاں تک کہ جب آفتاب میں
زردی آجائے اور غروب ہونے لگے تو اس روز کے گزرنے پر حسرت و تاسف کا
اظہار کرے کہ میں نے بے مصرف گزارا۔ دن تمام ہونے پر آیا اور میں اپنے مالک اور

بند سقوط تمام اس پر لگا کر دعا مانگے

یہ تمام اشغال بزرگان مارہرہ کے معمولات میں شامل رہے لیکن سب سے زیادہ مشترک ہوتے ہیں وہ یہ ہیں۔

نور ۲۱: نماز اشراق سے فارغ ہوتے ہی حویلی سجادگی میں بیٹھ دعائے حزب البحر، دعائے حزب، بحر و جبل، سماء اور بطور خمسہ پڑھنا بھی اپنا فرض جانیں اور درگاہ معلیٰ میں حاضر ہو کر بزرگان طریقت کی ارواح کو ایصال ثواب کی نیت سے پنج سورہ باری تعالیٰ کے ننانوے نام، درود آیات حروف نجمی مع موکلات پڑھیں۔ نیز درگاہ شریف میں چہل اسماء پڑھنا بھی موجب برکت ہے درمیان پر درود غوثیہ کلاں اور درود مستغاث بھی پڑھنا چاہیے۔

نور ۲۲: بیعت لینے اور طالب بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ جب کوئی بیعت کا خواستگار آئے اور اپنے مرید ہونے کی استدعا کرے تو پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ یہ واقعی قابل بیعت ہے یا نہیں، اگر اس میں بیعت کی شرائط پائی جاتی ہیں تو اب اس سے معلوم کریں کہ اس نے پہلے کسی کے ہاتھ پر بیعت کی ہے یا نہیں، اگر وہ کہے کہ اب تک میں بیعت نہیں ہوا تو اب اس سے اس کے آباء و اجداد کا حال دریافت کریں کہ وہ کس خاندان میں منسلک ہیں، وہ جس خاندان کا نام لے، اگر اسے اس خاندان میں بیعت لینے کی اجازت ہو تو اسی خاندان میں بیعت کرے اور اگر اس خاندان کی اسے اجازت نہ ہو تو صاف صاف اس سے معذرت کر دے کہ ہمیں اس خاندان کی اجازت نہیں۔ اس کے علاوہ فلاں فلاں خاندان میں ہم بیعت کر سکتے ہیں۔ اب تم بتاؤ کہ ان میں سے کس خاندان کا مرید ہونا چاہتے ہو۔ اب وہ جس خاندان میں بیعت کا خواہاں ہو اسی خاندان میں اسے منسلک کر دیں۔

ایک صاحب بہار سے مرشد گرامی قدر کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ مجھے

بیعت فرمالیں، آپ نے اس سے مصافحہ کیا اور فرمایا کہ میں تمہیں اپنی بیعت میں نہیں لے سکتا۔ تم خاندان صابریہ میں ہو اور ہمیں اس خاندان کی اجازت نہیں۔ انہیں اس بارے میں حضرت مخدوم صابر سے بڑی شرمندگی ہوگی عرض کیا کہ میں حضور کے سوا کسی اور کا مرید نہ ہوں گا۔ خیر آپ نے انہیں قیام کی اجازت دی اور تین روز بعد ارشاد فرمایا کہ فلاں صاحب کو جو طالب بیعت کے لیے آئے تھے بلایا جائے۔ جب وہ صاحب حاضر خدمت ہوئے تو ارشاد فرمایا کہ اب آؤ تمہیں بیعت کروں کہ مجھے حضرت مخدوم صابر سے اجازت مرحمت ہو چکی ہے۔

یہ حکایت میں نے خود اپنے جد و مرشد سے سنی ہے۔ مگر یہ بات مشکوک ہے کہ حضرت والا نے انہیں کس خاندان میں مرید کیا، صابریہ میں یا قادریہ میں۔

الغرض جب کسی کو مرید بنانا مقصود ہو تو اسے حکم دیں کہ وہ تازہ غسل یا وضو کرے۔ پھر بہ نیت توبہ و انابت دو رکعت نماز نفل ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد تین مرتبہ سورہ اخلاص کے ساتھ پڑھے۔ نماز سے فارغ ہو کر جب تک بیعت نہ ہو جائے کوئی بات نہ کرے۔ تھوڑی سی شیرینی کہ وہ بآسانی لا سکتا ہو اپنے شیخ کے روبرو حاضر لائے اور عقیدت سے باادب سے وہاں کھڑا رہے۔ شیخ اس شیرینی پر اپنے سلسلہ کے بزرگان طریقت کی فاتحہ پڑھے اور اپنے مرید کے حق میں دعائے استقامت کرے کہ اللہ اسے دین پر ثابت قدم رکھے۔ اب شیخ اسے اپنے مقابل بٹھائے گھٹنوں سے گھٹنے ملا کر اور جیسے مصافحہ کرتے ہیں اس کا ہاتھ تھام لے۔ پھر بسم اللہ اور کلمہ طیبہ، استغفار اور یا اللہ اس سے کہلوائے اور اس سے زبانی طور پر کسی کی زبان میں گناہوں سے توبہ کرائے۔ اور پھر قینچی سے اس کی پیشانی کے دو تین بال تراشے کہ یہ سلف کا طریقہ رہا ہے۔ اس کے بعد دو مرتبہ اسے اپنے ہاتھ سے شیرینی دے اور اسے تاکید کرے کہ وہ خود کھائے، اس میں سے کسی اور کو کچھ نہ دے۔ مرید بنانے کا یہ طریقہ ہے جو مذکور ہوا۔

نور ۲۳: اگر کوئی شخص کسی اور شیخ کا مرید ہو اور بہ نیت بیعت آئے تو

برقرار و محفوظ نہ رہے گی اور مرید ہونے کے فوائد سب ملیامیٹ ہو جاتے ہیں۔ اور اس قسم کے مریدوں کو اس قسم کے پیروں سے بے تکلفی کے باعث کچھ ترقی نہ ہوگی۔

اس لیے کہتے ہیں کہ شوہر کی بیعت چونکہ عورت کے حق میں زیادہ نفع بخش نہیں ہوتی لہٰذا عورتوں کو اپنے شوہروں کے ہاتھ پر بیعت ہونا جبکہ مجبوریاں نہ ہوں پسندیدہ نہیں۔

نور ۲۵: مرید پر توجہ ڈالنے کا طریقہ جو ہمارے خاندانِ قادریہ میں معمول رہا ہے وہ یہ ہے کہ پیر اپنی توجہ بالکلیہ اپنے مرید کے دل پر ڈالے اور اسے حکم دے کر وہ اپنے گھٹنے اس (پیر) کے گھٹنوں سے ملائے رکھے اور آنکھیں بند اور اپنے شیخ کی طرف متوجہ رہے اور یہ تصور باندھے کہ میرا دل اپنے مرشد کے دل سے چسپاں ہے کہ جو کچھ قلبِ شیخ میں وارد ہوتا ہے وہ مرید تک پہنچتا ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ شیخ پورے خشوع و خضوع سے بارگاہِ الٰہی کی طرف متوجہ رہے تاکہ ذکرِ الٰہی کی تابش اس کے قلب میں متمکن ہو اور اس کے ذریعہ مرید کے قلب میں قطرہ قطرہ پہنچتی رہے۔ اور ساتھ ہی مرید کا قلب اپنی باطنی قوت سے اپنی جانب کھینچ رکھے۔ اس موقع پر اپنے اکابرِ طریقت کی روح سے استمداد کرے اور اس تصرف میں آغاز و انجام پر ان کی مدد کا خواستگار رہے۔"

یہ وہ فائدہ ہے جو خود حضور آلِ احمد اچھے میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے دستِ مبارک سے لکھا اور فقیر نے وہاں سے نقل کیا۔

نور ۲۶: اجنبی عورت بیعت کے بعد اپنے محارم میں نہیں ہو جاتی۔ اجنبی کی اجنبی ہی رہتی ہے، اور اس کے ساتھ تنہائی میں رہنا ویسا ہی حرام ہے جیسے اور اجنبی عورتوں سے۔ پیر اس کا چہرہ دیکھے، اس کے دینی احکام وہی جو دوسری بیگانی عورتوں کے۔ اس لیے ایک دوسرے کا چہرہ بھی نہ دیکھیں۔ شغلِ برزخِ تصوری میں بھی عورتیں شیخ کا چہرہ نہ دیکھیں، پانی اور آئینہ میں اس کا عکس

صورت بھی نہ دیکھیں بلکہ اپنے پیر کی صورت کو اپنے آئینۂ خیال میں اپنے باپ یا بھائی وغیرہ محارم میں سے کسی ایک کی شکل میں نمودار سمجھ کر اپنے برزخ کو مکمل کریں۔ ان مسائل کی رعایت ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ اس بات کو خوب جانتا ہے۔

میں نے ایک روز اپنے شیخ برحق سے عرض کیا کہ اس فقیر کو اپنے باقی ماندہ اعمال میں سے کچھ اور اشغال تعلیم فرمائیں۔ ارشاد فرمایا کہ یہ دو اشغال درود شریف بار بار کرو کہ ہمیں ہمارے مرشد برحق نے یہی دونوں شغل ہمیں مرتبہ سلوک کے اختتام پر تعلیم فرمائے تھے۔ ان میں اول ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ اس کے دو جز معطوف و معطوف علیہ۔ پہلے جز کو زیرِ ناف سے صدر تک کھینچ کر لاؤ اور دوسرے جز و آلہ کو قلبِ صنوبری پر ضربِ خفی لگاؤ۔

دوسرا شغل یہ ہے کہ اپنے دل میں دائرہ کی شکل میں بہ تمام تصور سے نہایت سفید اسمِ ذات قائم کرے اور سنہری رنگ ہو اس طرح دیکھے گویا کہ نمایاں طور پر دیکھ رہا ہے۔ اس طرح

الله الله الله

نور ۲۷: راہِ سلوک میں استقامتِ قلب کے لیے ہر نماز فرض کے بعد گیارہ مرتبہ پڑھیں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ربِّ کن مستقیم بحق اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ اور یہ ہمارے مرشد گرامی کی عنایت ہے کہ ایک روز دوپہر کے وقت حویلی سجادگی میں قیلولہ کے لیے تشریف لا رہے تھے میں نے عرض کیا کہ کوئی ایسا ورد عنایت فرمائیے کہ یہاں وظائف کے پڑھنے سے شغل میں کوئی حرج نہ پیدا ہو تو آپ نے یہ دعا تعلیم فرمائی۔

یہ دعا آخر ۱۳۲۲ھ یا ۱۳۲۳ھ کے اوائل میں تعلیم فرمائی تھی۔

نور ۲۸: اس فقیر کے اس خاندان سے اگر توفیقِ الٰہی کسی کی نصیب ہو اور اسے راہِ سلوک کا شوق دامنگیر ہو تو اسے چاہیے کہ اپنے خاندان کے سلسلہ

بدست اسم اعظم) سے دریافت کیا کہ حضرت وہ پنج تراکیب کونسی ہیں کہ ہمارے
خانوادہ سے مخصوص ہیں، وہ مجھے بھی تعلیم فرما دیجئے۔ ارشاد فرمایا: پنج گنج صغیر و کبیر و
اوراد خمسہ و اشغال خمسہ و شغل دوازدہم و نسخہ کیمیا۔ کہ ہم ان روز و شب پابندی کے بغیر ان کو عمل
میں لاتے اور بقدر ضرورت واقعی اس سے کام چلاتے ہیں۔

ان میں سے چار پہلی پر اسرار تراکیب میں نے ذہن میں رکھیں، نسخہ کیمیا کو میں
نے ترک کر دیا اور یہ نہیں کہ میں نے اس سے اجتناب کلی کیا بلکہ سر دست ذہن و دماغ
سے اُسے محو کر دیا اور پھر دوبارہ میں نے اس کا ذکر کیا نہ والد ماجد نے از خود تعلیم
فرمایا۔ پھر ایک روز اس فقیر نے اپنے مرشد برحق سے عرض کیا کہ حضور اس کا کیا
سبب ہے کہ یہ تراکیب بڑی منت و سماجت اور بڑی بے تابی و بے قراری اور
ناز برداشت اشتیاق کے بعد تعلیم فرمائی جاتی ہے۔ ارشاد فرمایا کہ قلیل محنت و
کثیر منفعت کے علاوہ اس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ طالب صادق اس کی
تحصیل کے شوق میں زیادہ سے زیادہ تصفیۂ باطن کی طرف متوجہ ہے اور اس امید
پر کہ دیکھنا ہے وہ کیسی عظیم دولت ہوگی جسے یوں چھپا چھپا کر رکھتے ہیں، برس ہا
برس اذکار و اشغال میں اپنے شب و روز ایک کر دیتا ہے چنانچہ طالب صادق
رکھنے والے اس پر عمل کرتے اور اپنے شیخ کے آستانے پر پڑے رہتے ہیں پھر
اس میں پیر کو یہ سہولت تھی کہ جب وہ طالب کی تکمیل جیسی کہ مطلوب ہے دیکھ
لیتے تو یہ تراکیب اُسے تعلیم فرما دیتے، ورنہ زمانہ نہ ایسے طالب ہیں نہ ایسے مرشد
اس لیے جو اس کا خواستگار ہو اُسے بتا دو کہ شاید اسی کو سہل اور بلا مشقت ہاتھ آنے
والا حلوہ نہ سمجھ کر ذکر الٰہی کی طرف متوجہ ہو اور آخر کار خود ہی سے مجاہدات میں
مصروف ہو جاتے۔

نور ۳۲: اسی طرح صوفیائے متقدمین کا طریق کار پروانہ خلافت مرحمت فرمانے
میں بھی تھا کہ وہ اس میں بڑی تاخیر فرماتے اور جب تک اُن کے
نزدیک وہ طالب کامل اور اہل خلافت نہ ہو جاتا پروانہ خلافت نہ سونپتے۔ اب

بھی یہی کرنا چاہیئے۔ البتہ اگر کوئی اپنی درخواست پر اصرار کرے تو تکمیل کا انتظار کیے بغیر
اسے خلافت نامہ دے دینا چاہیئے۔ اس لیے کہ حالات زمانہ دگرگوں ہے۔ ایسا نہ ہو
کہ یہ بد دل ہو کر دست بردار ہو جائے۔ جبکہ خلافت نامہ بخشنے میں کم از کم ایک فائدہ
یہ بھی ہے کہ اسے اس بات کا ہمیشہ لحاظ و پاس رہے گا کہ میں فلاں بزرگ کا خلیفہ
ہوں، اگر مجھ میں زیادہ لیاقت نہیں تو کم از کم اپنا ظاہر تو شریعت کے مطابق آراستہ
رکھوں تاکہ مخلوق لعنت ملامت نہ کرے۔ گویا یہ درحقیقت عطائے خلافت نہیں
بلکہ اس پر ایک بار ڈالنا ہے اور یہ بھی دینی فائدے سے خالی نہیں۔ یہ تقریر بھی بطور
دلیل جواب حضرت مرشد برحق کی ہے جسے میں حیطۂ تحریر میں لایا۔

نور ۳۳: اس فقیر کے مشائخ طریقت نماز فجر یا نماز چاشت کے بعد حویلی
سجادگی میں زبانی پڑھے جانے والے اوراد وظائف مثلاً
… زبانی، حزب البحر، دعائے قرشیہ، دعائے برہتیہ اور دعائے کبیر وغیرہ کی قرائت
میں مصروف رہتے۔ یہاں سے فراغت پا کر درگاہ معلیٰ میں حاضری دیتے مزار شریف
طیبہ پر … فاتحہ کے بعد پنجسورہ، اسمائے حسنیٰ باری تعالیٰ، اسمائے ۳۳ آیات، حروف
تہجی مع موکلات چہل اسمائے ادریسیہ، درود لکھی، درود مستغاث اور دعائے سیفی الحزب الیمانی
کی ترتیب سے بڑی ترتیب دلی خانقاہ میں پڑھتے۔ اس لیے انہیں بھی کہ ان کی نااہل
اولادیں ہیں، اپنے ان بزرگوں کا اتباع کرنا چاہیئے۔ غرض پنجسورہ وغیرہ سے فراغت
کے بعد اس سب کا ثواب سلاسل قادریہ چشتیہ سہروردیہ نقشبندیہ ابو العلائیہ
اور مداریہ وغیرہ کے تمام مشائخ کرام کی ارواح کو نذر کریں اور اپنا مرشد اگر بقید
حیات ہو تو اس کی عافیت کے لیے دعا کریں ورنہ اس کا نام فاتحہ میں شامل کر کے
اپنے لیے دعائے مغفرت کریں۔

نور ۳۴: یاد رکھیں کہ اس فقیر کو تصفیۂ باطن، تزکیۂ قلب اور تحصیل تجلیات
اسمائی و صفاتی کی غرض سے دعوت اسماء اور بعض دوسری دعاؤں
کے پڑھنے کا بارہا اتفاق ہوا ہے۔ چنانچہ اس فقیر نے بیس سال کی عمر میں خلوت

اختیار کی۔ دو تین سال کے عرصہ میں اکثر و بیشتر گوشہ نشین رہا۔ متواتر روزے رکھے
اور روزوں کے درمیان کبھی فصل طویل میں نے روا نہ رکھا اور اس مدت میں دو بار
بلکہ تین بار بلکہ اس سے زیادہ دعوت اسماء اور بہ تفصیل ذیل دوسری دعائیں بھی بہ طریق
معمول پڑھتا رہا۔

حزب البحر، سورۂ واقعہ، سورۂ مزمل، اسمائے اصحاب کہف، آیۂ اللہ لطیف
بعبادہ، دعوت چہل اسماء بطور ترکیب مختصر معمول خاندانی، اسم ہشدح سادہ، اسم
ہشدح با مؤکل، آیۂ کریمہ، اسم اللہ ولی الاجابۃ، اسم یا اللہ لعجائب۔
اسم یا شیخ عبد القادر شیئاً للہ، عمل شجرۂ نقد، عمل دعائے حیدری و عمل یا مقلب
القلوب۔

میں نے ان اسماء اور وظیفہ کو سالہا سال بار بار شرائط عامل کے مطابق پڑھا،
ادائے زکوٰۃ کا عمل کیا۔ ان اسمائے مبارکہ کی روحانیات اور تجلیات سے فیضیاب
ہوا۔ ترک ماکولات جلالی و جمالی و مکروہات کا پابند رہا، روزہ ناغہ نہ کیا، گوشہ نشینی
نہ چھوڑی۔ ارواح علویہ پر غلبہ و تسلط پا کر ان پر حکومت کی۔ اور اسی طور پر میں
نے بارہ سال بسر کیے۔

مذکورہ بالا اوراد کے علاوہ حرز یمانی، دعائے مشیخ، دعائے برہتی، دعائے
قدسیہ، آیات الحفظ، عمل چہار شنبہ، حروف تہجی مع مؤکلات، باری تعالیٰ کے ننانوے
اسمائے حسنیٰ، اور سی دسہ آیات کو برس ہا برس تک ہر وقت اپنا ورد بنائے رکھا۔
اب کہ روز بروز ناتوانی بڑھتی جا رہی ہے۔ ان میں سے بعض اوراد ترک کر چکا
ہوں اور ان اوراد کی بجائے کبریت احمر، دلائل الخیرات اور حصن حصین کا اضافہ
کر لیا ہے۔ قرآن کریم صد ہا بار ختم کیا بلکہ عجب نہیں کہ اپنی عمر میں تخمیناً ہزار بار
سے زیادہ تجاوز کر چکا اور دینی اور دنیاوی کثیر در کثیر کتابیں میں نے حاصل کیں۔
دنیاوی نذرانوں کا اوسط پانچ سو روپیہ سے کبھی کم نہ رہا۔ یہ سب کچھ عمل شجرۂ زر
کی برکت سے میرے اللہ نے مجھے خزانہ غیب سے پہنچایا۔ یہ عمل پچیس سال سے

میرا معمول ہے۔ کبھی ناغہ نہ ہوا۔ میں نے ان تمام اوراد کی ترکیب اپنے مجموعہ وظائف
میں لکھ دی ہے۔ اُسے دیکھیں اور عمل کریں اور ہر وہ شخص جو اس کی ہمت رکھتا ہے
اُسے عمل کی عام اجازت ہے۔

یوں ہی یہ فقیر نو سال کی عمر سے بیس سال کی عمر تک کلمۂ طیبہ سے ذکر جہر
نفی و اثبات میں بطور چار ضربی، چھ ماہ کی خلوت میں، حساب لگایا جائے تو ہر روز و
شب میں صد ہا ضربیں لگا کر ایک لاکھ سے زیادہ ضربیں عمل میں لا چکا اور اس کے
اسرار و رموز سے واقفیت حاصل کر چکا ہے

ع دل من داند و من دانم و داند دل من

شغل نفی و اثبات و اسم ذات حبس دم کے ساتھ اور بغیر حبس دم بجا لایا۔ برزخ
شیخ کی مشق اور دو شغل خمسہ اور شغل دو نیم میں سالہا مصروف رہ کر مہارت حاصل کر چکا
شغل آئینہ اور ملکوت و ملک و جبروت و لاہوت چاروں مقامات کے شغل ادا
کر چکا ہے۔ اسم ذات کے مراقبے بھی کیے ہیں، اور ہر قسم کے جلالی و جمالی امور میری
بندش میں رہے ہیں۔ غرض میں راہ سلوک میں طرز نسبت قلبی پا چکا ہوں یعنی برزخ شیخ سے
لے کر اس راہ کی منتہی منزل تک اپنے پیران عظام کی برکتوں سے فراغت مجھے نصیب ہو چکی
ہے، اور اب اپنے خاتمہ بالخیر کا متوقع ہوں کہ اللہ تعالیٰ ایمان و اسلام پر حسن خاتمہ نصیب
فرمائے۔ اب اس فکر کے علاوہ اور کوئی فکر نہیں۔ لیکن ان تمام دولتوں کے حصول کے
باوجود اگرچہ یہ سچ ہے کہ میں بندوں کی برابری کا بھی دعویٰ نہیں کر سکتا اور یہ میری
شکستگیٔ اعمال ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اس کی توفیق دے کہ میں بندہ بن جاؤں۔ ابھی تو مجھ
میں بندہ بننے کی بھی ہمت نہیں اور سوء خاتمہ کا خوف ہر وقت مجھے متزلزل و خوف زدہ
رکھتا ہے کہ اب بھی سگ و خوک سے اور بدچلنوں سے بدتر ہوں۔ اللہ ہی توفیق بخشنے
اور اسی پر بھروسہ بھی ہے۔ غرض وہ تمام شغل، اذکار، اور مراقبات وغیرہ جو کشف
القلوب میں مذکور ہیں، وہ سب فقیر آزما چکا ہے۔ اب تو لطائف غیبی کا منتظر ہوں۔
اللہ تعالیٰ ایمان پر خاتمہ نصیب فرمائے۔ آمین۔

نور ۳۵: کسی ولی خدا کی قبر سے فیض لینے کا طریقہ یہ ہے کہ اس بزرگ کے مزار پر حاضر ہو کر پہلے فاتحہ پڑھے اور اس کا ثواب صاحب مزار کو نذر کرے۔ پھر اس کے سینہ کے مقابل چہرہ کے سامنے کر پشت قبلہ کو رہے کی آنکھ بند کرکے چار زانو خواہ دو زانو بیٹھے اور تصور میں اپنا دل ان کی روح کے روبرو کر مثل آفتاب روشن ہے۔ لائے اور یہ خیال کرے کہ میرا دل اس بزرگ کی روح کے تحت ہے اور ان کی روح کا فیضان ان سے منتقل ہو کر نورانی قطرہ یا ... کی شکل میں یا بارش کے قطروں اور نسیم سحری کے جھونکوں اور ایسی ہی دوسری چیزوں کی مانند میرے دل میں آ رہا ہے اور میرا دل اس روح کے اوصاف ذاتیہ سے فیض پا رہا ہے اور اسی تصور میں مستغرق خاموش بیٹھا رہے۔ اگر ریاضت کے ابتدائی دور میں بہ حالت خاموشی لایعنی خیالات کا دل میں ہجوم ہو تو اس وقت انہیں دفع کرنے کی نیت سے اللہ اللہ کے شغل میں مصروف رہے۔ کچھ ہی دیر میں دل پر وہی کیفیت طاری ہوگی جس کا ذکر ابرزخ شیخ میں گزرا۔

اب اگر وہ روح صاحب نسبت بزرگ کی ہے تو اس کے فیضان سے حق جل مجدہ کا ذوق و شوق اور سکون قلبی حاصل ہوگا اور گریہ غالب آنے لگا کہ بے اختیار دل بھر آئے گا) اور برعکس ہے تو برعکس، جیسا کہ گزر چکا۔

اور اگر صاحب مزار سے دنیا میں ملاقات کر چکا ہے تو دل کو اسی صاحب مزار کی روح سے مربوط کرتے وقت اسے اس کی کسی برزخ انسانی میں جس میں اسے دیکھ چکا ہے، تصور میں رکھے۔ پھر بدستور باقی ماندہ ترکیب عمل میں لائے۔ ان شاء اللہ فیضیاب ہوگا۔

اولیائے الٰہی کے مزارات سے فیضیاب ہونے کا یہی طریقہ ہے اور اس کا بہترین وقت عصر و مغرب کا درمیان یا نماز فجر سے نماز اشراق کے درمیان ہے۔ مگر یہ لازمی نہیں، جب بھی آدمی کو وقت میسر ہو اسے عمل میں لائے۔

نور ۳۶: قبر میں میت کے عذاب و تنعیم کی شناخت کا طریقہ یہ ہے کہ بعد جب

معلوم یعنی چار زانو یا دو زانو بیٹھ کر آنکھیں بند کیے اور اپنے قلب کو اس کی روح سے مربوط رکھتے ہوئے جیسا کہ اوپر گزرا، کچھ دیر خاموش بیٹھا رہے۔ اور تھوڑے ہی عرصہ بعد اگر راحت و فرحت، دل پسندی و شادمانی، کشادگی و خندہ روئی وغیرہا کی کیفیت اس میں پیدا ہو تو یہ گمان کرے کہ میت مرحوم و مغفور اور نعمت و عشرت میں شاداں و مسرور ہے اور اسے کوئی وبال یا عذاب یا آزار نہیں۔

اور اگر اس کے برخلاف یہ کیفیتیں طاری ہوں اور فرحت و انبساط کی بجائے دل میں خفقان، خوف، دہشت، ہیبت، اور اکتاہٹ گھبراہٹ جیسی چیزیں وارد ہوں تو یہ سمجھے کہ میت گرفتار عذاب ہے، اس کے لیے دعائے مغفرت کرے۔
میت کے عذاب و ثواب کے بارے میں یہ ابتدائی کیفیت ہے۔ اور کثرت سے اس طریق پر ریاض و مشق حاصل ہو جائے تو ان شاء اللہ میت کے تنعیم و تعذیب کی تفصیلات بھی معلوم کی جا سکتی ہیں اور کس نوع کا عذاب ہے اور کس بنا پر۔ یہ جو کچھ لکھا گیا دو ایک ہی روز میں ذریعہ معلومات بن سکتا ہے۔

اور ہماری روح کو یہ ادراک دو مقامات سے ہوتا ہے۔ یا تو ان شاء اللہ مقام برزخ سے کہ روح مستقر اور اصل مقام ہے اور یہ خاصہ ہے اقطاب کا کہ صرف انہیں کو ان مقامات تک رسائی ہے۔ عوام الناس کے بس کی بات نہیں، یا پھر عالم مثال سے جیسا کہ گذشتہ ورق میں مذکور ہو چکا کہ عالم مثال میں ثواب یا عذاب اصلی برزخی کا عکس جلوہ نما ہوتا ہے اور عالم ارواح اس کا مشاہدہ کرتی اور اسے معلوم کر لیتی ہے پھر بھی پہلا مقام امر تبہ ظن پر ہے اور دوسرا اس سے بھی کم تر، اس لیے کہ ادراک اول فرد کامل ہے جبکہ ادراک ثانی ایسا نہیں۔

بہرحال اگر یہ دیکھے کہ میت اپنی قبر میں گرفتار عذاب ہے تو کسی اور سے اس کا ذکر نہ کرے۔ جس کی وجہ ظاہر ہے۔ بیان کرنے کی حاجت نہیں، البتہ اس کے لیے دعائے خیر و مغفرت کرے۔ ہاں اگر صاحب قبر بد مذہبوں، گمراہوں کے مشہور فرقوں میں سے کسی فرقہ سے تعلق رکھتا ہو تو اس کے اظہار میں پس و پیش نہ کرے۔

تاکہ دوسرے مسلمان ان گمراہیوں سے دور و محفوظ رہیں۔

نور ۳۷: اذکار و اشغال اور اوراد و وظائف میں مشغولیت سے جو انوار پیدا ہوتے ہیں ان کی متعدد کیفیتیں ہوتی ہیں اور ان کے مختلف الوان و اشکال۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ دل کا نور زردی مائل ہے چاند کی مانند، اور وہ نور کہ آفتاب کی طرح محض سفید دل میں تجلی ریز ہوتا ہے، وہ روح کا نور ہے، دل کا نور اسی نور سے روشن اور حاصل کرتا ہے کہ نور القمر مستفاد من نور الشمس چاند کا نور آفتاب کے نور سے مستفاد ہے، اور وہ نور جو جانب قبلہ سے نمایاں ہوتا ہے وہ نور ہے ہمارے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی روح پُر نور کا جو سالک کی رہنمائی فرماتا ہے۔

اور وہ نور جو دائیں جانب کے کاندھے سے متصل ہوتا ہے وہ اعمال حسنہ کے کاتب کا نور ہے اور بائیں کاندھے سے متصل اعمال سیئہ کے کاتب کا نور ہے اور وہ نور جو دائیں کاندھے کی سمت میں ہاتھ دو ہاتھ کے فاصلے پر معلوم ہوتا ہے وہ سالک کے مرشد کی روح کا نور ہے کہ اس کی رہنمائی کرتا ہے اور اس کے برخلاف بائیں کاندھے سے گز دو گز کے فاصلے پر جو نور ظاہر ہوتا ہے وہ ابلیس لعین کا نور ہے جو سالک کو گمراہ کرتا ہے۔

اب ان شیطانی نور کے ظہور کی پہچان یہ ہے کہ اس کے ظاہر ہونے سے دل میں پستی و وحشت اور خوف پیدا ہوتا ہے اور ایک قسم کی نفرت دل میں جاگزیں ہوتی ہے، اور وہ نور کہ سینہ و ناف کے مقابل، آگ یا دھوئیں کے رنگ میں نمودار ہوتا ہے وہ نفس کا نور ہے، اور وہ نور جو سالک کے گرداگرد اور ہر جانب اپنے احاطہ میں لیے ہوتا ہے اور اس کے نمودار ہونے سے حضوری قلب اور سرور و انس پیدا ہوتا ہے اور دل جمعی اور طمانیت قلبی میسر آتی ہے اور ایک ایسی کیفیت پیدا ہوتی ہے کہ اس کے ذوق و شوق کے باعث سالک اپنے آپے میں نہیں سماتا اور وہ نور اطراف معلومہ میں سے کسی طرف سے مخصوص نہیں ہوتا بلکہ اس کے جلوے ہر جانب یکساں ہوتے ہیں وہ نور حضرت حق جل جلالہ و عم نوالہ ہی نور سالک کا

مربی و مقصود اور مطلوب و محبوب ہے۔

اور وہ نور جو ان تمام انوار سے جو ہم نے بیان و تحریر کیے پہلے نمودار ہوتا ہے۔ سورج کی کرنوں اور بجلی کی طرح روشن، کبھی تجلی ریز، کبھی پس پردہ اور کبھی شمع و قندیل و فانوس یا آسمانی ستاروں کی مانند یا ایسی ہی دوسری روشن چیزوں کی طرح ہوتا ہے۔ یہ عموماً ابتدائی عالم مثال کا نور یا سالک وضو و غسل و طہارت کا نور یا نماز اور دوسری عبادتوں کا نور یا عالم بالا کے ملائکہ کا نور ہوتا ہے۔

یہ مختصر کیفیت ہے ان انوار کی جو مجاہدت قادریہ میں رونما ہوتے ہیں باقی انوار ریاضت و مجاہدات میں مصروفیت کے بعد خود بخود علم و ادراک میں آجاتے ہیں۔ سالک کو ان انوار کی وہ کیفیتیں جو ہم نے لکھیں اپنے دل و دماغ میں محفوظ و مضبوط رکھنی چاہئیں تاکہ ابلیس لعین کی فریب کاریوں سے امان میں رہے۔

نور ۳۸: سماع کے وقت وجد کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے یہ لوگوں کی طبیعتوں کے اختلاف سے اپنے احوال میں کچھ مختلف ہے کسی پر گریہ طاری ہوتا ہے کسی پر شگفتگی اور ہنسی، کوئی خاموش رہ جاتا ہے کوئی آہ واہ کرتا ہے۔ وعلیٰ ہذا وجد کے معنی ہیں وہ کیفیت جو دل پر طاری ہو خواہ طرب کی صورت میں یا اندوہ و ملال کی، البتہ اس میں کسی تکلف یا نمائش کا دخل نہ ہو اور ایک چیز ہے تواجد اس کے معنی یہ ہیں کہ آدمی اپنے اسباب اپنی کوشش سے مہیا کرے کہ وجد کی کیفیت پیدا ہو جائے یہ بھی محمود و پسندیدہ ہے بشرطیکہ نیت بالخیر ہو کیونکہ انما الاعمال بالنیات اعمال کا مدار نیت پر ہے، حضور نبی کریم نے صاحب حال کے اس حالت کے ورود کے وقت اس کی تعظیم و تکریم لازم قرار دی ہے، اس لیے کہ در اصل وہ اس تجلی کی عظمت ہے جو اس طالب پر جلوہ فرما ہے نہ کہ اس طالب کی ذاتی تعظیم، اب اگر اس کیفیت کا ظہور طالب کی جانب سے محض منافقت اور بہ نیت فریب دہی ہے تب بھی کوئی مضائقہ نہیں ایسے موقع پر حاضرین محفل کے لیے قرآنی حکم موجود ہے کہ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا اور جب وہ بے ہودہ پر گزرتے ہیں اپنی عزت سنبھالے گزر جاتے

ہیں، اور اگر وہ اصل و واقعی ہے اور کسی شخص نے اس کی تعظیم نہ کی تو اس شخص کی
نسبت سب ہونے یا نقصانِ عظیم پہنچنے کا قوی اندیشہ ہے۔

بہرحال تعظیم واجب ہے، وجہ اصل ہو خواہ نہ ہو۔ اس لیے کہ دلوں کے بھید
بجز علام الغیوب کے بجز کسی اور کو واقفیت نہیں اور اپنے گمان پر لگ کر اسے محض
نمائشی قرار دینا جیسا کہ بعض لوگوں کا وطیرہ ہے ہرگز روا نہیں کہ یہ بدگمانی ہے اور
بدگمانی شرعاً حرام اور طریقت میں حرام تر۔ ایسے مواقع پر مسلمانوں پر نیک گمان اور
ظنوا بالمومنین خیرا پر کاربند رہنا چاہیے۔

نور ۳۹: ابلیس لعین اپنا تختِ آتشیں کو اسمندر کے وسط میں بچھا کر بیٹھتا ہے
اور اس ملعون کی ساری ذریت آ کر اپنے اپنے کارنامے اس سے
بیان کرتی ہے کہ فلاں انسان کو ہم نے چوری پر اکسایا، فلاں کو زنا پر آمادہ کیا، فلاں سے
قتل کرایا، وعلیٰ ہذا القیاس ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے بدکرداروں کو اس پر
پیش کرتا ہے۔ اسی دوران اگر ان میں سے کوئی یہ کہہ دیتا ہے کہ میں نے فلاں طالبعلم
کو سبق یاد کرنے سے باز رکھا یا میں نے میاں بیوی کے درمیان جنگ و جدل کی
آگ بھڑکا دی، تو وہ ملعون اس خبر کو سن کر کھڑا ہوتا اور اسے اپنی آغوش میں لے کر
اپنے پاس بٹھاتا ہے۔

بعض دوسرے شیاطین جب یہ ماجرا دیکھتے ہیں تو آپس میں کہتے ہیں کہ اس
نے کونسا ایسا تیر مارا، ہم نے دوسروں سے ایسے ایسے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرایا اور
ہمیں یہ اعزاز تو نے نہ دیا۔ وہ کہتا ہے کہ تم نہیں جانتے، اس کی کارکردگی تم جیسے
سینکڑوں کی کارگزاری پر فوقیت رکھتی ہے۔ اب آؤ، میں تمہیں اس راز سے آگاہ
کروں۔ چنانچہ انہیں ہمراہ لے کر وہ ایک جاہل عبادت گزار کے دروازے پر گیا۔ اس
سے ملاقات کی اور کہا کہ میں جبریل فرشتہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارے پاس
بھیجا اور یہ فرمایا ہے کہ تمہاری عبادت ہم نے قبول کی۔ اب تم ہمارے پاس [illegible]۔ وہ
بے چارہ سادہ لوح جاہل اس مژدہ باطل سے خوش ہو گیا۔ اور شیطان اس کی آنکھیں بند

کرا کر پیشاب پاخانہ اور غلاظتوں کے ڈھیر پر لے پہنچا اور وہاں چھوڑ کر خود غائب ہو گیا۔

اس کے بعد وہ ایک عالمِ دین کے دروازہ پر پہنچا، انہیں آواز دی اور سلام کیا
اور پھر بولا کہ آپ کا درس و تدریس میں مشغول رہنا اور دوسروں کو فیض پہنچانا بارگاہِ
الٰہی میں شرفِ قبولیت پا چکا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے قربِ خاص میں طلب
فرمایا ہے تاکہ آپ کو اپنے تقربِ خاص کی خلعت سے سرفراز فرما کر آپ کی عزت
بڑھائے۔ عالمِ دین نے یہ بات سنتے ہی اپنا ہتھیار اٹھایا اور اس پر حملہ کر دیا۔
اور فرمایا کہ او بے غیرت! کیا تو اتنا بھی نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کے بعد کسی اور کے لیے جسمانی معراج نہیں۔ جبرئیل کسی کو لے کر نہیں لے گئے۔ معلوم
ہوتا ہے کہ تو شیطان ہے اور مجھے بد کہت میں ڈالنا چاہتا ہے۔ یہ فرمایا اور لاحول
ولا قوۃ الا باللہ کے موتی لڑی میں پروئے ابھی بآوازِ بلند پڑھ کر اسے بھگا دیا۔
شیطان نے اپنی اس ذریت سے کہا کہ تم نے دیکھا کہ ایک عالم اور جاہل کے معاملہ میں
کتنا فرقِ عظیم ہے۔

اس کے بعد شیطان لعین نے زن و شوہر کے درمیان جنگ و جدل کی بات
چھیڑی اور کہا کہ اس میں بھی بڑی مصلحتیں ہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ ان میں باہمی ناراضگی
کے باعث ہمارے دشمن بنی آدم کی نسل کا انقطاع ہے اگر نہ باہمی انبساط ہو گا، نہ
صحبت اختلاط، نہ پیدائشِ اولاد۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب ان پر آتشِ شہوت
کا غلبہ ہو گا اور باہمی ناراضگی کے باعث یہ آپس میں صحبت و ہم بستری بھی نہ کر سکیں
گے لامحالہ حرام کاری کی طرف متوجہ ہوں گے۔ اور اس طرح مجہول النسب اولاد وجود
میں آنے کی، ترکہ غیر مستحقوں کو پہنچے گا۔ نزولِ رحمت جس کا دارومدار باہمی اتفاق
و موافقت پر ہے، اس کی راہیں مسدود ہو جائیں گی اور بنی آدم سے خیر و برکت کا
زوال ہو گا۔ اس کے علاوہ اور بھی فائدے اس میں مضمر ہیں جن پر تمہیں واقفیت
حاصل نہیں۔"

میں نے یہ حکایت اس لیے تحریر کی ہے کہ ہمارے اس دور میں بھی لوگوں

جیسے میرا دل ہی جانتا ہے۔ اور اس میں لمحہ بہ لمحہ ترقی ہی ہوتی جا رہی ہے۔

جیسے کوئی پیاسا، پانی کی جستجو کرے، اور اسے پانی نہ مل سکے، اس وقت اس کی حالت کا تصور کرنا چاہیئے۔ یا اسے پانی تو مل جائے لیکن پی نہ سکے۔ اس وقت کی حالت کا نقشہ ذہن میں کھینچنا چاہیئے۔ کہ پانی دیکھ کر وہ کیسا مسرور ہو گا پانی کے علاوہ کوئی اور چیز نہ اس کی نگاہوں میں ہو گی اور کسی اور کی جانب وہ متوجہ ہو گا

دوسری تمثیل یہ ہے کہ کسی برسہا برس کے عاشق فراق زدہ کو اچانک وصل دوست میسر آئے اس وقت اس عاشق مہجور کا عالم کیا ہو گا۔ ذرا اس کا تصور تو کیجئے۔ غرضیکہ میں اس وقت ایک عجیب استغراق و تحیر کے عالم میں ہوا کرتا کہ کس طرح اپنی جان اس ذاتِ محبت پر قربان کر دوں اور خود فنا ہو جاؤں بہرحال میری حالت ایک دیوانہ سی ہے۔ اس کے علاوہ اس حالت وجدانی کو میں بیان نہیں کر سکتا۔ یہ حال ہے قال نہیں کہ الفاظ میں سما سکے۔"

ان بزرگ نے محرم ۲۶۳ھ کے اوائل میں راہ سلوک میں قدم رکھا اور اوائل محرم ۲۸۰ھ میں ان اسرار سے واقفیت نصیب ہوئی۔ اس کے بعد آخر عمر تک سیر فی اللہ میں مصروف رہے۔ اور ماہ محرم الحرام ۳۰۷ھ میں عالم قدس کو سدھار گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بڑھائے بڑے بزرگ اور نیک بخت تھے فقیر سے بڑی محبت فرماتے اور جب بھی ملاقات ہوتی ایسے ہی واقعات کے تذکرے رہتے۔ میں نے ان کی رحلت کے بعد ان کے احوال کا اجمالی تذکرہ کر دیا ہے۔ اگر زندہ ہوتے تو میں اتنا بھی زبان قلم پر نہ لاتا کہ اخفا ضروری ہے ورنہ محنت [illegible] جاتی ہے۔

؎ دانہ چوں اندر زمیں پنہاں شود
سرّ او سرسبزی بستاں شود!

نور ۴۳ ۱۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اوائل ریاضات میں حضرت شیخؒ نے مجھے نصیحت فرمائی تھی کہ اشغال و اوراد میں مصروفیت ۔

... ان جو بھی غیبی واردات در پیش آئیں، میرے علاوہ کسی اور سے نہ کہنا کہ کہیں زائل نہ ہو جائیں۔

مجھے یاد ہے کہ اسم ذات میں شغل کے دوران میری کیفیت ایسی ہو گئی کہ مجھے ذاتی ہوش نہ رہا اور صبح سے ظہر تک یہی کیفیت رہی۔ اب میں نے عرض کی تو فرمایا کہ بہت خوب اسے بیان کہتے ہیں، شیفتگی و حیرت زدگی۔

ایک روز شیطانی وسوسوں نے گھیر لیا جس کی تفصیل مجھے یاد نہیں۔ میں نے خدمت والا میں عرض کیا فرمایا ایک شیطانت ہے دہن نامی، یہ بھی دور ہو، مگر یہ بات بھی کسی سے مت کہنا تاکہ وہ دوبارہ نہ آ دھمکے۔ چنانچہ بتوفیقہ تعالیٰ ایسا ہی ہوا کہ پھر ایسے وسوسے کبھی نہ آئے۔ اور تمام وہم و گمان حضرت والا رضی اللہ تعالیٰ کی برکت سے دفع ہو گئے۔

نور ۴۳ ۱۔ راہ سلوک کے عقبات یعنی گھاٹیاں اور دشوار گزار رستے بارہ[۱۲] ہیں جو سالک کے رستے آتے اور اس کی راہ روکتے ہیں۔

کفر و شرک، تاکہ بندہ اسلام نہ لائے اور شرک نہ چھوڑے، حالانکہ ایمان لائے بغیر دولت عرفان تک رسائی محال ہے اور اس عقبہ کا علاج آدمی کے اپنے ہاتھ میں ہے یعنی اسلام کا قبول کرنا، اور شرک و کفر کو چھوڑ دینا۔

معصیت و گناہ سالک جب تک گناہ سے دور نہ بھاگے گا، اور راہ طاعت اختیار نہ کرے گا اس نعمت سے بے بہرہ رہے گا۔ اس عقبہ کا علاج توبۃ النصوح ہے یعنی سچی توبہ۔

شیخ کامل کے ہاتھ پر بیعت نہ ہونا۔ کہ جب تک یہ مرید نہ ہو گا دولت معرفت نصیب نہ ہو گی۔ اس عقبہ کا علاج بھی سالک کے اختیار میں ہے یعنی مرید ہونا۔

والدین کا وجود کہ ان کی شفقت محنت و ریاضت سلوک سے مانع آتی ہے۔ اس عقبہ کا علاج یہ ہے کہ اپنے والدین کو راضی رکھے اور ان سے پوشیدہ رہ کر جس طرح ممکن ہو مجاہدے کرے۔

۵. روزی و معاش کی فکر، کہ اگر بقدر ضرورت بھی روزی میسر نہیں، وہ کس طرح مطمئن اور یکسو ہو کر تزکیہ باطن کے لیے فارغ ہوگا۔

فکر پراگندہ روزی پراگندہ دل

اس عقبہ کا علاج یہ ہے کہ دل آدمی کوئی ہنر سیکھے تاکہ اس کے ذریعہ بوجہ حلال بقدر کفایت روزی کما سکے یا کوئی اور طریقہ ملازمت مزدوری وغیرہ، اختیار کرے، تاکہ ہلاکت سے بچے۔

۶. محبت دنیا، مثلاً جاہ و مال اور زن و فرزند کی محبت، کہ ان کی فکر و غم خواری میں فانی ہو کر ایسا ڈوب جاتے کہ کسی اور چیز کا خیال ہی دل میں نہ آئے۔ اس عقبہ کا علاج یہ ہے کہ دنیاوی مرتبوں اور جاہ و مال کی طرف رغبتوں سے قوت لا یموت یا بقدر کفایت روزی اس کے علاوہ ہر طرف سے نظر ہٹا لے، اور زن و فرزند کی خیر خواہی و غم خواری سے بھی اس طرح چھٹکارا حاصل کرے کہ دست بکار و دل بایار یعنی دل سے اپنے مالک و مولی کی طرف متوجہ رہے اور اعضائے بدن سے ان کی خبر گیری کرتا رہے۔

۷. شہوت و خواہش نفسانی کہ اس کا غلبہ جوانی کے عالم میں ایسا رہتا ہے کہ آدمی کی توجہ کسی اور طرف ہوتی ہی نہیں۔ اور علاج اس عقبہ کا یہ ہے کہ قدرت ہو تو نکاح کرے ورنہ روزوں کی کثرت اور طعام کی قلت پر عمل پیرا ہو۔

۸. بے قاعدہ مجاہدے، کہ اپنی خود رائی اور خود پسندی سے مقدم کو موخر اور موخر کو مقدم کر دے۔ اور شیخ کی تعلیم کے بغیر صبح کے مجاہدات شام کو اور شام کے صبح کو بجا لانا اختیار کرے، ایسے مجاہدوں کا کوئی مفید نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔ اور اس عقبہ کا علاج یہی ہے کہ جو کچھ شیخ کہے اسی پر کاربند رہے۔ اپنی رائے سے کوئی قدم نہ اٹھائے اس لیے کہ شیخ باطن کے نباض ہوتے ہیں وہ ان کے بالمقابل مرید کی باطنی نبض پر رہتے ہیں۔ اس لیے ہرگز ہرگز وہ کوئی علاج بے قاعدہ و بے ڈھنگا نہ کریں گے۔

۹. خلق خدا کا رجوع، کہ جب بندہ ریاضت و عبادت میں مصروف ہوتا ہے تو خلق خدا اسے دل جان کر اس کے گرد جمع رہتی اور اس کے قیمتی اوقات کو برباد کرتی ہے اور یہ سالک ان کی صحبت میں رہ کر خود بھی تباہ حال و پریشان ہو جاتا ہے۔ علاج عقبہ کا یہ ہے کہ آدمی یہ سوچے کہ میں مجھ میں سے پہلے کیا تھا کہ کوئی میری جانب متوجہ نہ ہوتا تھا اور اب کہ لوگ میری طرف متوجہ ہیں اس کا سبب اس طاعت و بندگی کے علاوہ کچھ اور نہیں تو مجھے چاہیے کہ میں اس طاعت و ریاضت میں پوری تندہی سے مصروف رہوں اور ہجوم کرنے والوں کو نہ دیکھوں۔ میری توجہ تو خالق کی طرف رہنی چاہیے۔

۱۰. خود بینی اور غرور و نخوت ہے کہ عبادت سے دل میں پیدا ہوتا ہے اور اس عقبہ کا علاج یہ ہے کہ آدمی اپنی حقیقت پر غور کرے کہ میں اس سے پہلے ایک مشت خاک یا ایک قطرہ ناپاک تھا۔ بلکہ کچھ بھی نہ تھا۔ محض طاعت و عبادت کی بدولت مجھے یہ مرتبہ حاصل نصیب ہوا۔ اس لیے مناسب یہی ہے کہ طاعت و عبادت کی ترقی میں کوشاں رہوں اور اس نعمت خداوندی کا شکر بجا لاؤں۔ نہ یہ کہ اس کے برعکس خود بینی و خود پسندی اختیار کروں اور ہلاکت میں جا پڑوں۔

۱۱. کشف و کرامت کہ جب سالک مقام ملکوت تک ترقی پاتا ہے تو اس مقام پر اگر غیبی امور اس پر منکشف ہونے اور کرامتیں اس سے صادر ہونے لگتی ہیں، یہ بے چارہ یہ سمجھتا ہے کہ میں کامل ہو چکا اور اس گمان کے پیچھے لگ کر تمام مجاہدات و ریاضتوں سے کنارہ کش اور بے نیاز بن جاتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ ہنوز دلی دور است۔ ابھی تو یہ دریت کے پا دے تک بھی نہیں پہنچا۔ ورنہ مت کہاں اور علاج اس عقبہ کا یہ ہے کہ سالک یہ خیال کرے کہ میری یہ حالت محض عارضی ہے کرامت بدرہ ملکوت کے طفیل حاصل ہوئی۔ جبکہ ملک و ملکوت میرا اصل مقصود نہیں مجھے اپنی حقیقی مراد منزل کی طرف متوجہ اور آگے بڑھتے رہنا چاہیے۔ بچوں کی طرح اس تماشہ میں نہ لگنا چاہیے۔

۱۲۔ ابلیس لعین، اور یہ دشوار ترین عقبہ ہے بلکہ تمام عقبات کا لبِ لباب اور خلاصہ ہے یہی وہ عقبہ ہے جو پلک جھپکتے سالک کو بلندیوں سے جہنم کے گڑھے میں پھینک دیتا ہے اور قربتِ خداوندی کے اوج سے حضیضِ بُعد میں گرا دیتا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ اور اس عقبہ کا علاج اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہر لحظہ اللہ سے مدد کا طالب ہو۔ اور خدائے تعالیٰ جل شانہ کے حول و قوت میں پناہ لے، اور فہم معنی کے ساتھ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کا ورد رکھے۔

نور ۴۴:۔ اگر کوئی بندۂ خدا اذکار و اشغال میں مصروف رہے۔ لیکن اس پر وہ احوال وارد نہ ہوں، جن کا ورود صوفیائے کرام پر ہوتا ہے تو اسے چاہیے کہ بددل نہ ہو کہ سعادت و خوش نصیبی صرف اسی پر موقوف نہیں کمالِ سعادت یہ ہے کہ آدمی کا دل نورِ ذکر سے منور و معمور رہے۔ تو جو کچھ اس دنیائے فانی میں میسر نہ ہو سکا وہ عالمِ آخرت میں نصیب ہوگا۔ اس لیے اپنے کام میں لگا رہے اور حق تعالیٰ کے ساتھ اپنے دل کا مراقبہ اور نگہداشت باقی رکھے۔ اس سے کبھی غافل نہ ہو۔ اس لیے کہ دل کا دائمی طور پر ذکر میں مشغول رہنا بارگاہِ الٰہی کے عجائب و اسرار کی کنجی ہے۔

نور ۴۵:۔ سوال: وہ کونسی نماز و عبادت ہے کہ ذکر و شغل میں داخل اور اذکار و اشغال کے مانند تصفیۂ قلب کا باعث ہے

جواب: یہ وہ نماز و عبادت ہے جو حضورِ قلب سے عمل میں لائی جائے۔ اگر یہی دونوں چیزیں حضوریِ دل سے ادا ہو جائیں تو کسی ذکر و شغل کی احتیاج ہی باقی نہیں رہتی۔ تزکیۂ باطن کے لیے یہی نماز و عبادت کافی ہے۔ اور حضورِ قلب نہ ہو تو نماز و عبادت کیا کوئی ذکر و شغل وقعت نہیں رکھتا اور نہ اس پر کوئی نتیجۂ خاص مرتب ہوتا ہے۔
اور فائدہ سے خالی یہ بھی نہیں کہ کم از کم ترکِ ادب سے پناہ دلا کر بچاتے ہیں۔

نور ۴۶:۔ یاد رکھنا چاہیے کہ جسم میں چند مقامات ایسے ہیں جن میں ہر مقام ذکر کی ضربات کا محل ہے اور حقائق و دقائق اور اسرارِ غیبیہ کا کشف اس

پر موقوف ہے۔ اوّل قلب صنوبری، اور یہ ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ بائیں جانب، بائیں پستان کے نیچے اور یہی روح کا اصل مرکب اور مرکز ہے۔ دوم قلب مدوری یعنی دماغ۔ سوم قلب نیلوفری یعنی ناف کہ کثرتِ اذکار کا مبدء ہے اور اسی ناف سے اذکار دماغ تک پہنچتے اور پھر قلب پر نازل ہوتے ہیں۔ یعنی اس کی ضرب اس پر لگاتے ہیں اور پھر ملک و ملکوت، اور جبروت و لاہوت کے حقائق کا انکشاف ہوتا ہے اور یہی عین مطلوب ہے۔

نور ۴۷:۔ تین چیزیں ہیں، ذکر، شغل اور مراقبہ۔ ذکر سے مراد ہے زبان کا فعل اور شغل کہتے ہیں قلب کے فعل کو، اور مراقبہ نام ہے کسی چیز کے تصور کرنے اور اسے اپنے خیال کے احاطہ میں لانے کا۔

نور ۴۸:۔ سالک کے آداب یہ ہیں:۔
۱۔ اہم ادب یہ ہے کہ جہاں تک بن پڑے، خدا سے بجز خدا کچھ اور طلب نہ کرے،

ع کہ حیف باشد ازو غیر او تمنائے

جب خدا بندہ کا ہوگیا، ساری خدائی اس کی ہے کہ مَنْ لَّہُ الْمَوْلٰی فَلَہُ الْکُلُّ

۲۔ جو بات زبان سے ادا کرے ادب سے کرے۔ بے ادبی کی کوئی بات کبھی زبان پر نہ لائے کہ جانِ ایمان ادب ہے خدا اور محبوبانِ خدا کا۔

۳۔ اپنے نفس کو آثارِ نعمتِ الٰہی کے ظہور سے پس پردہ رکھے جتنی قربِ الٰہی کے مراتب میں سے کوئی مرتبہ، خواہ قربِ نوافل سے ہو یا قربِ فرائض سے لگا ہوا ہے پوشیدہ رہے اور اس کے اسرار و رموز سے ناواقفوں کی طرح گزر جائے۔

۴۔ جس طرح حق تعالیٰ کو بالذات اپنے ظاہر و باطن کے حال پر مطلع سمجھتا ہے، یونہی بعطائے الٰہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس سے باخبر جانے تاکہ کوئی کام، کوئی بات خدا و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مخالفت میں سرزد نہ ہو۔ بلکہ اپنے شیخ کو کہ نیابتِ خداوندی کا پرتو اور حضرت انبیائے کرام کا جانشین ہے۔

اپنے احوال ہر دو نفت دیگر پر سمجھے تاکہ شیخ کے احکام کی خلاف ورزی کا بھی مرتکب نہ ہو کہ شیخ کامل کی مخالفت خدا اور رسول کی مخالفت ہے۔ اس ادب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ مراقبہ حیا و حفاظ سکھاتا ہے اور حیا و شرم سراپا خیر ہی خیر ہے۔

۵۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اتباع عبادات و عادات، و اقوال و افعال میں بیش از بیش اپنے اوپر فرض جانے اور ان کی بجا آوری میں پوری طرح کوشاں رہے کہ ہر شخص کی محبوبیت کا درجہ اسی سلسلہ کی لڑیوں میں آویزاں ہے۔

۶۔ حضرت رسالت مآب علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ کی اتباع کرنے والے، مثلاً سادات، مشائخ اور علمائے کرام اہل سنت و جماعت کو جانشین مصطفیٰ سمجھ کر ان کی تعظیم و احترام کی سعی تمام کرے، اور کسی وجہ کسی حالت میں اپنی جانب سے کوتاہی ہرگز نہ ہو۔

۷۔ اپنے شیخ کو اپنے حق میں، اپنے زمانے کے تمام مشائخ سے افضل و اکمل سمجھے اور اس کے حکم کو، اپنے حق میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے تبلیغ جانے اور اس کے کسی قول و فعل کو بے وقعت و حقیر گمان نہ کرے اور جو بات اس کی سمجھ سے بالاتر ہو اسے اپنے حق میں متشابہات کی لڑی میں پروئے رکھے۔

۸۔ مرید کو کہ اپنے مرشد کے علاوہ کسی اور کو اپنے نفس پر اختیار نہ دے اور اپنے شیخ کے روبرو ایسے رہے جیسے غسل دینے والے کے ہاتھوں میں میت، اعنی مردہ بدست زندہ، اور کوئی فعل ظاہر و باطن میں اپنے مرشد کے حکم کے بغیر عمل میں نہ لائے یہاں تک کہ بقدر امکان اپنا کھانا پینا اور ظاہری و باطنی دوسرے حرکات و سکنات سب کو اپنے شیخ کی اجازت و حکم پر موقوف جانے اور ہر اس کام میں جس کی اجازت اپنے شیخ سے نہ چاہے اپنی طرف سے کمی بیشی ہرگز نہ کرے، کہ مرشد برحق کا ہاتھ اپنے مرید و مسترشد کی جمعیت و مزاج کی نبض پر رہتا ہے اور وہ جانتے ہیں کہ خطرات و وساوس کے اختلاط کے منبع مشتمل یا کسی اور طور پر اخراج کی کیا تدابیر اس کے حق میں کارگر ہوگی۔ اس لیے اپنے مرشد کو دل و جان سے یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ کا مظہر یقین کرے۔

۹۔ ورود احوال و تجلیات کی فراوانی اس کے وہم و گمان سے باہر خواہ کتنے ہی جوش میں کیوں نہ آئے، اپنے مرتبہ کی حدود سے باہر نہ نکلنے دے، اور بزرگان دین سے ہمسری کا خیال بھی دل میں نہ آنے دے کہ اندیشہ ہلاکت ہے، بلکہ اس کے حق میں مناسب تر یہ ہے کہ خود کو تمام مخلوقات سے کمتر بلکہ کتے اور خنزیر سے بدتر اور خوار تر تصور کرے اور یہ مقام کمال انسانی کا مقام ہے اور دولت توفیق الٰہی کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سلطنت عظمیٰ اور خلافت کبریٰ سے مشرف اور خطاب لولاک لما خلقت الافلاک کے مخاطب ہونے کے باوجود اپنی مناجات میں یوں عرض فرماتے کہ "الٰہی مجھے مساکین میں زندہ رکھ، مساکین میں موت دے اور روز قیامت میرا مساکین کے گروہ میں حشر فرما" یہاں سے یہ بات آشکارا ہو جاتی ہے کہ عجز و انکسار کا مرتبہ کس قدر بلند ہے کہنا یہ ہے کہ تمام امور اور تمام اوقات میں خود کو اپنے مالک و مولیٰ جل و علا کی سپردگی میں رکھے اور کسی حالت میں کسی بات کا دعویٰ نہ کرے اور خود بینی کو نہ اپنائے خواہ باعث نفس و شیطان ہو یا لغزش قلب و روح کے باعث۔

۱۰۔ بظاہر مخلوق کے ساتھ رہے لیکن بباطن ان سے دور و منفرد اور خود کو حق میں مشغول رکھے۔

۱۔ مخلوق سے خلوت گزینی اور اپنی ذات سے گوشہ نشینی اختیار کرے یعنی جہاں تک بن پڑے مخلوق سے دور اور گوشہ نشین رہے اور خود اپنی ذات سے خود نمائی و پندار کو نکال پھینکے۔ اس طریقہ پر حواس خمسہ اپنی جگہ برقرار اور بے کار رہیں گے۔ یہ تمام تدابیر جمعیت قلبی اور دفع انتشار کے لیے ہیں اور اللہ تعالیٰ تک وصول کیلئے [illegible]۔

۲۔ اپنے خورد و نوش اور بات چیت اور سونے میں جہاں تک ممکن ہو قلت کو اپنائیں۔ (کم کھائیں، کم پئیں، کم بات چیت کریں اور کم سوئیں۔) اس میں عظیم فائدے مضمر ہیں۔ سلف صالحین قدست اسرارہم نے مہینوں بغیر کھائے پئے گزار دیں، یہاں تک کہ نور باطن اور قوت روح کی بدولت ملائکہ صفت ہوگئے انہیں اصلاً خورد و نوش کی حاجت نہ رہی۔ لیکن آخر الامر بپاس سنت نبوی اظہار عجز بندگی کم از کم غذا کو

تنبیہ فرمایا۔

راہِ سلوک کے آداب میں سے یہ بارہ آداب کم جو اُوپر تحریر میں آئے ہیں سالک کے لیے کافی ہیں۔ مگر سالک اپنے مرشد کے ارشادات پر کاربند رہے تاکہ منزلِ مقصود تک پہنچے۔ ان آداب کی رعایت اور ان کی بجا آوری سے مرشد برحق کی صحبت و ہم نشینی حسنِ ادب اور خوش عقیدگی کے ساتھ میسر آئے تو وہ کہیں زیادہ نفع بخش اور فضل تر ہے اس لیے کہ مرشد کے حضور ایک مجلس میں حاضری سے سرگرانیاں اور لاگ رکاوٹیں دُور ہو جاتی ہیں۔

نورہ ۴۹ :- فنا تین قسم پر ہے تاوقتیکہ وہ حاصل نہ ہو آدمی اس راہ میں بہرہ یاب نہیں ہوتا۔

فنائی اول۔ فنا فی الشیخ۔ یعنی آدمی اپنے مرشد کے تصور میں اپنے آپ کو ایسا فراموش کر دے کہ اپنا وجود اپنے شیخ سے جدا نہ سمجھے اور تمام حرکات و سکنات جو اس کے دست و پا سے صادر ہوتی ہے۔ ان کے متعلق یہ یقین رکھے کہ یہ شیخ کے دست و پا ہیں اور ان میں سکون و حرکت، میرے مرشد کے افعال اور نہیں کے تابع رہتے ہیں اور خود کو کسی طور پر بھی موجود نہ جانے۔ نہ حقیقت میں نہ تصور میں اور نہ فرضی طور پر۔

۲۔ فنا فی الرسول ہے کہ مضمون سابق کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت دے اور ہرگز ہرگز اپنے وجود کو اپنے وہم و گمان میں بھی نہ آنے دے۔ یہ فنا فنائے اوّل سے حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے کہ یہ سالک اپنے شیخ میں فنا ہے اور اس کا شیخ ذاتِ پاک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں فنا ہے تو یہ مرتبہ ثانی بآسانی میسّر آئے گا۔

۳۔ فنا فی اللہ۔ اور یہ وہ فنا ہے کہ جب نصیب آجاتی اور اپنی انتہا کو پہنچتی ہے تو تبدیلی بقا ہاتھ آتی ہے۔ یہ وہ فنا ہے کہ جب حضرت جنید بغدادی کو حاصل ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ میں چالیس سال سے بہ خدا متکلم ہوں اور لوگ سمجھتے ہیں کہ

میں اُن سے کلام کر رہا ہوں۔

اس قسم کے اور اقوال بہت سے بزرگانِ دین سے منقول ہیں۔ اس فنا کے حصول کے بعد سالک موحد بالذات ہو جاتا ہے کہ وجود کی شرکت بھی نہیں رہتی۔

نورہ ۵۰ :- قلوب العارفین فی حکم المساجد یعنی عارفین کے قلوب مسجدوں کے حکم میں ہیں حضرت مولانا رُومی فرماتے ہیں

بلہان تعظیم مسجد می کنند
در جفائے اہل دل جد می کنند
مسجد کاندر درون اولیا ست
سجدہ گاہ ہیں ست اہل جاہم خداست

یعنی سادہ لوح نادان، مسجدوں کی حرمت کا تو بڑا خیال رکھتے ہیں لیکن اہل دل دنیائے کرام کے ساتھ جفا و بے ادبی سے پیش آتے ہیں حالانکہ وہ مسجدیں جو دنیائے انہی کے باطن میں موجود ہیں وہ بھی سجدہ گاہ ہیں اور وہاں بھی جلوہ خاص خدا ہے۔

نورہ ۵۱ :- ہمارے شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عادت کریمہ تھی کہ جمعہ مبارک کے شب و روز میں سورہ کہف ایک ایک مرتبہ پڑھتے جیسا کہ حدیث نبوی میں وارد ہے اور بعد نماز عشاء آرام فرمانے سے قبل مسبحات ستہ یعنی وہ سورتیں جو سبح یا یسبح سے شروع ہوتی ہیں یعنی، سورہ حدید، سورہ حشر، سورہ صف، سورہ جمعہ، سورہ تغابن اور سورہ علی۔ اور ان سورتوں کے ساتھ سورہ الم سجدہ، سورہ ملک سورہ بنی اسرائیل اور سورہ زمر کی قرأت فرماتے اور گزشتہ اوراد ماثورہ جو حصن حصین کے یوم سہ شنبہ منزل ششم میں مذکور ہیں پڑھتے رہتے۔ خصوصاً سبحان اللہ وبحمدہ کا اکثر ورد رہتا۔

جمعہ کے روز نماز فجر کی پہلی رکعت میں الم سجدہ اور دوسری میں ہل اتی پڑھتے اور اکثر و بیشتر وتر کی پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورہ علی، دوسری میں سورہ کافرون اور تیسری میں سورۃ اخلاص تلاوت فرماتے جیسا کہ سنت بھی ہے۔

اور نماز وتر کے بعد دو رکعت نفل پڑھتے، پہلی رکعت میں سورۃ اذا زلزلت الارض دوسری رکعت میں سورۃ کافرون پڑھتے اور جب آرام کا وقت آتا تو سورۃ فاتحہ و سورۃ اخلاص پڑھنا آپ کے معمولات میں تھا۔ کہ پڑھ کر اپنے اوپر دم فرماتے اور پھر سو جاتے ان کے پڑھنے کے بعد کسی سے کلام نہ فرماتے اور تہجد کے وقت بیدار ہو جاتے۔

نور ۵۲:- ۱۲۶۰ ہجری کے ربیع الاول شریف کی ستر ہویں شب مرشد اعلیٰ حضرت سیدنا استاذ آل محمد عرف اچھے میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ سے فراغت پا کر جدی و مرشدی سید شاہ آل رسول احمد رضی اللہ عنہ اس فقیر کو جبکہ ابھی اس کی عمر صرف بارہ سال تھی اپنے ہمراہ اپنے سجادہ پر لائے، اور مجھے حکم دیا کہ مسند طریقت پر چار زانو بیٹھ جاؤں، چنانچہ میں بموجب حکم وہاں بیٹھ گیا اور خود حضرت والا نے دو زانو بیٹھ کر روبرو تشریف فرما کر ایک روپیہ نذر مرحمت فرما کر ارشاد فرمایا کہ مبارک ہو۔

یہ زمانہ میری کم سنی کا زمانہ تھا اس لیے میں اس راز کو نہ سمجھ سکا اور وہ روپیہ اپنے کمر بند میں باندھ کر آرام کے لیے بڑے دالان میں آیا اور اپنی رضائی والدہ کے ساتھ سو گیا جب صبح ہوئی اور میں بیدار ہوا تو دیکھا کہ کمر بند میں وہ روپیہ موجود نہیں، میں نے اپنی دادی صاحبہ سے عرض کیا کہ کل رات والا حضور نے مجھے ایک روپیہ مکان سجادہ میں دیا تھا اور ساتھ ہی دوسرے دن والا واقعہ پورا پورا بیان کر دیا۔ دادی حضور نے میری رضائی والدہ پر خفگی کا اظہار فرمایا اور انہیں حکم دیا کہ وہ روپیہ تلاش کریں بسیار کوشش کے باوجود وہ روپیہ ہاتھ نہ آیا اور اس واقعہ کو بیس سال کم و بیش گذر گئے تو حضرت قدس نے مجھے تنہائی میں وصیت فرمائی کہ اگر میرے وصال کے بعد خاندانی متوسلین تمہیں میرا جانشین بنانے کی تکلیف دیں تو نہ انکار کرو نہ اس سے یکسوئی کا اظہار، بلکہ اسے قبول کرو۔ بار بار یہی وصیت دہرائی چنانچہ ارشاد گرامی کے مطابق ویسا ہی ظہور میں آیا اور بعینہ واقعہ ہوا اور وہ نذر والا روپیہ گم ہو گیا تھا اس کا اثر یہ مرتب ہو کر دنیاوی اموال ہاتھ آتے ہیں، لیکن جلد ہی ہاتھ سے نکل

جاتے رہیں گرہ میں باقی نہیں رہتے۔ اور کبھی اموال دنیا جمع کرنے کی نوبت آئی نہ اس کی احتیاج ہوئی۔ الٰہی اپنے فضل و کرم تمام سے ہمیں دنیا و مافیہا سے محفوظ رکھ۔

آمین۔

پانچواں لمعہ (تابش ۵)

چند مسائل فقہیہ کے بیان میں

نورِ ۱: شخص واحد کی بات یقینِ کامل کے قابل نہیں اگرچہ وہ عادل ہو شریعت مطہرہ بھی شہادت میں دو عادل مسلمانوں سے کم کا قول قبول نہیں کرتی۔ اور یہ وہ حکم شرعی ہے جو خبر دینے والوں کے اختلافِ احوال کے باوجود مختلف نہیں ہوتا۔ مثلاً اولیائے کرام میں سے اگر کوئی ولی تنہا اس بات کی گواہی دے کہ عمرو پر زید کی اتنی رقم واجب ہے تو قاضی کے لیے اس کی اجازت نہیں کہ اسی شہادت کے موجب فیصلہ شرعی کرے، اگرچہ اس ولی اللہ کے صادق القول ہونے پر دل مطمئن ہے

اس کے مناسب ایک واقعہ لکھتا ہوں کہ ایک روز امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کی کہ حکم بن عاص کا قصور سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ سے میں معاف کرا چکا تھا، اب میں آپ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ انہیں مدینہ طیبہ آنے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ آپ کے صادق القول اور عادل ہونے پر مجھے یقین ہے لیکن قاعدہ شرعیہ کی رُو سے اس پر ایک اور شاہد عادل کی گواہی چاہیئے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات سنی تو خاموش ہو گئے پھر جب

سیدنا امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دورِ خلافت آیا تو یہی درخواست آپ نے ان کے حضور پیش کی۔ یہاں سے بھی وہی جواب ملا۔ پھر جب خود آپ کا دورِ خلافت آیا تو آپ نے حکم بن عاص کو مدینہ طیبہ آنے اور وہاں قیام کرنے کی اجازت دی، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے بنفسِ نفیس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان کی معافی کا حکم حاصل کر لیا تھا اور آپ کو اس حکم پر علم الیقین حاصل تھا اور اس پر کسی اور شاہد کی حاجت نہ تھی۔

اس بات کو اچھی طرح سمجھ کر ذہن نشین کر لیں عقلمند کو اشارہ کافی ہوتا ہے۔

نورِ ۲: فاسقِ معلن کو کہ علی الاعلان بیباکانہ فسق و فجور کا ارتکاب کرتا ہے، ابتداءً سلام نہ کیا جائے اور اس کے ہم نشین نہ بنو اور نہ اس سے گفتگو کا دائرہ پھیلاؤ۔ نہ اس سے ربط ضبط بڑھاؤ۔ بلکہ اس سے دُور دُور رہو۔ اگرچہ وہ تمہارا فرزند ہی کیوں نہ ہو۔ یہی حکم شرعی ہے۔ اور یہی ایسوں کی سزا ہے۔ کیا عجب کہ دل میں شرما کر راہِ راست پر آ جائیں اور یہ سرزنش انہیں نیکوکار بنا دے۔ افسوس صد افسوس کہ تم روزانہ نماز وتر میں، وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ کہ ہم جدا ہوتے اور اس شخص کو چھوڑتے ہیں جو تیری نافرمانی کرے، پڑھتے ہو مگر اس پر عمل نہیں کرتے۔ یا پھر یہ بات ہے کہ تم روزانہ اپنے مالک و مولیٰ سے دروغ گوئی کو آسان سمجھتے ہو۔ میرے عزیز! اگر اس پر عمل کرو گے تو جھوٹ کے وبال سے نجات پاؤ گے ورنہ یہ بڑی بے باکی اور بے دردی ہے۔ دوسرے لوگ اپنے برابر والوں سے جھوٹ بولتے نہیں اور تم اپنے خدائے عزوجل سے جھوٹ بولتے رہتے ہو۔

> ببیں تفاوتِ راہ از کجاست تا بکجا

بہرحال یہ تمہارے اختیار کی بات ہے ہاں اگر ترکِ تعلق پر تم کوئی قدرت نہیں رکھتے تو یہ بیان کا ثانی درجہ ہے، تو انہیں نصیحت کرو اور جہاں تک بن پڑے ان کو ہدایت کرو، انہیں شرم دلاؤ اور اگر اس پر بھی قدرت نہیں تو دل سے اُن کی محبت نکال دو اور انہیں برا سمجھو کہ یہی ایمان کا ادنیٰ درجہ ہے۔

نور ۳: وضو کرتے وقت اپنے منہ اور ناک کو خوب پاک صاف کریں۔ اور پانچوں وقت مسواک کریں تاکہ غذا کے ریزوں اور بدبو سے منہ کی صفائی ہو جائے۔ یہ مسواک کرنا سنت بھی ہے کرنا مگر اور دانت کو اس کی بدولت پاکیزہ دہن سے انسیت ہوتی ہے ورنہ نہیں اور اس کے ہم جنس بنی آدم سب کو اس سے ایذا پہنچتی ہے اور وہ اس سے نفرت کرتے ہیں۔

نور ۴: سلام کئے اور اجازت لیے بغیر کسی کے گھر میں داخل نہ ہو۔ بلکہ اپنے گھر میں جب تب بھی ایسا طریقہ اختیار کرو کہ گھر میں رہنے اور سکونت اختیار کرنے والوں کو تمہاری آمد کی اطلاع مل جائے گھر والوں کے حق میں کافی ہے۔ اور اس حکم میں بڑی حکمتیں اور بے شمار فائدے ہیں تمہیں کیا معلوم کہ اس وقت اہل خانہ کس حالت و کیفیت میں ہیں مثلاً ہو سکتا ہے کہ اس وقت کوئی شخص مرد خواہ عورت، نہانے دھونے میں مصروف ہو۔ جبکہ اکثر غریب گھروں میں باقاعدہ غسل خانے نہیں ہوتے بلکہ بے پردہ ہو یا بے فکری سے مصروف کار ہو دامنہ شرعی سے خارج و علی ہذا القیاس

پھر حکم قرآنی بھی یہی ہے کہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا الآیہ۔

اے ایمان والو اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ کر لو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ تاکہ تم نصیحت پکڑو۔"

نور ۵: اپنے ماں باپ اور استاد یا پیر کو ان کا نام لے کر نہ پکارو کہ بے ادبی ہے۔ اسی طرح بیوی شوہر کا نام نہ لے۔ بلکہ جیسا کہ ہمارے شہروں میں رواج ہے۔ شوہر بھی اپنی بیوی کا نام لے کر ندا نہ کرے کہ لوگ اسے بے شرمی پر محمول کرتے ہیں اور ایسے امور میں رسم و رواج کی پاسداری سے بھی منہ نہ موڑنا چاہیئے۔

نور ۶: فضول و بیہودہ، لغو و بے فائدہ مذاق کسی سے نہ کرنا چاہیئے خصوصاً ایسا مذاق جس میں جھوٹ تہمت تراشی، کسی کی دل آزاری یا گالی

جائے کہ یہ حرام ہے۔ ہاں ایسا مذاق جو مباح ہو یعنی ممانعت شرعیہ سے پاک صاف ہو کبھی کبھی محض دوست کی پسند خاطری اور اپنی نشاط طبعی کے ماتحت ہو عمل میں آ جائے تو چنداں مضائقہ بھی نہیں۔ البتہ اس کی عادت نہ ڈالے کہ لا یعنی بھی اور اس سے وقعت بھی کم ہوتی ہے۔

نور ۷: جاننا چاہیئے کہ خندہ تین قسم پر ہے۔ تبسم، ضحک اور قہقہہ۔ تبسم یعنی مسکراہٹ یہ ہے کہ اس کی آواز نہ کسی تک پہنچے نہ اپنے کانوں میں آئے صرف ہونٹوں میں خفیف سی حرکت پیدا ہو اور ہو سکتا ہے کہ لب کھل کر سامنے کے دانت نمایاں ہو جائیں۔ اور ضحک یعنی ہنسی یہ ہے کہ اس کی آواز صرف ہنسنے والا سن سکے، کوئی اور۔ اور قہقہہ یہ ہے کہ اس کی آواز خود یہ بھی سنے اور دوسروں کے کانوں تک بھی پہنچے اگرچہ وہ دوسرا اس کے برابر ہو۔ سو ان میں تبسم یعنی مسکرانا جائز ہے بلکہ مسنون اور قہقہہ مکروہ و مورث غفلت اور دقت ہے ذلت۔ ہنسنے ہنسانے کو ... ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے کہ کثرۃ الضحک تمیت القلب۔

نور ۸: جتنا قرآن پاک زبانی یاد ہو اسے محفوظ رکھو ورنہ کل بروز قیامت قبر سے نابینا اٹھائے جاؤ گے۔ قرآن عظیم کو قصداً بھلا دینا گناہ عظیم ہے

نور ۹: سجدہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک سجدہ عبادت دوسرا سجدہ تحیہ یعنی سجدہ تعظیم و تکریم کہ کسی کی عظمت و وجاہت کے اظہار کے لیے بالقصد ادا کیا جائے۔ جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں اور ان کے والد ماجد اور والدہ ماجدہ نے آپ کو کیا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں نے جو سجدہ کیا تھا وہ بھی سجدہ تعظیمی تھا۔ اب شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ میں یہ بھی حرام ہے البتہ کفر نہیں۔ اور اسے کفر کہنا درست بھی نہیں کہ کفر کسی شریعت میں مباح نہیں ہو سکتا۔ یونہی بیت اللہ شریف کے علاوہ کسی اور چیز کا طواف کرنا حرام ہے۔ ہاں مدہوشی اور عالم وارفتگی میں ان کا صدور ہو جائے یعنی کسی پر انتہائی شوق و محبت غالب ہو اور بوقت مدہوشی اس کا یہ عالم ہو جائے کہ عقل جاتی رہے اور ہوش و حواس گم

ہو جائیں، اور اسی عالمِ کیف میں وہ سجدۂ تحیّت یا طواف بجا لائے تو اس کی بیخودی اور بے اختیاری کی وجہ سے اس کی گرفت نہ ہوگی جیسا کہ مجنونوں اور پاگلوں سے باز پرس نہیں ہوتی کہ ؎

سلطاں نہ گیرد خراج از خراب

اور اگر کوئی طوافِ غیر کعبہ پر مجبور ہی کر دیا جائے تو طواف کرے مگر نیتِ طواف نہ کرے کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ

نور ۱۰ :- قرآن کریم مجمع میں آہستہ پڑھنا چاہیے، بخصوص اس وقت کہ حاضرین کی اِدھر اُدھر توجہ نہ ہو یا حکمِ قرآنی ہے کہ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ط (جب قرآن پڑھا جائے تو اسے سنو اور چپ رہو۔ اس امید پر کہ رحم کیے جاؤ)

واقف نہ ہوں یا غافل نہ ہوں یا دیدہ و دانستہ جانتے بوجھتے غفلت اختیار کریں یا دنیا کی بات چیت میں محو و مستغرق ہوں تو ایسی صورت میں تلاوت کرنے والے اور سامعین دونوں ہی گناہ گار ہوں گے۔ قرآن خوانی کی مجلس میں اس کا ضرور خیال رکھیں ورنہ گناہ لازم آئے گا۔ البتہ دینی مکتبوں میں تعلیم و تجسس اور حفظِ قرآن کی خاطر بچے اگر با آواز بلند پڑھیں تو اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ یہی درکار ہے۔ ورنہ تلاوت قرآن شریف میں حتی الامکان احتیاط برتیں اور تنہائی میں عوام کا اژدحام کی ... سے دور بیٹھ با ادب تمام تلاوت میں مصروف ہوں۔

نور ۱۱ :- کسی مشرک و کافر مرد و عورت اور بد عملی اور اعلان گناہ کے مرتکب فاسق مسلمان جسے فاسق معلن کہتے ہیں اور ان جیسے دوسرے، ان میں سے کسی کی مدح و ستائش تعریف و توصیف نہ کریں جیسا کہ بے باک جاہلوں کی عادت ہے کہ سماع حرام سنتے ہیں اور پھر اس کی تعریف کرتے اور کہتے ہیں کہ کیسی اچھی قوالی تھی، اور درد لگنے دل تھی۔ کیسی قیامت کی خوش آوازی تھی اور کتنے نفیس گا رہی تھی بلکہ ان میں بعض بے شرم تو ایسے ہیں کہ باری تعالیٰ کیلیے مخصوص تعظیمی کلمات مثلاً "سبحان

ماشاء اللہ وغیرہ، ان بیہودہ کلماتِ ستائش سے ملا دیتے اور سرحدِ کفر تک پہنچ جاتے ہیں۔

اسی طرح ظالم و فاسق امراء و حکام کی بعض لوگ تملق و چاپلوسی کرتے اور حد سے زیادہ ان کی جھوٹی تعریف میں اونچی اڑان اڑتے ہیں یہ بھی قریب کفر ہے۔ مسلمانوں کو ایسی نامعقول اور بیہودہ حرکتوں سے توبہ کرنی چاہیے۔ کہ حرام تو یقیناً ہے اور بعض اوقات تو اندیشہ کفر بھی۔ شرعاً تو ایسے نابکاروں کی ہجو، اور خدا ہمت و توفیق دے تو ان رو در رو منہ کے سامنے ان کے کردار پر لعنت و ملامت کرنی چاہیے۔ تاکہ وہ پشیمان اور شرمندہ ہو کر اپنی بدکرداری سے توبہ کریں، اور اگر اس پر قدرت نہ ہو اور مصلحتِ شرعیہ اس کی اجازت دے تو اس کی غیر موجودگی میں، اس کی ناکردنی حرکتوں پر ضرور لعن طعن کریں۔ تاکہ دوسروں کی چشمِ عبرت کھلے۔ اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو کم از کم اپنے دل میں ان کی اہانت کریں انہیں دل سے قابلِ نفرت و ملامت سمجھیں۔ اور یہ ایمان کا آخری درجہ ہے۔ اتنا بھی آدمی نہ کر سکے تو پھر انہیں کے زمرہ میں شمار کیا جائے گا۔ اور انہیں کے ساتھ بروزِ حشر اٹھایا جائے گا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ

نور ۱۲ :- اپنے خاندان اور اپنے آباؤ اجداد کا حسب نسب نہ چھپائیں اور نہ خود کو دوسروں کی طرف منسوب کریں کہ شرعاً سخت ممنوع ہے۔ اور ایسے لوگ بحکم حدیث صحیح لعنت ہی کے مستحق ہیں۔ خدا اپنی پناہ میں رکھے

نور ۱۳ :- کسی غیر محرم اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ بیٹھیں کہ شیطان عین تمہاری تاک میں، تمہاری آبرو کے درپے اور گھات میں ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تمہیں کسی حرکت میں ڈال دے اور تم سے کوئی کبیرہ گناہ سرزد ہو جائے۔

ایک روز ابلیس پر تلبیس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ میرے حق میں آپ دعائے خیر فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میرے قصور معاف فرمائے اور میری خطا سے در گزر فرمائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں متوجہ ہو کر یہ بات عرض کی۔ ارشاد ہوا کہ آپ اس ملعون سے کہہ دیں کہ اب پہلے آدم علیہ السلام

کی قبر کو سجدہ کرے۔ ابلیس لعین نے جب آپ سے یہ بات سنی تو پھر اپنی فطری خباثت پر اتر آیا اور صاف انکار کر دیا۔ کہنے لگا کہ اے موسیٰ جب میں نے خود آدم کو سجدہ نہ کیا، تو اُن کی قبر کو کیسے سجدہ کروں گا۔ بہرحال آپ نے مجھ پر بڑا احسان کیا گرچہ میں اپنی شومیٔ قسمت کے باعث محروم کا محروم رہا۔ اس لیے میں آپ کو یہ تین باتیں بتاتا ہوں۔ آپ اپنے امتیوں تک پہنچا دیں اور وہ یہ کہ مجھے تین اوقات میں اپنے پاس ہی جانیں۔

۱۔ جبکہ اجنبی مرد و اجنبی عورت تنہائی میں ہوں۔

۲۔ جبکہ غصہ و غضب کی حالت ہو۔ اور

۳۔ کافروں سے جہاد و قتال کے وقت کہ اس وقت میں انہیں اُن کے زن و فرزند اور قرابت دار یاد دلاتا ہوں کہ وہ ان کی محبت میں بے قرار ہو کر راہ فرار اختیار کرتے ہیں اور غصہ جب شدت کو پہنچتا ہے تو میں اس کی عقل زائل کر دیتا ہوں اور باپ کو بیٹے سے، بیٹے کو باپ سے الگ کر دیتا ہوں، یہاں تک کہ ان میں باہمی قتل و قتال تک نوبت پہنچا دیتا ہوں۔ اور اجنبی مرد و عورت کی تنہائی میں اُن پر ایسا غلبہ پا لیتا ہوں کہ اس وقت مجھ سے رہائی پانا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ اس وقت میں انہیں زنا پر آمادہ نہ کر سکوں، یا اس کے قریب نہ لے آؤں۔

نور ۱۴: مسلمان کو کافر کہنا، اس کے قتل سے بدتر ہے۔ بشریعت مطہرہ میں اس پر بڑی وعید آئی ہے۔ ارشاد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے لَا بَاءَ بِهٖ اَحَدُهُمَا یعنی جو شخص اپنے بھائی کو کافر کہے تو اس کلمہ کے ساتھ دونوں میں سے ایک لوٹے گا۔ یعنی یہ کلمہ دونوں میں سے ایک پر پڑے گا۔ یوں ہی مسلمان پر لعنت کرنا بھی اشد گناہ کبیرہ ہے۔ والعیاذ باللہ۔

نور ۱۵: اگر کسی کی دو بیویاں ہوں تو دونوں میں عدل و سلوک میں برابری کرے ورنہ ایک کے ہوتے دوسری کو نکاح میں نہ لاؤ یہی قرآن کریم

کا حکم صریح ہے۔

نور ۱۶: خدارا اللہ تعالیٰ کے حرام کو حلال نہ جانو، ورنہ کفر کے وبال میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ اس لیے کہ جس کی حرمت قطعی ہے اُسے حلال جاننا کفر صریح بھی ہے۔ گناہ کو حرام جان کر اس کا مرتکب ہونا گناہ ہے۔ اور اس گناہ کو حلال جان کر اس کا ارتکاب کرنا گناہ بالائے گناہ ہے کہ کفر تک پہنچاتا ہے۔ جیسا کہ ابھی ہم نے بتایا۔

نور ۱۷: سچی گواہی کو بلا ضرورت و بلا مصلحت شرعیہ چھپانا بڑا گناہ ہے اور جھوٹی گواہی کفر و بت پرستی کے برابر ہے۔ ارشاد قرآن کریم کا ارشاد ہے۔

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ

"اور شہادت کو نہ چھپاؤ اور جو اسے چھپائے گا اس کا دل گنہگار ہوگا۔"

نیز ارشاد فرمایا فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ ۔ بتوں کی ناپاکی سے بچو اور جھوٹی بات سے بچو اللہ کے لیے باطل سے حق کی طرف مائل ہو جاؤ۔

نور ۱۸: اور ادائے شہادت واجب ہونے کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ جس قاضی کے پاس ادائے شہادت کے لیے بلایا جاتا ہے وہ عادل، انصاف پسند، نیک کردار، نیک سیرت، مسلمان ہو، ورنہ گواہی دینا واجب نہیں۔ اور آجکل کچہریوں میں گواہی دینے کی جو صورت ہے وہ اہل معاملہ پر مخفی نہیں۔ وکیل مدعی جھوٹ بولنے پر زور دیتے ہیں، اور وکیل مدعا علیہ جھوٹ بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسی گواہی دینے سے خود بچتے۔ (بہار شریعت)

نور ۱۹: نابالغوں اور غیر مکلفوں (مثلاً مجنونوں اور مجذوبوں) کا گناہ لکھا نہ جائے گا، لہٰذا ان کے ذمہ دار ولیوں اور مربیوں کی غفلت و لاپرواہی یا چشم پوشی کے باعث جو افعال ان سے سرزد ہوں، یا ان کی اجازت انہیں دیدی

جائے۔ تو اب اس کا گناہ ان مربیوں پر ہوگا۔ مثلاً کسی نابالغ بچے کا مربی اُسے شراب نوشی سے نہ روکے یا خود اُسے پلائے تو اس صورت میں شراب نوشی کا گناہ بچہ یا غیر مکلف پر نہیں، اس کے ولی پر ہے۔

اس مسئلہ کا ہمیشہ لحاظ رکھنا چاہیئے کہ جہالت اور ناواقفیت کے سبب ہونے سے بہت سے واقعے رونما ہو جاتے ہیں لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تو نا سمجھ ہیں، اور ان کے معاف ہے یہ جو کرتے ہیں کرنے دو۔ انہیں اس سے روکو مت بلکہ مشاہدہ ہے کہ بعض کے ولی و سرپرست خود ہی ان سے گناہ کراتے ہیں مثلاً راگ رنگ اور ناچ گانے کے مجمع میں جانے سے انہیں نہیں روکتے، روکنا کیسا درستی نہیں ترغیب دیتے اور سمجھتے یہ ہیں کہ ان پر کوئی گناہ نہیں، تو تنبیہ یا ڈانٹ ڈپٹ کی کیا ضرورت ہے۔ نادان تعلقو! اگرچہ یہ بات صحیح ہے کہ ان پر اس کا گناہ نہیں مگر تمہیں اس سے چھٹکارا کب نصیب ہوگا۔ تم تو گناہ میں پکڑے جاؤ گے۔

نور ۲۰: اولاد جب تک بالغ نہ ہو جائے اُن کی ترتیب و پرورش ماں باپ پر فرض ہے، اس کے بعد نیک سلوک و احسان۔

نور ۲۱: شریعت مطہرہ نے عورت کو کہ سراپا عورت مستورہ اور پردہ و حجاب میں رکھنے کی غرض سے پردہ کا حکم فرمایا ہے اور یہ دو قسم پر ہے ایک حجاب اور دوسرا ستر۔ حجاب یہ ہے کہ عورت خانہ نشین رہے اور غیر محرم کی نگاہ سے بالکلیہ دور رہے، اور ستر یہ ہے کہ منہ کی ٹکلی اور دونوں ہتھیلیوں کے علاوہ سارے جسم کو دبیز کپڑوں سے چھپائے رکھے۔ ایسا کہ سر کے بال اور کنپٹی سمیت ایک بالشت بھی بدن کا اوروں پر ظاہر نہ ہو نہ کھلا کھلا، نہ نمایاں ہو اور نہ تنگ یا باریک کپڑے کی وجہ سے کہ رنگت جھلکے، اور بدن کی ساخت چھلکے۔

قسم اول یعنی حجاب اہل بیت نبوت کی سیدات علیہم الصلوٰۃ والتحیۃ پر فرض ہے اور امت کی دوسری مسلمان بیبیوں کے لیے مستحب اور باعث ثواب۔ اور دوسری قسم یعنی ستر یہ تمام آزاد مسلمان عورتوں پر فرض ہے۔ اور اب اس زمانہ میں، کہ بدقسمتی

ہے کی کمزوری سے علمائے شریعت نے کہ درحقیقت حکیمان امت اور حاکمان شریعت ہیں فساد زمانہ کے پیش نظر آزاد عورتوں کو حجاب کا حکم دیا ہے کہ وہ بغیر ضرورت شرعیہ کے علاوہ گھر سے باہر قدم نہ نکالیں، خانہ نشین رہیں۔

ہمارے ان اطراف میں شرفاء اور اہل عزت میں یہ کیا اچھا رواج ہے کہ شروع سے گھر کی چہار دیواری کو عورتوں کے لیے قید خانہ کی مانند بنا دیا ہے اور حجاب کامل کے بغیر عورتوں کو گھر سے نہیں نکلنے دیتے۔ یہ رسم اصل بدعت سیئہ کے مفاسد میں کسی قدر گوارا اور عافیت ذہنیتی پر بنی ہے اجو جنگل لباس کی نمائش خواہش اور برائے نام پردہ میں مستور دی گئی ہے۔ کہ لوگ فرض کو چھوڑ کر حرام ذلیل پڑ گئے۔ اور اس عفت و غیرت دونوں کو برباد کر بیٹھے ہیں، اور عام یہ ہے کہ شریف بی بیاں اپنے چچا زاد، پھوپی زاد، خالہ زاد، ماموں زاد کے بیٹوں شوہر کے چھوٹے بڑے بھائیوں، اور اپنی بہنوں کے شوہروں یعنی بہنوئیوں وغیرہ نامحرموں سے کوئی پردہ نہیں کرتی ہیں۔ اور ان کے سامنے نہ صرف بے حجاب بلکہ محض بے ستر رہتی ہیں تنگ و چست اور ایسے باریک کپڑے استعمال کرتی ہیں کہ پیٹھ اور پیٹ، گلا اور سر نہ بال رہتا ہے اور سر کا کھلا رکھنا، چادر چھوڑ کر بیٹھ دونوں پنڈلیوں، ہاتھوں، بازوؤں اور گردن کا کھلا رہنا تو جیسے کسی حساب ہی میں نہیں، بدن کے یہ حصے تو گویا محض برہنہ رہتے ہیں، اور پیٹھ اگرچہ پوری نہیں کھلی رکھتیں، لیکن باریک کپڑے اس سے چمٹا کر گویا کہ بے پردہ ہی رہتی ہیں۔

فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

سچی بات تو یہ ہے کہ ایسی شریف بی بیوں سے جاہلوں اور غریبوں کی عورتیں کہیں بہتر ہیں کہ اگرچہ وہ گھروں سے باہر نکلتی اور بازاروں سے گزرتی ہیں مگر ان کے کپڑے دبیز اور موٹے ہوتے ہیں، اور ان کے بدن کے تمام اعضاء بھی طرح نگاہوں سے ستر و حجاب میں رہتے ہیں۔ نہ ان کی اوڑھنی اور بدن پر رہنے والی کرتی وغیرہ ایسی تنگ ہوتی ہیں کہ اس سے ان کا سر یا پیٹھ یا پیٹ نمایاں ہو جائے نہ ان کا پاجامہ یا شلوار اتنا ڈھیلا ہوتا ہے کہ پائنچے اٹھانے کی نوبت آئے اور پنڈلیاں نظر آئیں، نہ

تنگ رہتا ہے کہ بدن سے چپٹا رہے اور بدن کی فربہی یا لاغری کی کیفیت کا اظہار ہو جائے۔ افسوس کہ اب یہ وبا عام ہو گئی اور ان سے بہتر رواج عربی عورتوں کا ہے کہ ان میں جو ہیبت و عزت و وقار رواں ہے وہ ایسی پردہ میں ہیں۔ جیسے روح تن میں یا دل بدن میں۔ اور ان میں سے بضرورت باہر آتی ہیں۔ وہ برقع اوڑھ کر دستانے اور موزے پہن لیتی ہیں کہ ان کی ہتھیلیوں یا پاؤں کا کوئی حصہ کسی کی نگاہوں میں نہیں آتا۔ اور یہ مذہب کے لیے ہے۔ ان کی خوبی اللہ اللہ ہی ذمہ فضل پر ہے۔ ان کا اجر ہم بھی اللہ تعالیٰ سے توفیق خیر اور عفو و عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

نور ۲۲: عورت کو چاہیے کہ اپنی آواز بھی کسی اجنبی کو نہ سنائے کہ عورت کی آواز اور اس کی صورت دونوں ہی عورت ہیں۔ اب اس دور میں ہندوستان و پاکستان کی بی بیاں اپنے نامحرموں سے بیباکانہ طور پر بات چیت کرتی ہیں۔ اور ذرا نہیں شرماتیں؛ ورنہ نابینا کے سامنے تو یہ سمجھ کر کہ وہ نابینا ہے۔ انہیں کیا دیکھ سکے گا، بے تکلف بے پردہ سامنے آجاتی ہیں۔ ہم نے مانا کہ وہ نابینا ہے لیکن عورت تو نابینا نہیں عورت کو بھی کب حلال ہے کہ وہ کسی اجنبی کو دیکھے جیسا کہ مرد کو حکم ہے کہ وہ کسی اجنبیہ پر نظر نہ ڈالے دونوں ہی اس حکم شرعی کے مامور ہیں اور دونوں کا حکم یکساں ہے یہی حکم عورت کی آواز کا ہے کہ جس طرح اجنبیوں سے چہرہ چھپانا ضروری ہے اسی طرح اپنی آواز کی حفاظت لازم ہے کہ وہ اجنبی مرد کے کانوں میں نہ پڑے بلکہ اگر دونوں نابینا ہوں تب بھی اس کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ نابینا غیر محرم سے بات چیت کی نوبت نہ آئے۔

نور ۲۳: مسلمان عورت کتابیہ، مجوسیہ اور مشرکہ عورتوں سے بھی اپنے آپ کو بچائے یعنی اُن کے سامنے بھی دوپٹہ وغیرہ نہ اتارے، چنانچہ درمختار وغیرہ کتب فقہ میں یہ حکم صراحۃً مذکور ہے۔ اسی طرح حکم شرعی یہ ہے کہ صالحہ عورت بدکار فاسقہ فاجرہ کہ علی الاعلان گناہ کا ارتکاب کرتی ہیں، ان کے بھی سامنے نہ آئے تاکہ ان کے کفر و شرک اور ان کے فسق و فجور کا کوئی اثرات کی صحبت و ہم نشینی سے ان صالحہ

مسلمان عورتوں میں پیدا نہ ہو اور وہ ان کے بد اثرات سے مامون و محفوظ ہیں۔

وہ مرد جس کے اعضائے تناسل کاٹ لیے گئے ہوں اور نامخنث سے بھی پردے کا حکم وہی ہے جو دوسرے مردوں سے ہے اور عورت کا عورت کو دیکھنا اس کا وہی حکم ہے جو مرد کا مرد کی طرف نظر کرنے کا ہے (یعنی ناف کے نیچے سے گھٹنے تک نہیں دیکھ سکتی۔ باقی اعضا کی طرف نظر کر سکتی ہے) عورت پر یہ بھی لازم ہے کہ جو مرد اس کے محرم ہیں ان کے سامنے بھی پیٹ پیٹھ اور ناف سے زانو تک بدن کا کوئی حصہ نہ کھلنے دے۔ باقی اعضاء پر ان کی نظر پڑ جائے تو کوئی گناہ نہیں اور اگرچہ سر کھلا اور دوپٹہ شانوں پر ڈالے رکھنا اپنے محارم کے روبرو جائز ہے۔ لیکن حیا و شرم کے منافی ہے اور سینہ و پستان کا کھلا رکھنا اور بھی زیادہ بے شرمی کا مظاہرہ ہے۔ اور ہندو پاکستان کی عورتوں میں یہ رسم بڑی پسندیدہ ہے کہ پستان کے چھپانے میں پوری کوشش کرتی ہیں بلکہ کیا ہی اچھا ہوتا اگر وہ اپنے پیٹ اور پیٹھ کا بھی اب ہی خیال رکھتیں کہ پیٹ اور پیٹھ اور ران کا چھپانا اپنے محارم سے بھی ضروری ہے۔ جبکہ گردن و سینہ وغیرہ کا پوشیدہ رکھنا ایک اچھی رسم ہے واجب شرعی نہیں۔ یہ عجیب جہالت ہے کہ رسم و رواج کی اس شدت سے پابندی اور فرض و واجب کی طرف سے وہ غفلت و کوتاہی۔

یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ محارم سے مراد وہ لوگ ہیں جن سے ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہے۔ کسی حالت میں حلال و جائز نہیں اور اس کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ محرم نسبی۔ جیسے باپ، بیٹا، بھائی اور بھائی بہن کی اولاد، بھتیجے بھانجے۔
۲۔ محرم رضاعی۔ یعنی رضاعت کی جانب سے ہی علاقہ والے، باپ بیٹا وغیرہ۔
۳۔ محرم صہری۔ یعنی سسرالی رشتہ دار، جیسے خسر داماد۔

ان میں محرم نسبی سے پردہ کرنا چاہیئے کہ قطع رحمی ہے اور وہ جائز نہیں۔ اور باقی دو محرم یعنی دودھ میں شریک یا سسرالی محرم۔ ان کے متعلق جوان عورت کے لیے حکم شرعی بلحاظ حالات زمانہ یہ ہے کہ ان سے پردہ میں رہیں یہی راہ سلامتی کی ہے اب رہے غیر محرم تو وہ اگرچہ بالکل اپنے ہوں مرگ عاجل اور سم قاتل ہیں۔ عورتوں

کو ہرگز ہرگز بے حجاب ان کے سامنے نہ آنا چاہیے، خواہ ان کے نکاح معلقہ جیسے
ہو مثلاً چچا ماموں، پھوپی خالہ وغیرہم کے بیٹے یا مانع نکاح کے زوال کے بعد ان سے
نکاح حلال ہو مثلاً اپنی زوجہ کی بہن یعنی اپنی سالی سے نکاح، زوجہ کی زندگی میں حلال
نہیں۔ ہاں زوجہ فوت ہو جائے یا شوہر سے طلاق دیدے اور اس کی عدت بھی
گذر جائے تو نکاح درست و حلال ہے۔ اور بہرحال اجنبی بیگانہ ہوں یا بیگانہ،
پردہ کے بارے میں دونوں کا حکم یکساں ہے کہ ان سے بہر حال پردہ کریں۔ جیسے
اجنبی محض سے، خدا پناہ دے بُری گھڑی کہہ کر نہیں آتی اور نیک و بد کسی کے منہ پر
نہیں لکھا ہوتا، اور پھر عورتوں میں جذبہ بہت آن ہوئی جوڑ بینا، طوفان لگا دیتا ہے۔ تو
کاجل کی کوٹھڑی کے قریب ہی کیوں جائے کہ دھبہ لگ جائے۔ اجنبیوں سے پردہ کا حکم
اسی لیے ہے کہ فتنوں کے دروازے بند ہو جائیں، مولائے کریم اپنی پناہ میں رکھے۔
آمین۔ (افادات رضویہ)

نور ۲۴: عورت پر اپنے پیر طریقت سے پردہ کرنا ایسا ہی فرض و لازم ہے
جیسے دوسرے اجنبی مردوں سے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ پیر باپ کی جگہ
ہے یہ درست ہے لیکن اس کا مطلب کچھ اور ہے۔ یعنی یہ کہ جس طرح باپ بدن کا
مربی ہے، اسی طرح پیر روح کی تربیت فرماتا ہے اور اس بنیاد پر اس کی تعظیم و تکریم
اسی طرح ہے جیسے حقیقی باپ کی۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ تمام احکام میں حقیقی باپ کے
قائم مقام ہے اور نہ سارے مرید مرد و عورت اس کی وراثت کے حقدار بن جائیں
تو کہنا یہ ہے کہ اس بے حیائی سے جو اکثر جاہلوں میں رواج پا رہی ہیں، دور ہی رہنا
چاہیے۔ یونہی علم ظاہری کے استاد سے بھی پردہ لازم و فرض ہے۔

نور ۲۵: لوگوں میں مشہور ہے کہ لا نکاح بین العیدین یعنی دو عیدوں
کے مابین نکاح نہیں۔ اس سے مراد نماز عیدین و نماز جمعہ ہے۔ یعنی
اگر عید الفطر یا عید الضحیٰ جمعہ کے روز پڑے تو نکاح نماز جمعہ سے فارغ ہو کر کرنا چاہیے۔
کہ جمعہ بھی عید المومنین ہے۔ ورنہ دونوں عیدوں کے مابین قلت وقت کے باعث

فرصت حاصل نہیں ہوتی۔ لیکن کسی عجلت کے باعث ان اوقات میں نکاح پڑھا
جائے تو شرعاً کوئی مضائقہ بھی نہیں ہے۔

نور ۲۶: شعر گوئی میں مراتب کا حفظ لحاظ رہیں ضرور جانیں۔ یعنی تمثیلی
شعر میں، ملائکہ و انبیاء و اولیاء اللہ کی توہین و کسر شان کا کوئی پہلو
نہ آنے پائے۔ مثلاً کسی کے حسن و جمال کی تعریف میں حسن یوسف علیہ السلام کی تنقیص
یا حکمت و دانائی کی توصیف میں حضرت لقمان علیہ السلام کی توہین، یا ذوالفقار کی
تصویر کشی میں حضرت جبریل علیہ السلام کے پروں کی قطع و برید یا کسی طبیب کے بیان
وصف میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اہانت۔ (کہ حرام قطعی ہے جس سے اجتناب لازم)
اسی طرح نعتیہ اشعار میں اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ نعت مرتبہ حد نہ پہنچے یعنی
وہ صفات کریمہ جو اللہ عزوجل کے لیے مخصوص ہیں کسی مخلوق کے لیے ثابت نہ کریں مثلاً
الوہیت، معبودیت اور اس کی خالقیت وغیرہ۔

یونہی صحابہ و اہل بیت و اولیائے امت کی منقبت میں اس طرح نعت نہ
آنے پائیں۔ اور صالحین و حکام و دنیاوی کی ایسی تعریف نہ کریں کہ انہیں صحابہ و
اہل بیت کا ہمسر بنادیں یا کسی میرزادہ کے مکان و باغ کی تعریف میں یہی بات نہ
لکھیں کہ عرش و کرسی اور باغات و مکانات جنت سے ملادیں۔

وعلیٰ ہذا القیاس ایسے اشعار کہنا کہ ان کا مضمون فحش اور شہوت انگیزی کا باعث
ہو حرام و ممنوع ہے۔ شعر کا حکم بعینہ سماع کا حکم ہے کہ جس طرح سماع میں اس کی نیت
ضروری ہے، اسی طرح شعر گوئی میں اس کا اہل ہونا لازم ہے۔ لہٰذا اگر شعر گوئی
اور شعر خوانی سے قوت شہوانی جوش مارے تو ایسے شخص کے حق میں یہ ممنوع ہے
رہے حمد و نعت اور منقبت اولیاء پر مشتمل اشعار اور وہ اشعار جن میں کفار کی
توہین و تذلیل درج ہو تو ان کا کہنا سننا سب جائز ہے و مباح و
مستحب۔ ایسے اشعار خود حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے برسر منبر حضرت
حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنے ہیں بلکہ ترغیب دے کر کفار کی ہجو

میں اشعار کھلواتے ہیں۔

نور ۲۷:- کسی کی موت پر سوگ منانا اور زینت ترک کرنا تین روز سے زیادہ جائز نہیں سوائے شوہر کے سوگ کے کہ عورت کو حکم ہے کہ وہ چار مہینے دس روز اس کی موت کے سوگ میں گزارے اور جب تک یہ مدت نہ گزر جائے زینت و آرائش قطعاً نہ کرے۔

اس لیے حضرت امام حسین علیٰ جدہٖ و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام پر خصوصاً محرم الحرام کے مہینے میں ماتم کرنا جیسا کہ ان اطراف میں جاہلوں کی رسم ہے کہ وہ دس روز بلکہ بعض چالیس روز تک اس سال بھر سال زینت ترک کر کے سوگ مناتے اور شادی بیاہ اور دیگر خوشی کی تقریب سے کتراتے ہیں، یہ خود اپنی جگہ ممنوع ہے۔ اس لیے کہ روافض کی بدعت سیئہ ہے۔

ہاں ان ایام میں حضرت امام علیٰ جدہٖ و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح پُرفتوح ہدیۂ ثواب کی نیت سے امداد و خیرات کرنا جبکہ اس کا مقصود نام و نمود نہ ہو، بہت خوب اور شرعاً مرغوب ہے۔ اسی طرح ان کے وہ حالات جو احادیث کریمہ اور روایات صحیحہ سے ثابت ہیں سننا، اور ان کے ان مصائب پر افسوس کرنا بھی جائز و مباح اور مستحب ہے بشرطیکہ تکلفات کو درمیان میں لا کر جزع فزع یا تصنع سے نوحہ کریں یا سینہ پیٹیں، چہرہ نوچیں، غسل و حجامت اور تبدیل لباس سے باز رہیں، پان اور غذا نہ کھائیں، عورتیں اپنی چوڑیاں توڑ دیں اور سیاہ و سرخ لباس پہنیں کہ یہ سب حرام و بدعت اور شرعاً سخت منع ہے۔ ہاں اگر ان کے مصائب و آلام پر بے ساختہ رونا آ جائے تو یہ باعث رحمت و برکت ہے۔

نور ۲۸:- حضور پُرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ گیارھویں بالخصوص ربیع الآخر شریف کو، مال و فرزند میں برکت، مقصد میں کامرانی اور مرادات میں کامیابی کے لیے جائز و مندوب اور نہایت خوب کار خیر ہے جیسا کہ بزرگان دین نے تجربہ فرمایا ہے۔ اور اس میں ممنوعات شرعیہ میں سے

کوئی مانع بھی نہیں، ہاں، ہاں شرط یہ ہے کہ یہ مجلسیں اور اجتماعات راگ رنگ اور رقص و سرود سے نیز روایات کاذبہ و موضوعہ سے خالی ہوں، ان مجالس متبرکہ میں درود شریف و کلمہ کی قرأت قرآن کریم کی تلاوت، آپ کی کرامات شریفہ اور حالات برگزیدہ کے ذکر پاک پر قناعت کریں، گیارھویں شریف کی یہ مجلسیں ہم قادریوں کے لیے جانِ ایمان ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ قادریوں کو توفیق دے کہ اسے جاری و قائم رکھیں۔

نور ۲۹:- محفل میلاد شریف کا جب جب ہیں انعقاد کریں خصوصاً ماہ مبارک ربیع الاول شریف میں بالخصوص یکم تا ۱۲ ربیع الاول اور بالخصوص بارھویں تاریخ کے روز و شب میں اس محفل پاک کا منعقد کرنا بشرطیکہ ممنوعات شرعیہ سے پاک ہو ہزار ہا خیرات و برکات کی موجب ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو توفیق دے تاکہ وہ اس میں سرگرمی سے حصہ لیں۔ اور اپنی جان اپنا مال محبوب ذو الجلال علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی محبت میں ہار جائیں۔

اس محفل مبارک میں وقت ذکر ولادت شریف قیام بھی جائز و درست بلکہ شوق و محبت کی علامت ہے۔ اس محفل پاک پر رد و انکار جیسا کہ آجکل وہابیہ کا شعار ہے، بدبختی اور شقاوت نفس کی نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے مکر و فریب سے بچائے اور مسلمان تو تنبیہ رکھیں کہ ان مجالس ذکر خیر سے روکنے والے آیۂ خسر الدنیا والآخرہ میں داخل ہیں۔

نور ۳۰:- کسی میت پر نوحہ نہ کریں کہ حرام و سخت گناہ ہے۔ نوحہ کے معنیٰ یہ ہیں کہ آواز بلند روئیں، سینہ پیٹیں، بال نوچیں، چہرہ پر زور زور سے ہاتھ ماریں۔ اور میت کی عادتوں، خصلتوں اور رہن سہن کے طریقوں کو آواز سے بیان کریں، یہ سب حرام و ممنوع اور وبال عظیم کا باعث ہے بلکہ ہند و پاکستان کے بعض علاقوں میں دیکھا گیا کہ ایک عورت جسے نائحہ مردے پر نوحہ اور بین کرنے والی کہتے ہیں اور ڈوم میراثی کے خاندان سے ہوتی ہے وہ گھر میں آتی اور ماتم کی سب سے

حضرت سید الشہداء کا عرس، مشائخ کرام کے طور پر کرنا چاہیے۔ یعنی شبِ عاشورا، عبادت، قرآن شریف کی تلاوت اور حدیث و درود و کلمہ طیبہ کی قرأت میں شہدائے کرام کی ارواحِ طیبہ کو ان کا ثواب نذر کرنے کی نیت سے گزاریں، اور حضرت سید الشہداء امام حسین علیٰ جدہٖ و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحِ پُر فتوح سے فیضان حاصل کریں۔ یعنی اپنے قلب کو میلادِ اعلیٰ سے اتصال دے کر حضرت سید الشہداء کی روحِ مبارک سے مربوط کریں۔ بایں طور کہ آنکھ بند کیے یہ تصور کریں کہ میرا قلب میرے پیرانِ عظام کے وسیلے سے سید الشہداء کی روح سے متصل ہے، اور حضرت والا کی روحِ مبارک کا فیضان میرے دل میں پہنچ رہا ہے کہ اس کی برکت سے میرے باطن کا عروج بڑھ رہا ہے اور ترقی پا رہا ہے تمام رات اسی تصور میں مستغرق رہیں ڈوب جائیں، اور عاشورہ کے دن جو کچھ بھی میسر آئے بہ نیت ثواب فقراء و مساکین کو کھلائیں۔ یہی طریقہ معمول رہا ہے حضرات صوفیائے کرام کا اور اس کی برکت سے تمام سال ان کا باطن ترقی پاتا رہتا ہے۔

اور ایسا ہرگز نہ کریں کہ یہ مبارک و بابرکت رات بدعات شنیعہ میں گزر جائے اور حضرت والا کے روضہ، تور کی نقل کی درستی میں فضول خرچیوں میں پڑ کر صریح مخالفت شرع امور کی تعمیل کرنے لگیں اور ثواب کی بجائے عذاب میں مبتلا ہیں اور حضرت سید الشہداء علیٰ جدہ الکریم و علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی روحِ مبارک کو اپنی ناکردنی حرکتوں کے باعث بیزار کر دیں۔ ظاہر ہے کہ ایسی بدعتوں میں مشغولیت اور ایسی ناروا بدعتوں مصروفیت سے خود حضرت امام کے جدِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیزار و ناراض ہیں تو امام کی خوشنودی اور رضامندی کے کیا معنی۔

یہ بابرکت ساری کی ساری رات، ذکر و عبادت کی بجائے لہو و لعب میں گزار دینا شرعاً ممنوع۔ باجے گاجے بجانا، نوحہ کرنا، سینہ کوبی، بال نوچنا، منہ پیٹنا اور مصنوعی رونے کو رنگِ حقیقت دینا ظاہر ہے کہ کس قدر رب جل مجدہ کے غضب و عتاب کا موجب اور امام عالی جناب کی روحانی

بیزاری کا باعث ہوگا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ

نور ۳۴:- جن کا امام ہو انسان کا یہ جائز و روا ہے اس لیے کہ دونوں مکلف ہیں لیکن خلافِ اولیٰ ہے۔ اس لیے کہ جن انسان سے اشرف نہیں۔ اور فرشتہ کی امامت ان دونوں یعنی جن و انسان کے حق میں فرض نمازوں میں جائز نہیں۔ اس لیے کہ فرشتہ مکلف نہیں۔ یعنی نماز اس پر فرض نہیں۔ نفل کا حکم رکھتی ہے اور جن و انسان پر فرض ہے اور فرض نماز کی بنا نفل نماز پر جائز نہیں۔

اور حضرت جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امامت کی۔ بایں معنی ہے کہ حضرت جبریل کو بارگاہ الٰہی سے اس خدمت پر مامور کیا گیا۔ اور ان دونوں دنوں کی نماز حضرت جبریل علیہ السلام پر بھی فرض کی گئی اور اس طرح فرض کی بنا فرض پر ہوئی۔

(دھذا حسن ہمانی سطحاوی وردالمحتار رحمہ اللہ تعالیٰ علیہم)

نور ۳۵:- والدین کی فرمانبرداری مباح و جائز امور میں واجب و لازم ہے اور غیر مشروع خلافِ شرع امور میں حرام و ممنوع۔ مثلاً کوئی باپ اپنے بیٹے سے کہے کہ شراب پی یا نماز مت پڑھ تو اس حکم میں اس کی اطاعت حلال نہیں۔ ہاں ادب کا تقاضا یہ ہے کہ سختی سے ان کے مقابلہ پر نہ آئے نہ انہیں کرخت جواب دے بلکہ ایسے حیلے بہانوں سے کہ انہیں ناگوار نہ گزریں۔ اس فعل کے ارتکاب سے باز رہے۔ ہاں اگر باپ کہے کہ کل نفلی روزہ مت رکھنا۔ تو اس حکم کی تعمیل کرے۔ اس لیے کہ روزہ نفل واجب نہیں، اور ایسے امور میں جو شرعاً واجب التعمیل نہیں۔ ماں باپ کے حکم کے باعث تاخیر ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔

نور ۳۶:- موذی جانوروں کو اس سے پہلے کہ وہ کوئی ایذا پہنچائیں مار ڈالیں جیسے شیر بھیڑیا، ریچھ، سانپ، بچھو، کٹ کھنا کتا، بھڑ، پسو، اور جوں وغیرہ جانور۔ اسی طرح تمام خبیث جانوروں۔ مثلاً چوہا، کوا، چیل اور بندر جیسے

موذیوں کو قتل کرنا بھی جائز ہے، اگرچہ آدمی حرم و احرام میں ہو۔ ہاں جو جانور موذی نہ ہوں، انہیں خوراک یا دوا حاصل کرنے یا فروخت کرنے کے لیے مارا جائے تو روا ہے ورنہ ناجائز۔ اسی طرح وہ شکار بھی حرام ہے جو آجکل بندوق، تیر کمان یا مچھلی پکڑنے کے لیے کانٹوں سے کھیلا جاتا ہے کہ اس سے مقصود نہ غذا حاصل کرنا ہوتا ہے نہ فروخت کرنا، بلکہ شوقیہ محض تفریح طبع اور وقت گزاری کے لیے کھیلتے ہیں۔ ایسا شکار بالاتفاق حرام ہے۔ (خواہ روزانہ ہو یا گاہ گاہ) یہ تو ایک قسم کا کھیل ہے ولہذا شکار کھیلنا کہتے ہیں۔

آج کل کے بڑے بڑے شکاری جو تنک ناک والے ہیں کہ بازار سے خاص اپنی ضرورت کی، کھانے یا پہننے کی چیز لانے کو جانا اپنی کسرِ شان سمجھیں یا نرم ایسے کہ دس قدم دھوپ میں چل کر مسجد میں نماز کے لیے حاضر ہونا مصیبت جانیں، وہ گرم دوپہر گرم لو میں گرم ریت پر چلنا اور ٹھہرنا، اور گرم ہوا کے تھپیڑے کھانا گوارا کرتے اور دو دوپہر بلکہ دو دو دن شکار کھیلنے کے لیے گھر بار چھوڑے پڑے رہتے ہیں، کیا یہ کھانے کی غرض سے جاتے ہیں۔ حاشا وکلا، بلکہ وہی لہو و لعب ہے اور بالاتفاق حرام (افادات رضویہ۔ مترجم)

یونہی کسی ایسے جانور کو مارنا جو نہ موذی ہے نہ خبیث اور نہ اس کا کھانا مقصود ہے نہ دوا وغیرہ کسی ضرورت میں مطلوب، یہ بھی ممنوع ہے۔ وہ بے سود بھی کہ نہ کسی نفع کے لیے ہے اور نہ کسی ضرر کے دفع کو۔ ایسے جانور خدائی چراگاہ کے جانور کہلاتے ہیں۔ اور جس طرح دنیوی بادشاہوں کی خاص چراگاہوں کے جانوروں کا شکار عوام الناس کے لیے ممنوع ہوتا ہے، یوں ہی خدائی چراگاہ کے ان جانوروں کا شکار ممنوع و ناجائز ہے۔ ہاں، اگر ایسے جانور بھی نقصان پہنچائیں، مثلاً گیدڑ کہ کھیتی باڑی کو تباہ و برباد کریں، تو پھر ان کے نقصان رسانی کا ازالہ ضروری ہے خواہ کسی طور پر انجام پائیں۔

نور ۳۷ : کسی ذی روح کی تصویر کھینچنا یا اس کے کھینچنے کا حکم دینا مطلقاً

حرام ہے۔ ہاں اپنے پاس یا اپنے گھر میں رکھنا چند صورتوں میں حرام ہے۔

(۱) کسی جاندار کی تصویر ہو اور ایسی کہ اس تصویر سے تمام اعضاء کی سلامتی کے ساتھ اس کا مدارِ زندگی ہو، یعنی اس کے اعضاء میں کسی ایسے عضو کو کم نہ کیا گیا ہو کہ اس کے نہ ہونے سے اس کی زندگی متصور نہ ہو، یعنی ناظر یہ سمجھے کہ گویا وہ زندہ کو دیکھ رہا ہے، مثلاً صرف چہرہ کی تصویر یا سینہ و کمر تک کی تصویر کا رکھنا حرام نہیں، (یعنی جبکہ مقصود ان کا اعزاز و تکریم نہ ہو) اس لیے کہ اس سے زندگی متصور نہیں، برخلاف اس کے، اگر زانو تک ہو تو بھی رکھنا جائز نہیں کہ حیات اس حالت میں متصور ہے اور شک نہیں کہ جاندار کی تصویر میں چہرہ ہی اصل ہے، اگر چہرہ نہیں تو اسے صورتِ حیوانی نہ کہا جائے گا، ولہذا صرف چہرے یا نصف سینہ تک کی تصویر، یقیناً معنی بحث میں ہیں۔ اور ان کا مکان میں باعزاز رکھنا، نصب کرنا، چوکھٹوں میں رکھ کر دیوار پر لگانا یا پردے یا دیوار یا کسی اونچی جگہ والی چیز پر اس کا منقوش کرنا یا دیوار گیر وغیرہ پر، نشان یا جیبوں کے چہرے لگانا یا پانی کے نل، یا مٹی کی ہانڈی، شام پر کسی جیوان کا چہرہ بنوانا، یا کسی ایسی بنی ہوئی چیز کو باعزاز رکھنا، استعمال کرنا، سب ناجائز و حرام اور مانع دخولِ ملائکۂ رحمت ہے۔

(افادات رضویہ۔ مترجم)

(۲) تصویر اتنی چھوٹی نہ ہو کہ اگر زمین پر رکھ کر اور کھڑے ہو کر سامنے سے دیکھی جائے تو اس کے اعضاء کی تمیز و تفصیل معلوم نہ ہو سکے، یوں ہی تصویر پوشیدہ ہو تو اس میں کراہت نہیں۔

(۳) توہین و اہانت کے لیے نہ ڈالی گئی ہو، مثلاً وہ تصویریں جو پائیدانوں یا جوتے اتارنے کی جگہوں پر بنی ہوں، ان میں کوئی مضائقہ نہیں، یونہی صورتِ ضرورت مستثنیٰ ہے۔ عدمِ جوازکی جب یہ تمام شرطیں یکجا پائی جائیں تو ان تصویروں کا گھروں میں رکھنا بالاتفاق حرام ہے، خواہ وہ عکسی ہوں یا دستی۔ کاغذ وغیرہ پر ہوں یا دیوار پر نقش سب ناجائز صورتیں ہیں اور ان صورتوں میں ان کا

رکھنا ناجائز، بے برکتی کا باعث، فرشتوں کی ایذا اور ملائکہ رحمت کی عدم دخول کا موجب ہے۔

ایسی جگہ نماز پڑھنا جہاں کسی جاندار کی تصویر بشرائط معلومہ موجود ہو خواہ روبرو یا بالائے سر یا نمازی کے دائیں بائیں یا محل سجود (سجدہ گاہ) میں بہر صورت نماز مکروہ تحریمی ہے۔ برخلاف قبر کہ اس کا سامنے ہونا (اگر نمازی و قبر کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو) نماز کو مکروہ تحریمی کر دیتا ہے (ہاں اگر مزار کا دروازہ بند ہو تو اس کے سامنے نماز پڑھنے میں حرج نہیں) اور قبر گرد دائیں بائیں ہو تو نماز بلا کراہت درست و صحیح ہے۔

اور کتوں کا پالنا، اگر مکان وغیرہ کی حفاظت کی خاطر ہو جائز ہے۔ کوئی ممانعت نہیں، ورنہ نقصانِ ثواب کا باعث بھی ہے اور ملائکہ رحمت کے دخول کا مانع بھی۔ اور بہر صورت (مکان و زراعت کی حفاظت کی خاطر بھی) ان کے پالنے میں کمال احتیاط ضروری ہے۔ انہیں کسی مقررہ جگہ پر باندھے رکھیں اور پورا گھر ان کے تصرف میں نہ آنے دیں کہ ہر جگہ بلا روک ٹوک پھرتا رہے اور طہارت کی حفاظت بھی دشوار تر ہو جائے۔

نور ۳۸: رہائشی مکانوں میں قبریں نہ بنائی جائیں کہ یہ خاصہ ہے حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا، اس لیے کہ وہ بعد وفات بھی بحیثیت حقیقی دنیاوی جسمانی زندہ ہیں، اور زندہ ہوتا ہے وہ اپنے مکان رہائش ہی میں رہتا ہے۔ اور وجہ مذکورہ بالا کے علاوہ ان کی حقیقی جسمانی دنیاوی حیات پر اور بھی دلائل قائم ہیں۔ مثلاً ان کا ترکہ ان کے ورثہ میں تقسیم نہیں ہوتا، میت کا مال متروکہ قابل تقسیم ہے نہ کہ زندہ کا۔ یوں ہی ان کی وفات شریف کے بعد ان کی ازواج مطہرات کا نکاح ہمیشہ ہمیش کے لیے باقی رہتا ہے۔ ان کے اجسام طیبہ زمین پر حرام ہیں۔ ورنہ زمین جسم مردہ کو کھا لیتی ہے نہ کہ زندہ جسم کو۔ لہذا ان کی وفات کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اپنی زندگی میں

دور دراز سفر پہ جائے۔ کہ اس سفر سے نہ اس کا نکاح فسخ ہوتا ہے ورنہ اس کا مال قابلِ تقسیم۔ مختصر یہ کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی موت آتی ہے لیکن ایسی کہ فقط آتی ہے۔ تصدیق وعدہ الٰہیہ کے لیے ایک آن کو ان پر موت طاری ہوئی پھر بدستور زندہ ہو گئے۔ ان کا نقل مکانی ایسا ہی ہے جیسے مسافر کا ایک جگہ سے دوسری جگہ چلا جانا۔

نور ۳۹: جس شہر یا گاؤں، بلکہ جس مکان میں میت کا انتقال ہوا، اسی شہر یا گاؤں بلکہ اسی گھر والوں کے قبرستان میں دفن کریں۔ نہ کہ انہیں مکانوں میں جہاں ان کا انتقال ہوا کہ یہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے مخصوص ہے یونہی عامۃ المسلمین کے قبرستان سے الگ تھلگ بھی ان کی قبر نہ بنائیں کہ میت کے لیے مزید وحشت و غربت کا باعث ہے۔ بلکہ اسی جگہ اور اسی قبرستان میں دفن کریں جہاں اس بستی کے عوام الناس مدفون ہیں۔ اور بڑے شہروں میں یہ فاصلہ دو ایک میل سے زیادہ نہیں ہوتا، اور اتنا فاصلہ آبادی سے شرعاً مطلوب بھی ہے۔ ہاں اس سے زیادہ فاصلہ رکھنا، اگرچہ وہ شہر کی بڑی اور زیادہ آبادی کے پیش نظر ہو ممنوع و غیر مناسب ہے۔ اس لیے کہ اس میں خواہ مخواہ ایک ایسے حکم میں تاخیر ہوتی ہے جس میں شریعت کو تعجیل منظور ہے۔

یونہی نماز جنازہ کو اس لیے مؤخر کرنا کہ نماز جمعہ میں نمازیوں کی کثرت ہو گی یہ بھی ممنوع و مکروہ ہے یہاں تک کہ علمائے کرام فرماتے ہیں، اگر شہر میں دو قبرستان ہوں۔ ایک مثلاً مشرق میں اور دوسرا مغرب میں۔ تو میت کو اسی سمت کے قبرستان میں دفن کرنا چاہیے جس سمت اس میت کی رہائش تھی۔ دیکھئے نا کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہدائے احد کو دامن احد ہی میں دفن فرمایا۔ درحالانکہ مدینہ طیبہ قریب ہی واقع تھا۔ وہاں ان کے جنازے نہ لائے گئے۔

سیدنا عبد الرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے موضع حبشی میں کہ مکہ معظمہ کے قریب ہے رحلت فرمائی تو ان کی نعش مبارک کو بہ خیال فضیلت مکہ

رکھ کر دفن کیا گیا، اور جب حضرت ام المومنین صدیقہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے مزار پر بہ نیت زیارت تشریف لے گئیں تو فرمایا کہ واللہ اگر میں تمہاری وفات کے وقت موجود ہوتی تو لوگ تمہیں دفن نہ کرتے مگر اسی مقام میں جہاں تمہاری وفات ہوئی یعنی اسی مقام حبشی میں!

لہٰذا یہ جو ہندوستان میں جاہلوں کا طریقہ ہے اور جیسے عراق کے روافض کے دیکھا دیکھی اختیار کیا گیا ہے کہ کربلائے معلیٰ میں دفن کرنے یا کسی اور غرض کے ماتحت میت کو تابوت میں رکھ کر کسی مدت مقررہ تک کے لیے زمین کو سپرد کر دیتے ہیں اور وہاں سے نکال کر دوسری جگہ دفن کرنے کے لیے لے جاتے ہیں، یہ رواج محض لغو بے ہودہ اور خلاف شریعت مطہرہ ہے۔ ابھی اوپر مذکور ہوا کہ دفن سے پیشتر مقام موت کے علاوہ کہیں اور لے جا کر دفن کرنے کے متعلق علمائے کرام نے کیا حکم دیا تو دفن کرنے کے بعد میت کو قبر سے نکال کر اسے کہیں اور منتقل کرنا کس طرح جائز و مباح ہو سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ بالاتفاق ممنوع و ناروا ہے۔ لہٰذا زمین کو سونپ کر لاحاصل حرکت اور روافض کی بدعت قبیحہ ہے۔

نور ۴۴: بعض مواقع پر ضرورتِ شدیدہ کے پیشِ نظر شریعت مطہرہ نے بعد دفن میت نعش کو قبر سے نکالنے کی اجازت بھی دی ہے ازاں جملہ ایک ضرورت یہ ہے کہ میت غصب کردہ زمین میں دفن کر دیا گیا یا کسی نے بحق شفعہ اس قطعہ ارضی کو حاصل کر لیا اور اب اس پر راضی نہیں کہ وہاں میت مدفون رہے۔ یا فرض کریں کہ کسی ظالم و ناخدا ترس نے ظلم و جبر سے میت کو قبر سے نکال پھینکا تو ایسی شدید ضرورتوں کے باعث نعش کو قبر سے نکال کر کسی اور جگہ دفن کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ورنہ سخت ممنوع و ناجائز ہے۔

یونہی دفن کرنے والوں میں سے کسی شخص کا کچھ مال قبر میں گر گیا اور دفن کے بعد یاد آیا تو قبر کھول کر نکال سکتے ہیں۔ قبر پھر علیٰ حالہ بند کر دیں۔ اگرچہ قبر مکمل ہو چکی ہو۔ یونہی اگر میت کو غلطی سے قبلہ سے منہ پھرا ہوا یا بائیں پہلو پر دفن

گیا تو جب تک مٹی نہ دی گئی ہو تختے ہٹا کر بطریق مسنون میت کو قبر میں لٹا دیں۔ اور مٹی دینے کے بعد قبر کو کھودنا ممنوع ہے۔

یا مثلاً عورت کو کسی وارث نے زیور سمیت دفن کر دیا اور بعض ورثہ موجود نہ تھے تو ان ورثہ کو قبر کھود کر زیور نکال لینے کی اجازت ہے۔ (عالمگیری درمختار)

نور ۴۱: قبر کی وصیت واجب التعمیل نہیں ہے یعنی اگر کسی نے وصیت کی کہ میری موت کے بعد میری قبر فلاں جگہ بنائی جائے تو بہتر یہی ہے کہ اس کی وصیت کے مطابق عمل کریں بشرطیکہ اس میں کوئی چیز سد راہ نہ ہو۔ پھر بھی اس کی وصیت کے خلاف کیا تب بھی کوئی گناہ نہیں۔ اس وصیت کی تعمیل ہی واجب نہ تھی کہ لامحالہ اس کے مطابق عمل کیا جاتا۔ بس یہ ہے کہ وقتِ وصیت موت کی جگہ مبہم ہے۔ کسے معلوم کہ موت کہاں آئے گی اور قبر کہاں ہوگی۔ لہٰذا یہ وصیت واجب العمل نہیں۔

نور ۴۲: سنت یہ ہے کہ قبر کا اندرونی حصہ جو جسم میت سے متصل ہوتا ہے اس کو پختہ نہ کیا جائے، اور قبر کو اونٹ کے کوہان کی مانند ڈھلوان رکھیں

قبر کی لمبائی میت کے قد برابر ہو اور چوڑائی آدھے قد کی اور بہتر یہ ہے کہ کھدائی بھی قد برابر ہو ورنہ کم از کم نصف قد کی اور متوسط درجہ یہ ہے کہ سینہ تک ہو۔ (ردالمحتار)

میت کو پشت کے بل یعنی چت نہ لٹائیں بلکہ داہنی طرف کروٹ پر لٹائیں۔ اور اس کی پیٹھ کے پیچھے مٹی کا پشتہ بنا دیں تاکہ نہ صرف اس کا منہ بلکہ پوری کروٹ قبلہ کی طرف رہے۔ یہ وہ سنت کریمہ ہے جو عام طور پر ان اطراف کے مسلمانوں میں متروک ہو چکی ہے، ماشاء اللہ۔ عموماً صرف میت کا چہرہ قبلہ کی طرف کر دینے پر اکتفا کرتے ہیں اور باقی جسم چت سونے کی حالت پر رکھتے ہیں ایسا نہ ہونے دیں۔ افضل و مسنون قبر لحد ہے کہ قبر کھود کر اس میں قبلہ کی طرف میت کے رکھنے کی جگہ کھود دیں، تاکہ قبر کی چھت بھی زمین پر رہے۔ صندوقچی نہیں جس کی چھت لکڑی کے تختوں یا پتھر وغیرہ کی ہوتی ہے۔ اور جو

ہندوستان و پاکستان میں عموماً رائج ہے، قبر میں یعنی اس (کے اس حصہ میں کہ میت کے جسم سے قریب ہے پکی اینٹ لگانا مکروہ ہے اکہ اینٹ آگ سے پکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آگ کے اثر سے مسلمانوں کو بچائے (عالمگیری)

ہمارے مرشد گرامی کی یہی وصیت تھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لیکن کچھ مصلحت وقتی اور کچھ رواج کی پابندی کے باعث اس پر عمل نہ ہوا۔

اور مصنوعی قبر بنانا بھی حرام و ناجائز ہے اور اس کی زیارت کو جانا بھی ناجائز و حرام ہے۔

نور ۴۳:- میں نے بار بار دیکھا اور سنا کہ حضرت جدی و مرشدی قدس سرہ سرمدی اپنی زبان فیض ترجمان سے ماہ محرم الحرام میں تعزیہ داری اور مرثیہ خوانی جیسی بدعت قبیحہ کے ارتکاب سے منع فرمایا کرتے تھے بلکہ ارشاد فرماتے تھے کہ ایک روز میں نے اپنے مرشد گرامی یعنی حضور اچھے میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ دہلی میں استاد مکرم مولانا الشاہ عبدالعزیز صاحب کو میں نے دیکھا کہ ماہ محرم الحرام میں دس روز مسلسل حضرات حسنین علی جدہما و علیہما الصلوٰۃ والتسلیم کی شہادت پر مشتمل وعظ فرماتے ہیں اور دسویں محرم کو صبح سے وقت شہادت یعنی زوال آفتاب تک فضائل شہادت وغیرہ بیان فرما کر لنگر تقسیم فرماتے ہیں۔

حضرت والا مرتبت نے یہ بات سن کر ارشاد فرمایا کہ ان کا یہ طریقہ بہت خوب و مرغوب ہے لیکن اگر مجھے ان سے ملاقات کا اتفاق ہوتا تو ان سے کہتا کہ خاص ماہ محرم الحرام ہی میں اس قدر اہتمام مناسب نہیں۔ ان ایام میں قدر قلیل پر ان گرامی حضرات کی فاتحہ دلائیں اور پھر دوسرے مہینے میں وعظ و لنگر وغیرہ کا یہ اہتمام عمل میں لائیں۔ اس لیے کہ خاص ان ایام محرم میں اس قسم کی مجلس کا انعقاد روافض کا شعار بن چکا ہے تو صرف اسی مہینے میں بڑھ چڑھ کر اہتمام کرنا گویا رفض کا دروازہ کھولنا ہے۔ سنی مسلمانوں کی آئندہ اولاد اپنے آباؤ اجداد کے یہ حوال سن کر گمان

کرے گی کہ وہ شیعہ ہی ہوں گے، البتہ تقیہ اختیار کر لیا ہوگا۔ پھر ہندوستان میں دو فریق مسلمانوں کے مانے جاتے ہیں، ایک سنی دوسرا شیعی۔ ان میں سے کوئی بھی شہادت اور فضائل حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا منکر و مخالف نہیں ہے تو ان اطراف میں اس قسم کے وعظ و ذکر کی چنداں حاجت بھی نہیں ہے۔ ہاں اگر کہیں خارجیوں کا غلبہ و فتنہ ہو تو یہ ضروری ہے تاکہ ان پر رد و انکار ہو سکے، مگر خارجی ان شہروں میں پائے نہیں جاتے" حضرت مرشد المرشد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ارشادات گرامی ختم ہوئے۔

اس کے بعد میرے شیخ گرامی حضرت عالی جناب فرمایا کرتے تھے کہ میں نے جس تاریخ سے یہ مصلحت آمیز مسئلہ اپنے مرشد برحق سے سنا، میں نے بھی اس ماہ در خاص ان تواریخ میں ایسے امور کے اہتمام سے احتیاط برتی۔ اس لیے کہ اب تو یہ بدعتیں ماہ محرم میں اور بڑھ گئی ہیں۔

اس فقیر نے بھی یہ فائدہ اپنے متوسلین کی راہنمائی کے لیے لکھ، اللہ تعالیٰ توفیق عمل بخشے۔ نیز ہمارے خاندان میں یہ روایت مشہور ہے کہ حضرت مرشد المرشد اچھے میاں قدس سرہٗ نے میرے جد امجد کے علاتی بھائی چھٹا میاں صاحب کا تعزیہ جو انھوں نے خانقاہ فلک بارگاہ سے باہر رکھوا دیا اور باوجودیکہ کبھی آپ نے اظہار درویشی وغیرہ کسی بات کا دعویٰ نہ کیا تھا، اس روز شدت غضب میں اپنی ریش مبارک پہ ہاتھ پھیر کر ارشاد فرمایا تھا کہ چھٹا میاں! جس رافضی کی قبر چاہو کھود کر دیکھ لو۔ اگر وہاں اس ان کی جگہ خنزیر نہ ہو تو فقیر کو فقیر مت کہنا"

نور ۴۴:- مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُم اس حدیث شریف کے مضمون پر مطلع ہو کر اس پر عمل پیرا ہیں۔ اس لیے کہ یہ فتنہ ہمارے اس دور میں برابر رواج پاتا جا رہا ہے۔ اس فتنہ سے دور و نفور رہنا اپنے اوپر ضروری جانیں۔

تشبُّہ اس وقت متحقق ہوتا ہے کہ یا تو وہ فعل فی نفسہ ہماری شریعت مطہرہ کے خلاف ہے یا پھر یہ شخص کفار اور فساق و فجار کے ساتھ مشابہت کی نیت سے اسے عمل میں لا رہا ہے۔ اگر ان دو صورتوں میں سے کوئی صورت نہ ہو تو تشبہ متحقق

نہیں ہوتا۔ مثلاً کوئی ایسا کام جو شریعتِ مطہرہ میں مباح و جائز ہے، تشبّہ کی نیت و ارادہ کے بغیر اس کے بجا لانے میں اگرچہ مشابہت پائی جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ تشبّہ میں داخل نہیں، ایسے یوں سمجھیں کہ شلوار زیر جامہ پہننا یہودیوں کا قدیم لباس ہے۔ اہلِ عرب کا لباس قدیمی نہیں، بلکہ عرب میں اس کی بجائے تہبند استعمال کرتے ہیں، اور شریعتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ نے بھی شلوار پہننے سے منع نہیں فرمایا، بلکہ اس کے حق میں نعم الستر (اچھی پوشش) آیا ہے، اب اگر کوئی شخص شلوار پہنے تو اگرچہ یہودیوں سے مشابہت پائی گئی تب بھی مضائقہ نہیں۔ اس لیے کہ اس میں کسی حکمِ شریعت کی مخالفت نہ پائی گئی۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔

ہاں وہ امر کہ خلافِ شریعت ہو اور اس کے فعل سے وجود میں آئے یا سامنے آئے اس سے ضرور بالضرور اجتناب کرنا چاہیے۔ مثلاً سر پر بال ہوں تو بائیں جانب کان کے قریب ان میں مانگ نکالنا نصاریٰ کا طریقہ ہے۔ کوئی حکمِ شرعی نہیں بلکہ شریعت نے مانگ کی جگہ سر کے وسط میں مقرر فرمائی ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص بائیں جانب کان کے قریب سر میں مانگ نکالے گا یقیناً تشبّہ میں داخل ہوگا۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔

استاذی و استاذ العلماء حضرت صدر الشریعۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بہارِ شریعت میں لباس کے بیان میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جس قوم سے مشابہت کرے وہ انہیں میں سے ہے۔ یہ حدیث ایک اصل کلی ہے کہ لباس و عادات و اطوار میں کن لوگوں سے مشابہت کرنی چاہیے اور کن سے نہیں کرنی چاہیے۔ کفار و فساق و فجار سے مشابہت بری ہے اور اہلِ تقویٰ و صلاح کی مشابہت اچھی ہے۔ پھر اس تشبّہ کے بھی درجات ہیں اور انہیں کے اعتبار سے احکام بھی مختلف ہیں۔ کفار و فساق سے تشبّہ کا ادنیٰ مرتبہ کراہت ہے۔ مسلمان اپنے کو ان لوگوں سے ممتاز رکھے کہ پہچانا جا سکے، اور غیر مسلم کا شبہ اس پر نہ ہو سکے۔ ابوداؤد نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو مردوں سے تشبّہ کریں اور ان مردوں پر جو عورتوں سے تشبّہ

کریں۔" انتہی۔

فقیر مترجم کہتا ہے کہ اللہ اللہ کہاں یہ احکامِ شرعیہ اور کہاں ہم مسلمانوں کا عادات و اطوار اور لباس وغیرہ میں یہ رویّہ۔ ؎

بہ بیں تفاوتِ راہ ست از کجا تا کجا

نور ۴۵: اولیائے کے مزارات پر حاضری مسلمان مرد و عورت دونوں کے لیے جائز اور موجبِ سعادت اور باعثِ برکت ہے، در مختار میں یہی قول اختیار کیا، لیکن اگر عورتوں کی جانب سے کسی فتنہ کا اندیشہ ہو تو انہیں روک دیں خصوصاً جوانوں کو، اس لیے کہ فساد و فتنہ کی راہ روکنا، منفعت حاصل کرنے پر مقدم اور اہم ہے اسی لیے ردالمحتار میں فرمایا کہ عورتیں، عزیزوں کی قبروں پر جائیں گی تو جزع فزع کریں گی۔ لہٰذا ممنوع ہے۔ اور صالحین کی قبروں پر برکت کے لیے جائیں تو بوڑھیوں کے حرج نہیں اور جوانوں کے لیے ممنوع"۔ اور فتاویٰ رضویہ میں فرمایا کہ یہ ہے کہ عورتیں مطلقاً منع کی جائیں کہ اپنوں کی قبور کی زیارت میں تو وہی جزع فزع ہے اور صالحین کی قبور پر یا تعظیم میں حد سے گزر جائیں گی یا بے ادبی کریں گی۔ کہ عورتوں میں یہ دونوں باتیں بکثرت پائی جاتی ہیں۔" نیز فرمایا فتنہ وہی نہیں کہ عورت کے دل سے پیدا ہو وہ بھی ہے اور سخت تر ہے وہ جس کا فساق سے عورت پر اندیشہ، یہاں عورت کی صلاح (اگرچہ کیسی ہی صالحہ و پارسا ہو) کیا کام دے گی"۔

نور ۴۶: **سوال** ۔ وہ کون سا وقت ہے جب تکلیفاتِ شرعیہ معاف ہو جاتی ہیں۔

جواب: جب مجذوبیت سے عقل تکلیفی زائل ہو جائے، ورنہ نہیں۔

انسان کا دوا دارو وغیرہ کرنا تعین طور پر ہے۔

نور ۴۷: ۱۔ **فائدہ** قطعی و یقینی ہو۔ (۲) یا ظنی ہو۔ (۳) یا وہمی ہو۔ اوّل کا ترک کرنے والا گناہ گار ہے۔ دوم کا ترک نہ باعثِ گناہ ہے نہ موجبِ ثواب، اور صورتِ اخیرہ کا ترک کرنے والا مستحقِ ثواب ہے۔ اور اس سے مراد

غور خوض کیے بغیر آنکھ میچ کر اُس پر کاربند ہو جاتی ہیں۔ وہ اس کی بھی پابندی نہیں کرتیں کہ فلاں علوی علوم کا عامل ہے۔ فلاں سفلی علم رکھتا ہے اور فلاں جادوگر ہے۔ بس اپنی دُھن میں سب بھول جاتی ہیں۔ اسی طرح جاہل مرد و عورت اپنے بیٹوں فرزندوں کی صحت یابی، درازیٔ عمر، بہتری اور ایسے ہی دوسری اغراض کے لیے جادوگروں اور شیطانوں تک کے پاس جانے میں ذرا نہیں جھجکتے۔ اور کہتے یہ ہیں کہ ہم خود تو نہیں کرتے دوسرے کرتے ہیں، ہمارا اس میں کیا گناہ۔ اور اتنا نہیں سمجھتے کہ کفر پر راضی ہونے والا بھی انہیں کافروں میں شمار ہوتا ہے۔

یہ فائدہ ایسے ہی ناواقفوں کی تنبیہ کے لیے لکھ گیا ہے۔ لوگوں کو چاہیے کہ اس سے پوری طرح ہوشیار رہیں۔ اس سے دور بھاگیں کہ اس دور میں اس کی ایسی کثرت ہے کہ جاہلوں میں سے شاید کوئی ایک احتیاط برتتا ہو۔ بہت سے تو ان امور شرکیہ میں مبتلا ہو کر کفر میں جا پڑتے ہیں۔ اور اپنا نکاح بھی فاسد و باطل کر لیتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ان سے جو اولاد ہوگی وہ ولد الحرام ہوگی۔ بغیر ناحق باپ کا ترکہ پائے گی حالانکہ ولد الزنا اولاد شرعاً ترکہ پدری سے محروم رکھی گئی ہے۔ یہی سبب بداعمالیوں کی شامت سے بچائے رکھے۔

واضح رہے کہ اپنے شوہر کو اپنے قابو اور اپنی مٹھی میں رکھنے کی خاطر مباح امور سے بھی مدد لینا عورت پر حرام ہے۔ چہ جائیکہ حرام و کفری امور سے مدد لینا۔ والعیاذ باللہ

نورِ ۴۹:- ذاتِ باری تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو مالکِ ملک یا ملک الملوک جیسے الفاظ کہنا ممنوع ہے۔

چھٹا لمعہ (تابش ۶)

اخلاق و نصائح کے بیان میں

نورِ ۱:- اپنے راز کی بات کسی سے مت کہو۔ مشہور ہے کہ اَلسِّرُّ اِذَا جَاوَزَ الاِثْنَیْنِ فَشَا۔ راز جب دوسرے تک تجاوز کرتا ہے تو فاش ہو جاتا ہے۔

نورِ ۲:- کسی عالم دین کا فعل مت دیکھو کہ کیا کرتا ہے۔ قول سنو کہ کیا کہتا ہے۔ اس لیے کہ اس کا فعل اس کی ذات تک محدود ہے۔ ہو سکتا ہے کہ خلاف سنت ہو اور اس کا قول دوسروں کے لیے ہے۔ اور ان کی دیانتداری سے یہ بات متوقع نہیں کہ خلاف سنت بیان کریں۔ لہٰذا ان کا عمل اگر برخلاف سنت ہے تو اس پر عمل نہ کریں۔ موافق سنت پائیں تو اس پر عمل پیرا ہوں۔ اور اگرچہ قول کا حکم بھی یہی ہے مگر قول خلاف شرع نہیں ہوتا کہ وہ اوروں کے لیے ہے (ہاں واعظ اگر جاہل ہو تو اُسے واعظ کہنا ہی حرام ہے اور عوام کو اس کا سننا بھی ناجائز و گناہ ہے)

نورِ ۳:- بزرگوں کی خُو خصلت اختیار کرنے کے درپے مت ہو کہ اُن کی عادتیں اور خصلتیں انہیں کے ساتھ مخصوص ہیں۔ البتہ اُن کی عبادتوں اور طرق بندگی کو اختیار کرو کہ یہ عبادتیں جن میں اُن میں سب میں مشترک ہیں۔

نور ۱۲:- کسی کا راز معلوم کرنے کے درپے نہ ہو اور نہ کسی کی بات پر خفیہ کان لگاؤ۔ یعنی کسی کی بات، پوشیدہ رہ کر اور چھپ کر ہرگز نہ سنو کہ یہ حرام ہے اور سخت ممنوع۔ یونہی کسی کے مخفی اور بند خط دیکھنے اور پڑھنے کی سخت ممانعت آئی ہے۔ اور اسے شرعاً و اخلاقاً بدترین اور بُری عادتوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

نور ۱۳:- جہاں تک بن پڑے اپنے بدخواہ سے انتقام مت لو۔ صبر جمیل اختیار کرو کہ اجر جلیل اور ثواب عظیم پاؤ گے اور اگر کوئی شخص تمہاری دشمنی میں سامنے آ ہی جائے اور تمہارا حق جبراً تم سے لینا چاہیے تو تمہاری پہلی کوشش یہی ہونی چاہیئے کہ اپنی عاجزی و بے کسی کا اظہار اس کی منت و خوشامد کرو۔ اپنا سر اُس کے قدموں پر رکھ دو اور اپنی ٹوپی اس کے پیروں پر ڈال دو تاکہ تمہاری اس عاجزی و انکساری پر تمہارا خدا تم سے راضی ہو جائے اور تمہاری حمایت و طرفداری فرمائے اگر وہ دشمن اس پر راضی ہو جائے، تمہارا حق تمہیں واپس کر دے اور تمہاری حالت پر ترس کھائے تو اس سے کیا بہتر ہے۔ تم نے اپنا حق پایا اور اُسے باطل سے چھٹکارا ملا۔ اور اس سے کام نہ چلے تو اب بمجبوری اس کی زیادتی و زبردستی کے دفعیہ کی تدبیر کرو۔ لیکن نہ ایسی کہ ستم کے جواب میں خود ظلم و ستم میں مبتلا ہو جاؤ اور اسے ناحق ستاؤ۔

نور ۱۴:- اپنے قرابت داروں سے صلہ رحمی نہ چھوڑو اور ان کے دشمن و بدخواہ نہ ہو اگرچہ وہ تمہیں ستائیں اور تمہیں اپنے ظلم کا نشانہ بنائیں مثل مشہور ہے ؎

بدی را بدی سہل باشد جزا
اگر مردی، اَحْسِنْ اِلیٰ مَنْ اَسَاء

(بُرائی کا بدلہ بُرائی سے دینا تو بڑا آسان ہے لیکن جوانمردی یہ ہے کہ جو تم سے بُرائی کرے تم اس کے ساتھ بھلائی سے پیش آؤ)

ہاں جب یہ دیکھو کہ ترک تعلق کے علاوہ کوئی اور تدبیر کارگر نہیں، تو اب قطع تعلق کر سکتے لیکن بہ طریق احسن کہ اس آیۂ کریمہ کے مصداق بن جاؤ۔

وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِیْلًا ط

(اور ان کی باتوں پر صبر فرماؤ اور انہیں اچھی طرح چھوڑ دو)

اس وصیت کو تاکیدی جانیں۔ اس لیے کہ قطع رحمی کرنے والوں کے لیے بڑی وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ الٰہی ہمیں اس قطع رحمی سے محفوظ رکھ۔

نور ۱۵:- جو تم سے چھوٹے ہیں ان کے ساتھ اس قول کے مطابق سلوک کرو کہ از خورداں خطا و از بزرگاں عطا (چھوٹے قصور کرتے ہیں اور ان کے بڑے معافی و بخشش) اور جو تم سے بڑے ہیں خواہ علم و فضل میں خواہ عمر میں، ان سے اس مصرع کے موافق پیش آؤ کہ

خطائے بزرگاں گرفتن خطا ست

(بڑوں کی کسی کوتاہی پر اُن کی گرفت کرنا خود اپنی جگہ بڑی کوتاہی و کم لہی اور باعث محرومی ہے)

نور ۱۶:- تمہارے بڑے تمہیں کوئی نصیحت کریں تو اس سے رنجیدہ نہ ہو۔ اور چھوٹوں کی تادیب و تنبیہ سے غافل نہ ہو کہ دونوں روشیں فائدوں سے خالی نہیں۔

نور ۱۷:- مسلمان بھائی کی تعریف اس کے منہ پر مت کرو، ایسا نہ ہو کہ اس کا نفس سرکش ہو جائے اور خودستائی و خودنمائی اور خودپسندی اُس کے دل میں بس جائے۔ ایسی تعریف کی احادیث میں بھی ممانعت آئی ہے۔

نور ۱۸:- اپنے پڑوسی سے نیک برتاؤ اور اچھا سلوک کرو کہ (وہ تمہارا گرویدہ ہو اور، تمہارا خدا تم سے راضی ہو) پڑوسیوں کے حقوق کی جہاں تک تم سے ہو سکے نگہداشت کرو۔ مثلاً وہ تمہاری دیوار میں معمولی تصرف کا خواہاں ہے، اور اس میں تمہارا کوئی نقصان نہیں۔ جیسے وہ اس سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔

تو اسے بخوشی اجازت دے دو اور بہ طیب خاطر اسے گوارا کرو۔ اسی طرح اور دوسرے امور، جن میں تمہارا نقصان نہیں اور اُسے آرام پہنچتا ہے،

نورِ ۱۹: محض عورتوں کی رائے پر کاربند ہو کر کوئی کام نہ کرو کہ وہ ناقص عقل ہیں، بل الرائے اور قابلِ مشاورت نہیں۔ یونہی عورتوں کے ہاتھ میں زمامِ حکومت مت دو، یعنی انہیں اپنا والی و پیشرو نہ بناؤ کہ شرعاً سخت ممنوع ہے، اور بموجب احادیث ایسی قوم فلاح سے عاری۔

نورِ ۲۰: غصہ آجائے تو اپنے اوپر قابو رکھو کہ غصہ شیطان کی جانب سے ہے۔ ورنہ ہلاکت میں پڑ جاؤ گے اور نقصان اٹھاؤ گے۔ ہاں شیطانی غصہ وہ ہے جو نفس و شیطان کے بھڑکانے سے آئے، اور خلافِ شرع امور پر اکسائے، اور غضبِ رحمانی یعنی خدا و رسول کے لیے کسی بات پر غصہ یہ ہے کہ اللہ و رسول جلّ وعلا و صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق ہو۔ مثلاً دین کی حمایت میں کافروں سے جہاد، اور مظلوم کا ظالم سے انتقام۔ غضبِ رحمانی محمود و پسندیدہ ہے اور غصہ شیطانی مردود و ناپسندیدہ۔

نورِ ۲۱: ہر حال میں خدا سے ڈرتے رہو، اور احکامِ خداوندی سے موافقت کرو، تاکہ ساری مخلوق تم سے خوف زدہ رہے اور تمہاری اطاعت کرے۔

نورِ ۲۲: کسی کا عیب دیکھنا اور اس کی پردہ پوشی کرنا، اجرِ جلیل کا موجب ہے، اور مقبولانِ ربِ جلیل کی عادت۔ اگر اسے نصیحت کرنا ہے تو برملا لوگوں کی موجودگی میں نہ کرو بلکہ خلوت و تنہائی میں اسے سمجھاؤ، جیسا کہ بزرگانِ دین کی روش ہے کہ اس صورت میں اس کی پردہ پوشی ہو جاتی ہے اور بندہ پر خالقِ عزّ وجلّ کی ستاری و پردہ پوشی کا پرتو پڑتا ہے اور اس سے مراتبِ قرب میں ترقی ہوتی ہے۔

نورِ ۲۳: سوال: خالص دوست کون ہے؟ **جواب:** خالص دوست وہ ہے جو مجمع میں، تمہاری کوتاہی پر چشم پوشی اور موافقت و ضبط اختیار کرے، اور تنہائی میں تمہارا عیب تمہیں بتائے اور نصیحت کرے اس لیے کہ عام مجلس میں پند و نصیحت بے حیائی و ناپسندیدگی رکھتی ہے، اور تمہارا دشمن وہ شخص ہے کہ اگر تمہاری برائی دیکھے تو اس کا چرچا کرے اور بھلائی دیکھے تو دفن کر دے، مٹی میں ملا دے۔

ساتواں لمعہ (تابش ۷)

متفرق فائدوں کے بیان میں

نورِ ۱: ہر ماہ کی پہلی شب کا چاند دیکھیں تو یک ہزار بار کلمۂ طیبہ پڑھ کر اکتالیس مرتبہ الحمد شریف اس طرح پڑھیں کہ ہر بار، بسم اللہ الرحمن الرحیم کا آخری میم الحمد کے لام سے ملائیں یعنی الرحیمِ الحمدُ للہ لی آخرہ۔ اس عمل میں بڑا راز پوشیدہ ہے اور میں نے اپنے مرشدِ گرامی سے سنا کہ حضرت مرشد المرشد اس باب میں سخت تاکید فرمایا کرتے تھے۔

اور اگر چاند رات ہونے میں شک ہو یا آسمان پر گرد و غبار اور بادل چھائے ہوں تو ایسی صورت میں یہ عمل اس مہینے میں دو مرتبہ یعنی دو رات کریں۔ ایک دوسری یہی مشتبہ رات اور اس کے بعد والی۔ اس عمل کی برکت سے وہ مہینہ پڑھنے والے کے لیے خیر و برکت کا مہینہ ہوگا۔ اس ماہ کے شر سے وہ محفوظ رہے گا اور روزی میں بھی برکت ہوگی۔ اسے ناغہ نہ کریں۔

نورِ ۲: فرض نماز سے فارغ ہو کر بپا دیاں ہاتھ پیشانی پر رکھے اور یہ دعا پڑھے بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ اَللّٰهُمَّ اَذْهِبْ عَنِّي الْهَمَّ وَالْحُزْنَ ط اللہ کے نام کی برکت سے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ رحمٰن و رحیم ہے۔ اے اللہ تو مجھ سے غم و رنج کو دور کر دے۔

اسم غم و پریشانی سے بچنے کی یہ دعا کہ حدیث شریف میں وارد ہے حضرت مرشد کی سنت بھی ہے کہ حضرت کی دائمی عادت رہی اور کبھی اسے ناغہ نہ ہونے دیا۔ اور وصال کے وقت فقیر کو تعلیم فرمائی۔

نوٹ ۳: عزائم جنیہ کی دعوت اور بطور سادہ بھی ان کی قرأت میں نے قصداً صرف اس لیے نہ کی مجھے ان الفاظ کے معانی کا علم نہ تھا لیکن دوسری بڑی اور طویل دعاؤں مثلاً حزب بحانی، جس اسماء اجیدی المزمل اور آیات العظمۃ وغیرہا میں کامل مشغولیت اور کمال انہماک کے نتیجہ میں اس فقیر کو اس آتشی قوم جن پر حکومت و بالادستی حاصل ہوئی اور خلل آسیب و سحر اور رجعت و نظر کے دفعیہ اور دیگر امراض کے ازالے کے لیے عاملوں کی روش کے مطابق برسہا برس میں اس میں مصروف رہا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہر قسم کے رخنہ و فتنہ کو میں نے دفع کیا اور تقریباً بارہ سال اسی عالم مشغولیت میں بسر کیے لیکن پھر آہستہ آہستہ میں نے اس میں مصروفیت سے اپنا تعلق ختم کر دیا۔ اس لیے وقت کی بربادی کے علاوہ کوئی خاص دینی فائدہ اس سے حاصل نہیں ہوتا جبکہ اصل مقصود رہا سنت ہی ہے۔

مجھے اس سارے قضیہ کو تحریر میں لانے اور ایک علٰحدہ مستقل فائدہ کی صورت میں لکھنے کی چنداں حاجت نہ تھی۔ لیکن اس سے میرا مقصود ایک نصیحت گوش گزار کرنا ہے، اُسے بگوشِ جان، کامل التفات سے سنیں اور ہمیشہ اس کا خیال رکھیں۔

وہ نصیحت یہ ہے کہ یہ کام (تسخیر جنہ) بڑا پُرخطر ہے اقدم قدم پر خطرے موجود ہیں اس لیے کہ قوت بازو سے مقابلہ کی بھی اس میں نوبت آجاتی ہے۔ اور مضمون فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (کہ ہم نے بعض کو بعض پر فوقیت دی) سارے عالم خلق میں بھی جاری و ساری ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی ایسے سے واسطہ و سابقہ پڑ جائے جو تم پر غلبہ و فوقیت رکھتا ہے، اس وقت نہیں نقصان عظیم برداشت کرنا ہوگا (جس کی تلافی ممکن نہ ہوگی) پھر تجربہ سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچی ہے کہ اس میں مشغول رہنے والے لوگوں یعنی عزیمت جنی کے عاملوں

کا انجام کار خراب ہوتا ہے، بلکہ معاذ اللہ سلب ایمان اور سوء خاتمہ کا اندیشہ رہتا ہے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ جس وقت سے ابلیس لعین بارگاہ قدس کی بارگاہ سے راندۂ و مردود کیا گیا ہے، اس وقت سے لے کر اس گھڑی تک کوئی بھی جن اس مرتبہ کمال قرب کو حاصل نہ کر سکا۔ ان کی زیادہ سے زیادہ رسائی اس حد تک ہے کہ طاعت و عبادت کی کثرت سے مسلمان جن صالحین میں شمار ہوتے ہیں برخلاف بنی آدم کہ انہیں مرتبہ ولایت خاص یعنی قرب ربانی بدرجہ کمال حاصل ہو جاتا ہے اور اس اعتبار سے جن کا مقام حضرت انسان سے فروتر ہے۔ اس مقام رفیع کے حصول میں جن انسان کی برابری بھی نہیں کر سکتا، اس پر غالب آجانا تو دور کنار۔ ہاں کچھ اور مراتب مثلاً تجلی صفاتی و اسمائی کے مرتبہ کا حصول کہ عرفاً اس فرقہ کو اکملان اعمال کہتے ہیں، ایسے کاملان میں جن کا مقام انسان کے مقام و مرتبہ سے فروتر نہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ جن انسان پر فوقیت و برتری حاصل کرے۔ لہذا عامل محض کہ دربیت خاصہ کی چاشنی سے باخبر نہیں۔ اس پر اس فرقہ جن کا غالب آجانا عین ممکن ہے۔ اس لیے کہ عملی قوت کی راہ اس پر بڑی کشادہ ہے۔ اور یہ بات بھی پایا جائے کہ جن کسی قوت میں خواہ وہ دل لٹ ہو یا عمل انسان پر غلبہ حاصل نہیں کر سکتا ہے تاہم اس کا اندیشہ ہے کہ جن کی عمریں بہت طویل ہوتی ہیں اور اعمال و اشغال کی یہ فضیلت موروثی نہیں، کہ عامل کی دعا بھی حامل ہو تو اس عامل کی موت کے بعد وہ اس کی اولاد کو شدید نقصان پہنچاتے ہیں۔ اور دوسرے قرابت داروں اور عزیزوں کو بھی حیرانی و پریشانی میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ لہذا بہتری اسی میں ہے کہ ایسے اعمال و اشغال کو عاملوں کی شرائط کے موجب یک لخت ترک کر دیں۔ اور ایسی ضرورت ہی پیش آجائے تو تبرکاً حصول برکت کے لیے اسی سے کچھ ملکہ بخود سنکاروں کو دے دیں۔ کہ موثر حقیقی رب قدیر ہے، وہی اس میں اثر دے گا۔

ایک اور تحدیث کہ خاص اس فقیر کی کاوشوں کا نتیجہ ہے اس سے مطلوب و مقصود

بھی بخوبی حاصل ہو جاتا ہے۔ ور آدمی کسی خطرہ سے دوچار نہیں ہوتا یہ ہے کہ جب کوئی حاجتمند کسی ضرورت کے ماتحت عامل کے پاس آئے تو عامل کو چاہیے کہ پہلے اس ایذارسانی کا سبب معلوم کرے۔ کہ دشمنی وکدورت ہے یا عشق ومحبت۔ اس بیے اس قوم کا بنی آدم سے عشق بھی انسان کو نقصان پہنچاتا ہے کہ یہ قوم ہے آتشی۔ ور کسی انسان سے محبت کے باعث ان کا جسم انسانی میں حلول کر جانا جبکہ اس شخص کی ترکیب جسمانی اعتدال ہے، اُسے اس سابقہ اعتدال سے متغیر و تبدیل کر دیتی ہے اور یہی چیز اذیت کا باعث بن جاتی ہے۔ اب اگر اذیت وتکلیف کی وجہ تقاضائے محبت ہے تو ایسے اعمال واشغال پر کاربند ہونا چاہیئے، جن کے نتیجہ میں ان دونوں کے مابین محبت پژمردہ ہو جائے تاکہ وہ جن، اس سے نفرت کرنے لگے ورپھر علیحدگی اختیار کرے۔

ور اگر اس ایذارسانی کا سبب اُن کی غضبناکی اور دشمنی ہے اور اس دشمنی کے باعث کوئی ایسی کوتاہی وخطا ہے جو اس جن کے گمان میں اس شخص سے سرزد ہوئی تو اس وقت ایسا عمل کرے جس کے نتیجہ میں موافقت اور میلانِ طبیعت پیدا ہو اور اس جن کی قوت غضب اور دشمنی کا شعلہ سرد پڑ جائے، ور اس سے پیچھا چھوٹے اور گر اس اذیت کا باعث کسی ساحر کی جادوگری کا کرشمہ ہے تو اس وقت عرف ور شاعا جہاں تک ممکن ہو اس جادوگر سے ساز باز کرکے اس زخم کا اندمال اور اُس کے جادو کا اثر زائل کرے۔ یا پھر اُس جادوگر کی قوتِ سحر سلب کرلے۔ مختصر یہ کہ ایسی تدابیر عمل میں لائے کہ اس سے نجات حاصل ہو۔ سانپ مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے یا پھر اس جن نے مسائط کو انعام وتفہیم کے ذریعہ جس میں باہمی نسبت اور پاسداری کا پہلو غالب رہے۔ ٹال دے۔ اور پھول خوشبو شیرینی وغیرہ بطور ہدیہ سے دے کر اس بے چارہ کو چھٹکارا دلائے اور اس جن سے عہد و پیمان لے کر بطور معاونت مریض کو ساحل نجات تک پہنچائے۔

تجربہ شاہد ہے کہ ان تدابیر کو بروئے کار لانے سے بھی اس کی اذیتوں سے

رہائی مل جاتی ہے ور کوئی آزار ونقصان بھی نہیں پہنچتا ہاں کسی کو نظر بد لگی ہو یا کوئی اور بیماری ہو تو اس کے علاج وازالہ میں کوئی اندیشہ کی بات نہیں کیونکہ ذوی العقول سے نہیں ہیں۔ جیسے بھی ممکن ہو جانے ان کا ازالہ کرے۔

نور ۴ :- تلاوت قرآن کا قاعدہ یہ ہے کہ ختم قرآن میں چالیس دن سے زیادہ نہ لگائے ور تین دن سے کم میں ختم نہ کرے۔ اس کے علاوہ سے افضل یہ ہے کہ ہفتہ میں ایک بار ختم کرے یا پورے مہینے میں۔ ہفتہ میں ختم کرنا ہو تو فمی بشوق کی منزلیں مشہور ہیں اور تین روز میں ختم کرنا مقصود ہو تو منازل فبیل کا اختیار مناسب ہے۔ قاعدہ فمی بشوق کی سات منزلیں یہ ہیں۔

۱۔ سورہ فاتحہ سے سورہ مائدہ تک (ف) ۲۔ سورہ مائدہ سے سورہ یونس تک (م) ی۔
۳۔ سورہ یونس سے سورہ بنی اسرائیل تک (ی) ب ۴۔ بنی اسرائیل سے شعراء تک (ب) ش
۵ سورہ شعراء سے والصافات تک (ش) و ۶۔ والصافات سے سورہ ق تک (و) ق
اور ۷۔ سورہ ق سے آخر قرآن تک (ق)

اور تین روزہ ختم قرآن کی منازل مسمّی بہ "فبیل" یہ ہیں :۔

(۱) سورہ فاتحہ سے سورہ یونس تک ف، (۲) سورہ یونس سے سورہ لقمان تک (ی) اور (۳) سورہ لقمان سے ختم قرآن تک (ل)

بعض علماء نے فبیل کی بجائے فبیم تجویز فرمایا ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے :۔

(۱) سورہ فاتحہ سے سورہ یونس تک ف (۲) سورہ یونس سے سورہ روم تک (ی) (۳) سورہ روم سے ختم قرآن حکیم تک۔ (م)

ہفتہ وار ختم قرآن کا ایک طریقہ اور بھی ہے کہ اسے احزاب کہتے ہیں۔ (روزانہ ایک حزب) یہ طریقہ جلالی ہے، اور پہلا طریقہ یعنی "فمی بشوق" جمالی اور وہ طریقہ یہ ہے۔

(۱) سورہ فاتحہ سے سورہ انعام تک (۲) سورہ انعام سے سورہ یونس تک۔
(۳) سورہ یونس سے سورہ طٰہٰ تک (۴) سورہ طٰہٰ سے سورہ عنکبوت تک۔
(۵) سورہ عنکبوت سے سورہ زمر تک (۶) سورہ زمر سے سورہ الصافات تک۔

اور (۷) سورہ والصافات سے آخر قرآن مجید تک۔
ان احزاب کے حروف کا مجموعہ "فابطعزؤ" ہے۔

۲۴

ایک اور طریقہ ختم قرآن عظیم کا یہ ہے کہ روزانہ سوا پارہ پڑھیں اور چوبیس دن میں کتاب مبین ختم کریں۔ یہ طریقہ دین و دنیا کی قضائے حاجات اور مرادات کے حصول میں خاندان برکات مارہرہ کا دستور اور حضرت سیدنا شاہ آل محمد قدس سرہ العزیز کا معمول رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ثابت قدمی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ یا رب العالمین۔

ختم قرآن مجید کا ایک طریقہ وہ بھی ہے جس پر یہ فقیر کاربند ہے۔ یہ طریقہ سورت سے شروع ہو کر سورت ہی پر ختم ہوتا ہے۔ اس حساب سے روزانہ سوا پارہ آتا ہے (روز اول کے علاوہ) یعنی:

(۱) سورۃ فاتحہ و سورۃ بقرہ (۲) سورۃ آل عمران (۳) سورۃ نساء (۴) سورۃ مائدہ (۵) سورۃ انعام (۶) سورۃ اعراف (۷) سورۃ انفال و توبہ (۸) سورۃ یونس سے سورۃ ہود تک (۹) سورۃ یوسف سے سورۃ ابراہیم تک (۱۰) سورۃ حجر سے ختم سورۃ نحل تک (۱۱) سورۃ بنی اسرائیل سے ختم سورۃ کہف تک (۱۲) سورۃ مریم سے ختم سورۃ انبیاء تک (۱۳) سورۃ حج سے سورۃ نور تک (۱۴) سورۃ فرقان سے سورۃ نمل تک (۱۵) سورۃ قصص سے سورۃ روم تک (۱۶) سورۃ لقمان سے سورۃ سبا تک (۱۷) سورۃ فاطر سے سورۃ ص تک (۱۸) سورۃ زمر سے سورۃ السجدۃ تک (۱۹) سورۃ شوریٰ سے سورۃ جاثیہ تک (۲۰) سورۃ احقاف سے سورۃ النجم تک (۲۱) سورۃ القمر سے سورۃ ممتحنہ تک (۲۲) سورۃ صف سے سورۃ مدثر تک۔ اور (۲۳) سورۃ قیامہ سے ختم قرآن شریف تک۔

(فقیر مترجم کہتا ہے کہ گرمیوں میں صبح کو قرآن مجید ختم کرنا بہتر ہے اور جاڑوں میں اول شب کو کہ حدیث میں ہے "جس نے شروع دن میں قرآن ختم کیا شام تک فرشتے اس کے لیے استغفار پڑھتے ہیں۔ اور جس نے ابتدائے شب میں ختم کیا

صبح تک استغفار پڑھتے ہیں۔" اس حدیث کو دارمی نے سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ تو چونکہ گرمیوں میں دن بڑا ہوتا ہے تو صبح کو ختم کرنے میں استغفار ملائکہ زیادہ ہوگی اور جاڑوں کی راتیں بڑی ہوتی ہیں تو شروع رات میں ختم کرنے سے استغفار زیادہ ہوگی۔ (بہار شریعت بحوالہ غنیۃ المستملی)

نور ۵ — اگر مُردوں کے خیر و شر کے احوال پر آگاہی منظور ہو کہ اگر انہیں نعمت و ثواب میں پاؤ تو شکر پروردگار بجا لاؤ اور عتاب و عذاب میں دیکھو تو ان کے حق میں دعائے مغفرت کرو اور ان کے بارے میں کسی کو کچھ نہ بتاؤ کہ مصلحت اسی میں ہے اور قفل منہ کو اشارہ کافی۔ تو سوتے وقت یہ تسبیح پڑھو اور اس کا ثواب اس میت کی روح کو بخش کر کسی سے کوئی بات کیے بغیر سو لیٹ جاؤ۔ اس روح کی جو بھی حالت ہوگی وہ تمہیں اس سے آگاہ کرے گی۔

وہ تسبیحات یہ ہیں:

جمعرات کی شب میں یا اللہ، شب جمعہ میں کلمہ تمجید، ہفتہ کی شب میں کلمہ طیب، اتوار کی شب یا حیّ یا قیّوم، پیر کی شب درود شریف، منگل کی شب میں لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، اور بدھ کی شب استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ۔ ہر تسبیح روزانہ ایک ہزار مرتبہ۔ ان شاء اللہ تعالیٰ مذکورہ بالا راتوں میں سے کسی رات میں تمہیں اس میت کا حال معلوم ہو جائے گا۔ نیز انہیں تسبیحات سے کسی آدمی کے زندہ ہونے نہ ہونے کا حال بھی معلوم ہو جاتا ہے۔ ان تسبیحات کو شخص معین کے حالات منکشف ہونے کی نیت سے پڑھو ان شاء اللہ تعالیٰ مذکورہ بالا راتوں میں سے کسی رات کو اس کے حالات کا انکشاف ہو جائے گا۔

نور ۶ — آدمی کا جھوٹا پاک ہے اگرچہ وہ جنب ہو یا حیض و نفاس والی عورت یا کافر، مگر اس سے بچنا چاہیے جیسے تھوک، ناک کی رینٹھ اور منہ کی کھنکار کہ پاک ہیں۔ مگر ان سے آدمی گھن کرتا ہے۔ اس سے بہت بدتر کافر کے

جھوٹے کو سمجھنا چاہیئے۔ (بہار شریعت)

و مسلمانوں کے جھوٹے میں شفا ہے۔ پانی بیٹھ کر پینا چاہیے، البتہ وضو کا بچا ہوا پانی، اور آبِ زمزم کھڑے ہو کر پیا جاتے اور مسلمان کے جھوٹے پانی کے متعلق بھی کہتے ہیں کہ کھڑے ہو کر پینا چاہیے۔ (یونہی سبیل کا پانی، لیکن ان کا معتبر کتابوں میں سراغ نہیں ملتا) اور حکم شرعی آبِ زمزم کے باب میں یہ ہے کہ خوب سیر ہو کر پئیں کہ دونوں کوکھیں بھر جائیں۔

نورے امام ابوالحسن نوری قدس سرہ العزیز سے لوگوں سے پوچھا کہ آدمی اس کا سزاوار کب ہوتا ہے کہ وہ مخلوق خدا کو پند و نصیحت کر سکے۔ ارشاد فرمایا جب کہ حق کو حق تعالیٰ سے سمجھنے لگے۔

منقول ہے کہ

ایک روز امام ابوالحسن نوری قدس سرہ نے حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہ کو بر سر منبر دیکھا تو ارشاد فرمایا "اے ابوالقاسم، اللہ تعالیٰ کسی عالم دین کے علم سے اس وقت تک راضی نہیں ہوتا جب تک وہ اسے اس کے علم میں مصروف اور اس کے مطابق عمل میں مشغول نہ کر دے۔ لہذا اگر تم اپنے علم کے مطابق عمل کرتے ہو تو اس مقام پر مضبوطی سے جمے رہو، ورنہ اس منبر نبوی سے نیچے اتر آؤ۔

حضرت جنید قدس سرہ اس بات کو سن کر فوراً ہی منبر سے نیچے اتر آئے اور ایک مہینہ تک کسی سے کوئی بات نہ کی اور گھر سے باہر تشریف نہ لائے۔ اس مدت کے گزر جانے پر آپ باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ اگر مجھے یہ حدیث نہ پہنچی ہوتی کہ حضرت رسالت مآب علیہ صلوٰت و تحیات نے ارشاد فرمایا ہے کہ آخر زمانے میں قوم کے پیشرو اور امام قوم میں سب سے زیادہ بے وقعت و خوار ہوں گے۔ تو میں ہرگز تم سے کوئی بات نہ کرتا۔" صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ حضرت جنید قدس سرہ العزیز جیسی شخصیت کا اپنی کوتاہیوں اور قصور

کا اعتراف ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اگرچہ حقوقِ علم کی مرعات پاسداری میں راست رو نہیں، مگر اپنی کوتاہیوں و خطا کاریوں کے اقرار و اعتراف میں راہِ راست پر ہیں۔ (خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را)

سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر
ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ من جمیع
ما کرہ اللہ قولاً وفعلاً وظاہراً وباطناً۔

تمت بالخیر

"سراج العوارف فی الوصایا والمعارف"

عرضِ مترجم

الحمدللہ کہ کتاب مستطاب مفید سالک و عارف "سراج العوارف فی الوصایا والمعارف" تصنیف لطیف سراج السالکین، تاج العارفین کاشف اسرار طریقت، واقف رموز حقیقت مولیٰ و مقتدانا وسیدنا وسندنا حضرت سید شاہ ابو الحسین احمد نوری الملقب بہ میاں صاحب زیب سجادہ قادریہ برکاتیہ سرکار کلاں مارہرہ مطہرہ، کہ اپنے اختصار و اجمال کے باوجود اپنے مطالب و معانی میں وافی و کافی اور موضح حق و ثواب ہے، اس کا ترجمہ و ایضاح سے اس فقیر قادری برکاتی نوری عفی عنہ نے کہ آستانۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ کا ایک فضلہ خوار خدمت گزار ہے۔

آج مورخہ ۱۶ صفر المظفر ۱۴۰۲ ہجری مطابق ۱۴ دسمبر ۱۹۸۱ عیسوی بروز دوشنبہ مبارکہ فراغت پائی۔ بے بضاعتی کے باوجود بتوفیق یزدی اپنے سادات و مشائخ کرام کو پشت پناہ بنا کر اس فقیر نے اس کتاب لاجواب کے ترجمہ کا آغاز یکم ذوالقعدہ ۱۴۰۱ ہجری مطابق ۳۱ اگست ۱۹۸۱ء دوشنبہ مبارکہ سے کیا، اور اس کا شرف خدمت لیا۔

ابھی نصف منزل بھی طے کی تھی کہ میری شامت اعمال نے ایک خبیث مرض کے پیکر میں مجھ ناتوان و ضعیف البنیان پر ایسا شدید حملہ کیا کہ جان کے لالے پڑ گئے اور اس طرح یہ بابرکت خدمت یعنی ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ کے آخری اور محرم الحرام ۱۴۰۲ھ کے دوسرے ہفتہ تک موقوف رہی اور پھر مولائے کریم جل مجدہ و عم اسمہ کے فضل عمیم نے دستگیری فرما کر توانائی بخشی کہ دیگر مصروفیات دینی و دنیاوی

کے باوجود یہ مبارک کام اختتام تک پہنچا۔ یہ گزارش بھی کرتا چلوں کہ اس فقیر برکاتی غفر اللہ تعالیٰ لہ واصلح عملہ نے مناسب مقام و وضاحت مرام کے لیے ترجمہ میں جو زیادت کیں انہیں اصل کتاب سے تمیز کے لیے بین القوسین لکھا اور جہاں ضروری جانا، اس کا حوالہ بھی دیا۔

فقیر اس کتاب کا نام **نورٌ علیٰ نور** تجویز کرتا ہے اور یہ نہایت تضرع و زاری بارگاہ باری تعالیٰ میں دست بدعا ہے کہ وہ مولائے کریم، بطفیل رسول رؤف و رحیم، اصل کتاب کی طرح اس کے ترجمہ کو بھی خالصاً لوجہہ الکریم قبول فرمائے اور دارین میں اس سے اور اس فقیر حقیر کی تمام دیگر تالیفات و تراجم سے عامۃ المسلمین اور کافۂ اہل اسلام کو نفع پہنچائے اور اسے اس فقیر کے لیے خاتمہ بالخیر کا ذریعہ بنائے۔

إنه ولی التوفیق علیہ و الخیر کلہ بیدہ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وعلماء ملتہ واولیاء امتہ اجمعین وعلینا بہم ولہم ومعہم وفیہم برحمتک یا ارحم الراحمین۔ سبحانک اللھم وبحمدک واشھد ان لا الٰہ الا انت استغفرک واتوب الیک والحمد للہ رب العالمین۔

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی المارہری عفی عنہ

دار العلوم احسن البرکات ٹرسٹ، حیدرآباد سندھ، پاکستان۔

۱۶ صفر ۱۴۰۲ھ ۱۴ دسمبر ۱۹۸۱ء دوشنبہ

تلخیص قطعۂ تاریخ تصنیف کتاب مستطاب

از نتیجۂ طبع سلیم و فہم مستقیم حامی اسلام، ماحی کفر و ہدم اسراج شریعت مصباح طریقت حضرت مولانا و مولٰنا محمد عبد المقتدر مطیع الرسول قادری برکاتی بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

بشریٰ لکم اقبلوا طلاب خیرات	فاسد هرحقت بانوار ونفحات
هذا زمان بدا فیہ الهدیٰ رغدا	فیہ ضلال الوریٰ منکوس رایات
ابدیٰ سراجًا من العرفان والحکم	مولیٰ لتندیٰ والهدیٰ رب مکرمات
نور الهدیٰ احمد نوری ذو کرم	ابو الحسین الذی جاء بآیات
هو الذی احرق بصغری نورتہ	ونفس الحق من فرق الهدیات
هذا مؤید دین اللہ مجتهدا	مذیع اسرارهم لمان ذکیات
أنا دری الخورج ولی فاعن صارمہ	غدیہ اهل تفضیل حامرات
هذا منیر سراج العلم والحکم	اکرم بہ من سراج ذی الهدایات

فان لست ادراك عام فیہ قد ظهر
قل فی البرایا شمس السعادات
۱۳۰۹

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ ونور عرشہ سیدنا ومولینا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین وبارک وسلم وشرف وکرم برحمتہ وهو ارحم الراحمین

مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّہْہُ فِی الدِّیْنِ

اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے اسے دین کی فقہ (سمجھ) عطا فرماتا ہے

سُنّی بہشتی زیور (کامل)

جلد اوّل

(حصہ اوّل تا پنجم)

خلیل ملت حضرت علامہ مفتی محمد خلیل خان برکاتی قدس سرہ

الناشر

فرید بک سٹال

۴۰۔ اُردو بازار، لاہور ۲ فون نمبر ۳۲۱۷۳

مَنْ یُرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُفَقِّہْہُ فِی الدِّیْنِ

اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے اسے دین کی فقہ (سمجھ) عطا فرماتا ہے

سنّی بہشتی زیور (کامل)

جلد دوم

(حصہ ششم تا نہم)

خلیلِ ملت حضرت علامہ مفتی محمد خلیل خان برکاتی قدس سرہٗ

فرید بک سٹال

۴۰۔ اُردو بازار، لاہور ۲ فون نمبر ۳۱۲۱۷۳

عورتوں کی عزت و ناموس سے متعلق احکام و ہدایات پر مشتمل شمع فروزاں

سورۃ النور

ترجمہ

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی قدس سرہ

تفسیر و تشریح مسمّٰی بہ

چادر اور چار دیواری

مفتی محمد خلیل خاں قادری برکاتی مارہروی

صدر المدرسین دار العلوم احسن البرکات حیدرآباد سندھ

ناشر

فرید بک سٹال ۴۰۔ اردو بازار لاہور

وَمَن يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (القرآن)

اور جس نے رسول کا حکم مانا تو یقیناً اس نے اللہ کا حکم مانا

بخاری شریف مترجم

مکمل سیٹ تین جلدیں

مصنفہ

امام المحدثین ابو عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ

ترجمہ از

فاضل شہیر مولینا عبد الحکیم خاں اختر شاہجہانپوری

طلب فرمائیے

فرید بک سٹال ۴۰۔ اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ تَوَلَّىٰ فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا (القرآن)

جس نے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی اطاعت کی تو بیشک اس نے اللہ تعالیٰ کا حکم مانا اور جس نے منہ پھیرا تو ہم نے بھی آپ کو ان کا نگہبان (ذمہ دار) بنا کر نہیں بھیجا

سُنَنِ ابن ماجہ

(عربی اردو)

جلد اوّل جلد دوم

امام حافظ ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ الربعی القزوینی رحمۃ اللہ تعالیٰ

(المتوفی ۲۲ رمضان ۲۷۳ھ)

ترجمہ: مولینا عبدالحکیم خاں اختر شاہجہانپوری

اہتمام و تزیین: سید حامد لطیف چشتی

ناشر

فرید بُک سٹال ○ ۴۰ اردو بازار۔ لاہور ۲ پاکستان

نقالوں سے ہوشیار

فرید بک سٹال ۳۸، اردو بازار لاہور ہی مفتی محمد خلیل خان برکاتی کی تمام کتب کے ناشر ہیں
لہٰذا کسی اور ادارہ کی شائع کردہ کتب نہ خریدی جائیں